زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ
کمپیوٹر ایڈیشن
فتاویٰ رحیمیہ
افادات
حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت
دارالاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹر ایڈیشن

فتاویٰ رحیمیہ

جلد چہارم

کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ

افادات

حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : مارچ ۲۰۰۹ء علمی گرافکس
ضخامت : 205 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿........ ملنے کے پتے ....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON
TX-[illegible] U.S.A

فہرست عنوانات فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم

کتاب الطہارت

باب الوضو

مضمون	صفحہ
طلوع وغروب آفتاب کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کا حکم	۸۹
کتاب الاذان والاقامۃ	
مؤذن کیسا ہونا چاہئے	۹۰
اذان کا جواب حاضرین مسجد پر واجب نہیں اس کی کیا وجہ؟	۹۱
کیا دوسرا شخص اقامت (تکبیر) کہہ سکتا ہے	۹۱
مغرب کی اذان واقامت میں وقفہ ہے یا نہیں؟	۹۳
اقامت کے وقت ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہے	۹۳
وقت سے پہلے اذان اور بعد وقت نماز کا حکم	۹۴
داڑھی منڈا اذان واقامت کہے تو کیا حکم ہے؟	۹۴
ایک مؤذن دو مسجد میں اذان دے سکتا ہے؟	۹۴
مسجد کی مرمت کے وقت اذان کہاں سے دی جائے	۹۴
گھر میں منفرد اقامت کہے یا نہیں	۹۵
اعادۂ نماز کے لئے اقامت کہی جائے یا نہیں	۹۵
اذان کے وقت وضو کرنا کیسا ہے؟	۹۵
گھر میں نماز پڑھے تو اقامت کہے یا نہیں	۹۶
مؤذن کیسا ہونا چاہئے	۹۶
کھڑے کھڑے اقامت کا انتظار کرنا	۹۷
اثناء تلاوت اذان شروع ہو جائے تو کیا حکم ہے	۹۸
متعدد مساجد میں اذان ہو تو کس کا جواب دیا جائے	۹۸
اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا	۹۹
درمیانی صف میں اقامت کہے تو اس کا کیا حکم ہے	۹۹
عندالاقامت امام کو آگاہ کرنے کے لئے مؤذن کھنکارے تو کیسا ہے؟	۹۹
ٹیپ ریکارڈ سے دی ہوئی اذان صحیح ہے یا نہیں	۹۹
اقامت میں شہادتین وحیعلتین کے کلمات ایک ایک مرتبہ ثابت ہیں یا دو دو مرتبہ	۱۰۰
دوسری دلیل	۱۰۱
تیسری دلیل	۱۰۲

صفحہ	مضمون

| | **باب الامامۃ والجماعۃ** |

مضمون	صفحہ
نائی (حجام) کی امامت:	۱۷۹
شادی شدہ امام ایک سال تک گھر نہ جائیں تو ان کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟:	۱۸۰
جس شخص کی منکوحہ بے پردہ پھرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟:	۱۸۰
جس کی منکوحہ بے پردہ ہو اس کو امام بنانا اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے یا تنہا پڑھنا بہتر ہے؟:	۱۸۱
بدکار آدمی کو امام بنانا:	۱۸۲
نابینا اور جس کی بینائی کمزور ہو اس کی امامت:	۱۸۲
غیر مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنا:	۱۸۳
جس کے داڑھی نہ نکلی ہو اس کو امام بنانا:	۱۸۵
امام کی بیوی بدکردار ہو مگر وہ اپنی بری حرکتوں سے توبہ کرلے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟:	۱۸۵
امام نے بری حرکت کی پھر اس نے توبہ کرلی تو اب اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟:	۱۸۶
مراہقہ اور بالغہ لڑکیوں کو بلاحجاب پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ اور جو شخص ایسی لڑکی کو پڑھائے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟:	۱۸۶
کہنی تک کٹے ہوئے ہاتھ والے حافظ قرآن کے پیچھے تراویح:	۱۸۷
نابالغ حفاظ قرآن پختہ کرنے کے لئے نوافل باجماعت ادا کریں اور اصلاح کے لئے کوئی بالغ اس کی اقتداء کرے تو کیا حکم ہے؟:	۱۸۷
فیشن پرست حافظ کو تراویح میں امام بنانا کیسا ہے؟:	۱۸۷
خصی اور ہجڑے کے پیچھے نماز کیوں مکروہ ہے جب کہ وہ کلمہ گو ہے:	۱۸۹
غیر شادی شدہ کی امامت:	۱۸۹
شافعی امام وتر دو سلام سے ادا کرے تو حنفی اس کی اقتداء کرسکتا ہے یا نہیں؟:	۱۹۰
بدعتی کی امامت کا حکم:	۱۹۰
داڑھی خشخشی کرانے والے کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟:	۱۹۱
امام مسجد کا کرکٹ کھیلنا اور اس سے دلچسپی رکھنا کیسا ہے؟:	۱۹۴
پٹی پر مسح کرنے والے کی امامت:	۱۹۶
بیٹا شرعی حلالہ کے بغیر بیوی کو اپنے ساتھ رکھے تو اس کے والد کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟:	۱۹۷

کتاب الطهارت

باب الوضو

وضو میں بجائے مسواک کے کسی اور چیز کا استعمال

(سوال ۱) مسواک کی جگہ منجن اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال کیسا ہے؟ برش کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) وضو کرتے وقت مسواک کرنا سنت موکدہ ہے (والسواک هو سنة مؤكدة ووقته عند المضمضة الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۵ كتاب الطهارة سنن الوضوء) اور مسواک بانس، انار اور ریحان کے علاوہ کسی اور درخت کی ہونی چاہئے، خصوصاً کڑوے درخت کی، زیادہ اولیٰ پیلو کے درخت کی ہے، پھر زیتون کے درخت کی، قال في الحلية وذكر غير واحد من العلماء كراهته بقضبان الرمان والريحان اه وفي شرح الهداية للعيني روى الحارث في مسنده عن ضمير بن جيب قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن السواک بعود الريحان وقال انه يحرک عرق الجذام وفي النهر ويستاک بكل عود الا الرمان والقصب وافضله الاراک ثم الزيتون (شامي ج ۱ ص ۱۰۷ كتاب الطهارة وسنن الوضوء) (كبيرى ص ۳۲. ايضاً) علامہ طحطاوی زیتون کی مسواک کو افضل مانتے ہیں قلت والحديث يفيد افضلية الزيتون على الأراک (طحطاوى على الدر المختار ج ۱ ص ۱۰۱. ايضاً)

الغرض مسواک درخت کی ہونا ضروری ہے، اگر کسی وقت کسی درخت کی مسواک میسر نہ ہو تو انگلی سے دانت صاف کر کے منہ کی بو زائل کر دے اس طرح بھی سنت ادا ہو جاتی ہے ہدایہ میں ہے والسواک لانه عليه السلام كان يواظب عليه وعند فقده يعالج بالا صابع لانه عليه السلام فعل ذلک (ج ۱ ص ۶ ايضاً) اور مسواک سنت ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ کرتے تھے اور مسواک نہ ہو تو انگلیوں سے مسواک کا کام لے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی کیا ہے۔" نیز ہادی عالم ﷺ کا فرمان ہے الا صابع تجرى مجرى السواک اذالم يكن سواک (یعنی) جب مسواک نہ ہو اس وقت انگلیاں مسواک کا کام کرتی ہیں۔ (طبرانی وغیرہ)(۱)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل سنت درخت کی مسواک ہے، وہ میسر نہ ہو یا دانت نہ ہوں یا دانت یا مسوڑے کی خرابی کی وجہ سے مسواک سے تکلیف ہوتی ہو تو ضرورۃً ہاتھ کی انگلیوں یا موٹے کھردرے کپڑے یا منجن، ٹوتھ پیسٹ یا برش سے مسواک کا کام لیا جا سکتا ہے مگر مسواک کے ہوتے ہوئے مذکورہ چیزیں مسواک کی سنت ادا کرنے کے لئے کافی نہیں اور مسواک کی سنت کا پورا اجر حاصل نہ ہوگا۔

ولا تقوم الاصابع مقام العود عند وجوده (اور مسواک کی موجودگی میں یہ چیزیں اس کے قائم مقام

---

(۱) یہ حدیث طبرانی میں ان الفاظ میں نہیں جن الفاظ میں حضرت مفتی صاحب لے آئے ہیں بلکہ ان الفاظ میں منقول ہے حديث آخر في المعنى، رواه الطبراني في معجمه الوسط حدثنا محمد بن الحسن بن قتيبة ثنا محمد ابي السرى ثنا الوليد بن مسلم ثنا عيسى بن عبدالله الانصاری عن عطاء بن ابی رباح عن عائشة قالت قلت يارسول الله الرجل يذهب فوه يستاک؟ قال نعم قلت كيف يصنع قال يدخل اصبعه في فيه نصب الرايه ج ۱ ص ۱۰)

نہیں بن سکتیں (کبیری ص ۳۲)(صغیری ص ۱۴) البحر الرائق سنن الوضوء، تحت قولہ السواک ص ۲۱ ج ۱)(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۷۔ الفصل الثانی فی سنن الوضوء)

جب مسواک کی موجودگی میں انگلیاں (جن کے لئے آنحضرت ﷺ کا عمل اور قول ثابت ہے) مسواک کے قائم مقام نہیں ہوسکتیں تو برش وغیرہ کیسے مسواک کے قائم مقام ہوسکتے ہیں۔

برش اگر سور (خنزیر) کے بالوں کا ہے تو اس کا استعمال قطعاً حرام ہے، اگر مشتبہ ہو تو بھی استعمال نہ کرے۔ مشکوک نہ ہو تو استعمال کرسکتا ہے، مگر بلا عذر کے مسواک کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ سنت درخت کی مسواک ہے (توضیح المسائل ص ۳۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسواک کی لکڑی اور بوقت قیلولہ تیمّم اور داہنی کروٹ قبلہ رو لیٹنا:

(سوال ۲) وضو میں مسواک کے لئے کونسی لکڑی استعمال کی جائے؟ رات کو سونے کے وقت اور بوقت قیلولہ تیمّم کر لینا کافی ہوگا یا نہیں؟ کس کروٹ سونا چاہئے مسنون کیا ہے؟

(الجواب) وضو میں مسواک کسی لکڑی کی ہو جائز ہے۔ مگر وہ لکڑیاں جن میں کڑواہٹ یا کھٹا پن ہو وہ مفید تر ہوتی ہیں اس لئے ان کا استعمال انسب ہے[۱]۔ پیلو کی مسواک سب سے افضل ہے۔ مگر دوسری لکڑیاں بھی جائز ہیں۔ شب کو اور قیلولہ کے وقت میں اگر ممکن ہو تو وضو ورنہ تیمم کر کے سوئیں۔ لیٹنے کے لئے یہ ہے کہ داہنی کروٹ پر قبلہ رو لیٹیں یہ حالت ابتدائی ہے۔ پھر جس طرح بھی انسان کروٹ بدل لے گا جائز ہوگا۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ م ۲۹ ص ۸۳)

دانتوں پر سونا یا چاندی وغیرہ کا خول اور وضو و غسل کا حکم:

(سوال ۳) دانتوں کے اندر سوراخ ہو جاتے ہیں اور اس میں غذا کے ذرات داخل ہو کر تکلیف اور درد کا موجب بن جاتے ہیں۔ اس سے بچنے کے لئے ڈاکٹروں نے ایک علاج تجویز کیا ہے۔ کہ سونا یا چاندی یا سیسہ یا سیمنٹ وغیرہ سے ان سوراخوں کو پر کر دیا جائے تا کہ غذاء کے ذرات داخل نہ ہوں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ سوراخوں کو بند کرنے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ غسل جنابت میں غرغرہ کے وقت پانی سوراخوں میں نہیں جاتا تو اس سے غسل جنابت میں خلل ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: حافظ عبدالسلام بخاری راندیری مقیم افغانستان۔

(الجواب) جبکہ بطور علاج دانت کے سوراخوں میں چاندی یا سونا یا سیسہ یا سیمنٹ وغیرہ ڈال کر انہیں بند اور پر کر دیا جاتا ہے تو وہ ڈالی ہوئی چیز بدن کا جز بن جاتی ہے۔ اور غسل اور وضو میں اس چیز کو پانی پہنچانا کافی ہو جاتا ہے اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے۔ حدیث اور فقہ میں سونے چاندی کے تاروں سے شکستہ دانتوں کو باندھنے اور چاندی سونے کی ناک بنوانے کی اجازت منقول ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے اندرونی حصہ میں پانی نہ پہنچے گا۔

---

(۱) ویستاک بکل عود الا الرمان والقصب وافضلہ الاراک ثم الزیتون. شامی ص ۱۱۵

''بستن دندان شکستہ بہ تار نقرہ جائز است نہ بہ تار زر'' ''ونزد صاحبین'' بہ تار زر ہم جائز است (مالابد منہ ص ۱۱۰)

ولا یشدسنہ المتحرک (بذھب بل بفضۃ) وجوز ھما محمد (درمختار ص ۳۱۷،۳۱۸ ج۵) (قولہ وجوزھما محمد) ای جوز الذھب والفضۃ ای جواز الشدبھما واما ابو یوسف رحمہ اللہ فقیل معہ وقیل مع الامام (شامی ص ۳۱۸ ج۵) (ویتخذ انفامنہ) لان الفضۃ تنتنہ (در مختار ص ۳۱۸ ج۵) (قولہ لان الفضۃ تنتنہ) الا ولی تنتن بلا ضمیر (الی قولہ) واصل ذلک ماروی الطحاوی باسنادہ الی عرفجۃ بن سعد اصیب انفہ یوم الکلاب فی الجاھلیۃ فاتخذ انفاً من ورق فائن علیہ فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یتخذا نفاً من ذھب ففعل ......ای وفی التاتر خانیۃ وعلیٰ ھذا الا ختلاف اذا جدع انفہ او اذنہ او سقط منہ فاراد ان یتخذ سناً آخر فعند الامام یتخذ ذلک من الفضۃ فقط وعند محمد من الذھب ایضاً اھ (شامی ص ۳۱۸ ج۵[1]. حظر والاباحۃ فصل فی اللبس) واللہ اعلم بالصواب.

کامل اور مکمل مسنون وضو کی ترکیب:

(سوال ۴) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ اعضاء وضو مثلاً کلی کرنے ناک میں پانی ڈالنے، چہرہ دھونے، ہاتھ دھونے، مسح کرنے کے وقت دعائیں پڑھی جاتی ہیں وہ ہمیں یاد نہیں ہم سیکھنا چاہتے ہیں تو اس کی کیا صورت؟ اگر آپ تکلیف اٹھا کر لکھ سکتے ہوں تو بڑی عنایت ہوگی، ہم آپ کے لئے دعا کریں گے۔

(الجواب) کتب احادیث وکتب فقہ (شامی ج ا ص ۱۱۸، فتاوی عالمگیری ج ا ص ۶) میں وضو کی دعائیں موجود ہیں، احادیث اور فقہ کی عبارتیں پیش کرنے کے بجائے آپ کی سہولت کے لئے اردو کی معتبر کتاب ''ضمیمۂ جدیدہ حصہ دوم عملیات مجربہ خاندان عزیزیہ'' سے نقل کیا جاتا ہے کسی کو دعائیں کرنے میں دشواری ہو تو یا دھونے تک صرف درود شریف ہی پڑھ لینا کافی ہے انشاء اللہ۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد غسل کل عضو (فتاویٰ عالمگیری الفصل الثالث فی المستحبات، ج ۱) اب ضمیمۂ جدیدہ کی عبارت ملاحظہ کریں۔

ترکیب وضوء مسنونہ

عامل (نمازی) کو چاہئے کہ جب وضو کرے کامل کرے، یعنی جب استنجاء وغیرہ سے فارغ ہو تو قبلہ رو بلند جگہ پر بیٹھے، اور مسواک کرے، پھر یہ دعا پڑھے اللّٰھم اجعل تسویکی ھذا تمحیصاً لذنوبی ومرضاۃ لک یارب بیض بہ وجھی کما تبیض بہ اسنانی فضائل مسواک میں ہے: مسواک کی دعاء۔ بنایہ میں درایہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہئے اللّٰھم طھر فمی ونور قلبی وطھر بدنی وحرم جسدی علی النار۔ اسی طرح علامہ نوویؒ نے شرح مہذب میں ایک دوسری دعا نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ

---

(۱) یہ حوالہ سونے سے خول بنانے کے جواز کے لئے ہے غسل کے صحت کے لئے یہ حوالہ دیا جائے۔ ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی درمختار علی ھامش شامی ابحاث الغسل ج ۱ ص ۱۵۴۔

دعاء اگرچہ بے اصل ہے لیکن اچھی دعاء ہے، اس لئے اس کو پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، وہ دعاء یہ ہے اللھم بیض اسناني وشدبه لساني وثبت به لهاتي وبارک لي فيه يا ارحم الراحمين ۔

(فضائل مسواک ص ۲۷، ص ۲۷ از مولانا اظہر حسین صاحب)

پھر نیت وضوء کر کے یہ دعا پڑھے بسم الله الرحمن الرحيم اللهم انی اعوذبک من همزات الشياطين واعوذبک رب ان يحضرون پھر دونوں ہاتھ کلائی تک تین مرتبہ دھوئے، اور انگلیوں میں خلال کرے اور پڑھے اللهم انی اسئلک اليمن والبركة واعوذبک من الشوم والهلكة پھر تین مرتبہ کلی کرے اور اس دعا کو پڑھے اللهم اعنی علی ذكرک وشكرک وتلاوة كتابک پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے ناک کے اندر کی آلائش کھجلا کر صاف کرے اور یہ دعاء پڑھے اللهم ارحني رائحة الجنة وانت راض عنی پھر تین مرتبہ دونوں ہاتھوں سے منہ، بالوں کے اگنے کی جگہ سے تھوڑی کے نیچے تک اور کنپٹیوں تک دھووے، اور یہ دعا پڑھے۔ اللهم بيض وجهی بنور وجهک يوم تبيض وجوه اوليائک ، يا اللهم بيض وجهی بنور وجهک يوم تبيض وجوه وتسود وجوه ۔ اگر ڈاڑھی گنجان ہو تو انگلیوں سے خلال کرے انگلیوں کو ٹھوڑی کے نیچے ڈاڑھی میں ڈال کر اوپر رخساروں کی طرف لے جاوے پھر داہنا ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھوئے اور یہ دعا پڑھے اللهم اعطنی كتابی بيمينی وحاسبنی حساباً يسيراً پھر بایاں ہاتھ تین بار دھوئے اور یہ دعاء پڑھے اللهم انی اعوذبک ان تعطينی كتابی بشمالی او من وراء ظهری اگر انگشتری (انگوٹھی) ہاتھ میں ہو تو اس کو ہلا کر پانی پہنچاوے پھر دونوں ہاتھوں کو تر کر کے تین تین انگلیاں دونوں ہاتھ کی خنصر او بنصر ووسطی، یعنی چھنگلیاں اور اس کے پاس کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملا کر اور دونوں انگوٹھے اور انگوٹھوں کے پاس کی انگلیاں الگ الگ کر کے پیشانی پر رکھ کر دماغ کے اوپر سے گدی تک لے جاوے پھر گدی سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں کانوں کے اوپر تک جو سر باقی رہے ملتا ہو ماتھے تک لے جاوے اس ترکیب سے سارے سر کا مسح کرے، پھر یہ دعا پڑھے۔ اللهم غشنی برحمتک وانزل علی من بركاتک واظلنی تحت عرشک يوم لا ظل الا ظلک پھر دونوں کانوں میں انگوٹھوں کے پاس کی انگلیاں اندر کی جانب سے کانوں کی کھائیوں میں سب طرف خوب پھیرے کہ کھائیاں کانوں کی تر ہو جائیں اور کانوں کی پشت پر انگوٹھوں کے شکم کا پانی ملے اس طرح کانوں کا مسح کرے پھر یہ دعا پڑھے اللهم اجعلنی من الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه پھر دونوں ہاتھوں کی پشت گردن پر ملے پھر یہ دعا پڑھے اللهم فک رقبتی من النار واعوذبک من السلاسل والا غلال پھر داہنا پاؤں ٹخنوں سمیت تین دفعہ دھوئے بائیں ہاتھ کی چھنگلیاں سے خلال دونوں پیروں کی انگلیوں میں کرے مگر داہنے پیر کی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلیاں پر ختم کرے، جب داہنا پاؤں دھوئے تو تب یہ دعا پڑھے اللهم ثبت قدمی علی الصراط يوم تزل الاقدام في النار اور جب بایاں پاؤں دھو چکے تو یہ دعا پڑھے اللهم انی اعوذبک ان تزل قدمی علی الصراط يوم تزل اقدام المنافقين (شامی، عالمگیری، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں دعا کے کلمات کچھ مختلف ہیں جو یاد ہو پڑھ سکتا ہے)

اور جب وضو سے فراغت پاوے تو کلمہ شہادت پڑھے اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له واشهد ان محمداً عبده ورسوله ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی بعد وضو کے کلمہ شہادت کا پڑھے گا اس کے

واسطے بہشت کے آٹھوں دروازے کھولے جائیں گے کہ جس دروازے سے چاہے بہشت میں داخل ہو کلمۂ شہادت کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین واجعلنی من عبادک الصالحین الذین لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

نسائی شریف میں حدیث بیان کی ہے کہ جو شخص وضو کے بعد یہ دعا پڑھے گا حبط نہ ہوں گے پھر سورۂ قدر یعنی انا انزلناہ پڑھے پھر دو رکعت نفل تحیۃ الوضو پڑھے (ضمیمۂ جدیدہ حصہ دوم عملیات مجربہ خاندان عزیزیہ ص ۴، ص ۵ ص ۶)

وضو کے بعد کلمۂ شہادت پڑھتے وقت آسمان کی طرف انگشت شہادت اٹھانا:

(سوال ۵) وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھتے وقت آسمان کی طرف انگشت شہادت اٹھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بعض فقہاء نے اس کو ذکر کیا ہے اور بعض نے صرف آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے کو بیان کیا ہے لہذا دونوں کی گنجائش ہے اسے ضروری نہ سمجھا جائے اور نہ کرنے والوں پر نکیر نہ کی جاوے، یہ محض آداب میں سے ہے، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قولہ والاتیان بالشھادتین بعدہ) ذکر الغزنوی انہ یشیر بسبابتہ حین النظر الی السماء یعنی آداب وضو میں سے ایک ادب یہ ہے کہ وضو کے بعد شہادتین پڑھنا، غزنویؒ نے بیان کیا ہے کہ آسمان کی طرف دیکھتے وقت اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۳ فصل فی آداب الوضوء)

شامی میں ہے وزاد فی المنیۃ ایضاً وان یقول بعد فراغہ سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک واشھد ان محمداً عبدک ورسولک ناظراً الی السمآء (شامی ص ۱۱۹ ج ۱، آداب الوضوء)

حصن حصین میں ہے:۔ واذا فرغ من الوضوء رفع نظرہ الی السمآء ولیقل اشھد ان لا الہ الا اللہ ..... الی قولہ ..... من توضأ فقال سبحانک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک کتب لہ فی رق ثم جعل فی طابع فلم یکسر الی یوم القیمۃ یعنی اور وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر تین مرتبہ کلمۂ شہادت پڑھے اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ۔اس کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین ، سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک لیکن یا یہ دعا پڑھی سبحانک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک جو شخص وضو کرتے وقت مذکورہ بالا دعا کرتا ہے اس کے لئے (مغفرت کا) ایک پرچہ لکھ کر اور پھر اس پر مہر لگا کر رکھ دیا جاتا ہے قیامت کے دن تک اس کی مہر نہ توڑی جائے گی (اور وہ مغفرت کا حکم برقرار رہے گا) (حصن حصین عربی ص ۶۸، ص ۶۹) (حصن حصین مترجم ص ۱۰۰ از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ) ہوسکے تو قبلہ رو ہو کر دعا پڑھے۔

بدائع میں ہے:۔ ثم یستقبل القبلۃ ویقول اشھد ..... الخ پھر قبلہ رخ ہو کر پڑھے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۳ اداب الوضوء) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پیشانی کے اوپر کے حصہ میں بال نہ ہوں تو وضو میں چہرہ کہاں تک دھونا چاہئے؟:

(سوال ۶) ایک شخص کے سر کے اگلے حصہ میں بالکل بال نہیں ہیں، تقریباً نصف سر کے بعد بال ہیں وضو میں اسے چہرہ کہاں تک دھونا چاہئے، عرف میں جسے پیشانی کہتے ہیں وہاں تک دھونا کافی ہے یا جہاں سے بال اگنا شروع ہوں وہاں تک دھونا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عام طور پر جہاں سے سر کے بال اگتے ہیں اور جسے عرف میں پیشانی کہتے ہیں اتنے حصہ کا دھونا فرض ہے اس سے اوپر تک دھونا ضروری نہیں ہے مراقی الفلاح میں ہے۔ (وحده) ای جملة الوجه (طولاً من مبدأ سطح الجبهة) سواء كان به شعرام لا. طحطاوی میں ہے (قوله سواء كان به شعرام لا) اشاربه الى ان الاغم والا صلع والا قرع والا نزع فرض غسل الوجه منهم ما ذكر. (مراقی الفلاح احكام الوضوء وطحطاوی ص ۳۲) (درمختار مع شامی ص ۸۹، ص ۹۰ ج ۱ اركان الوضوء اربعة)

عمدۃ الفقہ میں ہے "اگر کسی کے بال آدھے سر تک اگلی طرف سے نہ اگیں تو عرف میں جہاں تک پیشانی کہلاتی ہو اس سے اوپر تک دھونا فرض نہیں بلکہ پیشانی کے بالوں کے اگنے کی معروف جگہ تک دھونا فرض ہے اسی قول پر فتویٰ ہے۔ الخ (عمدۃ الفقہ ص ۹۳ حصہ اول) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جو خضاب بالوں تک پانی پہنچنے کے لئے رکاوٹ بنتا ہو تو وہ مانع وضو وغسل ہوگا:

(سوال ۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں، خضاب جو عام طور پر بازار میں ملتا ہے کہا جاتا ہے کہ اس میں تیزاب اور کیمیکل رنگ میں ملا کر بنایا جاتا ہے، خضاب لگانے سے بالوں پر رنگ کی ایک باریک سی تہہ چڑھ جاتی ہے تو ایسی حالت میں وضو اور غسل ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فتاویٰ رحیمیہ جلد ہفتم ص ۱۴۶ میں اس کے متعلق ایک فتویٰ ہے اس کے آخر میں تحریر ہے "اگر کسی نے باوجود ناجائز ہونے کے خالص سیاہ خضاب لگایا ہو اور وہ پانی کی طرح پتلا ہو اور خشک ہونے کے بعد بالوں تک پانی پہنچنے کے لئے رکاوٹ نہ بنتا ہو تو اس صورت میں وضو وغسل ہو جائے گا (مگر خضاب لگا رکھا ہے اس کا مستقل گناہ ہوگا) اور اگر وہ گاڑھا ہو بالوں تک پانی پہنچنے کے لئے رکاوٹ بنتا ہو تو پھر وضو غسل صحیح نہ ہوگا (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۴۶ ج ۷) (جدید ترتیب میں احکام غسل میں صحیح، بالوں میں فیشنی رنگ لگایا ہو تو غسل ہوگا یا نہیں کے عنوان سے دیکھ لیا جائے۔ از مرتب)

صورت مسئولہ میں اگر آپ کو تجربہ ہو کہ خضاب واقعی طور پر بالوں تک پانی کے پہنچنے کے لئے رکاوٹ بنتا ہے تو مذکورہ جواب کے پیش نظر وضو وغسل صحیح نہ ہوگا فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وضو سے پہلے پیر تر کرنا:

(سوال ۸) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ علم و عمل کے ص ۳۴۰ (مطبوعہ ملتان پاکستان) میری نظر سے گذرا اس میں لکھا ہے کہ وضو سے قبل پیر تر کر لیا جائے اور آخر میں دھویا جائے۔ فقہاء نے مندوب کہا ہے۔ اس پر عمل

کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اچھا ہے عمل کر سکتے ہیں۔ مقصود پیروں کے دھونے میں مبالغہ ہے اور پیروں کو پہلے سے تر کر لینا اس کے لئے معین ہے مگر اس کو سنت طریقہ نہ سمجھا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ۔

خروج مذی ناقض وضو ہے:

(سوال ۹) میں شادی شدہ ہوں ملاعبت کے وقت جو مذی نکلتی ہے وہ معلوم نہیں ہوتی ہاں البتہ استنجاء کے وقت معلوم ہوتا ہے اور ہمبستری کا ارادہ نہ ہو تب بھی کئی بار نکلتی ہے تو آیا وہ مذی پاک ہے یا ناپاک؟ اس سے غسل ضروری ہوتا ہے یا نہیں؟ وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ جسم کے کسی حصہ میں لگ جائے تو پاک کرنا چاہئے یا نہیں؟ مذی لگے ہوئے جسم یا کپڑے میں نماز جائز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مذی ناپاک ہے کپڑے اور بدن پر لگنے سے کپڑا اور بدن ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس کی مقدار کم ہو تو دھونا واجب نہیں بہتر ہے مقدار زیادہ ہو تو دھونا ضروری ہو جاتا ہے غسل فرض نہیں ہوتا۔ البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔[1]

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پیشاب کی راہ سے جو سفید پانی نکلتا ہے وہ ناپاک اور ناقض وضو ہے؟:

(سوال ۱۰) ایک شخص کے پیشاب کی راہ سے سفید پانی نکلتا ہے اور پاجامہ کو لگ جاتا ہے تو وہ ناپاک ہو جائے گا؟ اور اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پیشاب کی راہ سے جو سفید پانی نکلتا ہے وہ ناپاک ہے اور نجاست غلیظہ اور ناقض وضو ہے، بدن اور کپڑے پر لگ جائے تو بدن اور کپڑا ناپاک ہو جائے گا لیکن ایک درہم کی مقدار (یعنی ہاتھ کی ہتھیلی کے برابر) معاف ہے۔ اگر دھونے کا وقت نہ مل سکا اور اس کو پہن کر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔ بعد میں دھو لینا چاہئے۔ درمختار میں ہے (وعفی) الشارع (عن قدر درهم) وان كره تحريماً فيجب غسله وما دونه تنزيهاً فيسن وفوقه مبطل فيفرض...... (وهو مثقال في نجس كثف) له جرم (عرض مقعر الكف) وهو داخل مفاصل اصابع اليد (في رقيق مغلظة الخ) (درمختار مع الشامي باب الانجاس ج ۱ ص ۲۹۳) (هدايه ج ۱ ص ۵۸ باب الانجاس مالا بد منه ص ۱۹) فقط والله اعلم بالصواب.

انجکشن اور جونک کے ذریعہ خون نکالنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۱) انجکشن کے ذریعہ خون نکالتے ہیں اس سے وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر نکلا ہوا خون بہہ پڑنے کی مقدار ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا کبیری میں ہے۔ اذا فصد و خرج منه دم كثير ولم يتلطخ رأس الجرح فانه ينقض (فصل في نواقض الوضوء ص ۱۲۹) یعنی فصد لگایا اور بہت

[1] كل ما يخرج من بدن الانسان مما يوجب خروجه الوضوء أو الغسل فهو مغلظ كالغائط والبول والمنى والمذى والودى الخ فتاوى عالمگيرى الفصل الثانى فى الاعيان النجسة ج ۱ ص ۴۶.

سارا خون زخم سے نکلا اور زخم کے ظاہری حصے پر ذرہ برابر بھی خون نہیں لگا اس سے وضوٹوٹ جائے گا۔ پہلے زمانہ میں آلۂ فصد سینگی تھی آج کی جدید دور میں انجکشن اسی آلۂ فصد کی بدلی ہوئی صورت ہے جونک کے ذریعہ خون نکالا جاتا ہے۔اس کا بھی یہی حکم ہے۔(وکذا ینقضہ)علقة مصت عضواً و امتلأت من الدم ....الخ (درمختار مطلب نواقض الوضوء ج اص ۱۲۹)اور کبیری میں ہے۔ امام العلق اذا مصت العضو حتی امتلأت قلیلا بحیث لو سقطت وشقت لسال منھا الدم انتقض الوضوء وان مصت قلیلا بحیث لو شقت لم یسل لا ینتفض(ص ۱۳۴).فقط و اللہ اعلم بالصواب.

بیمار کے ستر کا حصہ دیکھنا یا ہاتھ لگانا ناقض وضو ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۲)مسلمان ڈاکٹر اگر بیمار کے بدن کے ستر کا حصہ دیکھے اور اس کو ہاتھ لگادے اور وہ پہلے سے باوضو ہو تو اسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب)صورت مسئولہ میں ستر والا حصہ دیکھنے اور اسے ہاتھ لگانے سے پیشاب کی راہ سے اگر منی ،مذی ،ودی وغیرہ کوئی ناپاک چیز خارج ہو تو وضوٹوٹ جائے گا۔محض شرم گاہ وغیرہ دیکھنے اور ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ،ہاں دوبارہ وضو کر لینا بہتر ہے۔(لاینقضہ (مس ذکر) لکن یغسل یدہ' ندباً وامرو لکن یندب للخروج من الخلاف لا سیما للامام (درمختار مع الشآمی (وامرأة مطلب نواقض الوضوء) ج ا ص ۱۳۶) فقط .واللہ اعلم بالصواب.

زخم کو پٹی باندھ دی جائے اور اندر اندر خون نکل کر پٹی میں پیوست ہوتا رہے تو وضوٹوٹے گا یا نہیں؟:

(سوال ۱۳)ایک پھوڑا نکل آیا ہے اور اس سے خون پیپ نکلتا ہے اس وجہ سے اس پر روئی رکھ کر پٹی باندھ دی ہے۔ اندر اندر خون نکلتا رہتا ہے پٹی کی وجہ سے باہر نہیں نکلتا تو اس سے وضوٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ جواب تحریر فرمائیں ،بینوا توجروا۔

(الجواب)اگر اتنا خون نکلے کہ اسے روکا نہ جاتا تو زخم کے مقام سے آگے بڑھ جاتا تو وضوٹوٹ جائے گا۔کبیری میں ہے۔ وان مسح الدم عن رأس الجرح بقطنة اوغیر ھاثم خرج ایضاً فمسح ثم وثم او القی التراب او وضع القطن ونحوہ' علیہ فخرج وسوی فیہ ینظر فیہ ان کان بحال او ترکہ ولم یمسحہ ولم یضع علیہ شیئاً لسال نقض والا فلا (ص ۱۳۰ فصل فی نواقض الوضوء)

(قولہ ولو شدالخ) قال فی البدائع ولو القیٰ علی الجرح الرماد او التراب فتشرب فیہ او ربط علیہ رباً طافا بتل الرباط ونفذ قالوا یکون حدثا لانہ'سائل وکذا قالوا لو کان الرباط ذاطاقین فنفذ الی احدھما لما قلنا اہ.(شامی ج ا ص ۱۲۹ مطلب نواقض الوضوئتحت قولہ ولو شدالخ)فقط (واللہ اعلم بالصواب)

آنکھوں سے پانی نکل آنا ناقض وضو ہے یا نہیں:

(سوال ۱۴) تیز روشنی سے، دھوپ کی تپش سے پیاز کاٹنے سے، نماز میں کھانسی کے روکنے سے آنکھوں میں پانی آجائے تو ان میں سے کن کن صورتوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ان صورتوں میں آنکھوں میں پانی نکل آنا ناقض وضو نہیں ہے۔ آنکھ دکھنے آئی ہو اور اس وقت چکنا پانی یا پیپ نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ بلا درد اور بغیر تکلیف کے پانی نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا ولا ینقض لو خرج من اذنہ) ونحو ھا کعغینہ وثدیہ (قیح) ونحوہ' کصدید وماء سترۃ وعین (لا بوجع وان خرج بہ) ای بوجع (نقض) لانہ دلیل الجرح فدمع من بعینہ رمدا وعمش ناقض الخ (درمختار مع الشامی مطلب نواقض الوضوء مطلب فی تذب مراعاۃ الخلاف اذالم یر تکب مکروہ مذھبہ' ج ۱ ص ۱۳۷) فقط واللہ اعلم بالصواب. ۱۰ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ.

کان یا آنکھ میں سے پانی وغیرہ نکلے تو وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں:

(سوال ۱۵) اگر کان یا آنکھ میں درد و تکلیف ہو اور اس وقت کان یا آنکھ سے مواد یا پانی نکلے اور نکل کر باہر آجائے تو یہ ناقض وضو ہے یا نہیں؟ ایسی حالت میں نماز پڑھ لی ہو تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر کان یا آنکھ میں کچھ درد و تکلیف ہو اور اس وقت کان یا آنکھ سے مواد یا پانی خارج ہو اور ایسی جگہ تک آجائے کہ جس کا وضو یا غسل میں دھونا ضروری ہے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، اور وضو کئے بغیر نماز پڑھنا صحیح نہ ہوگا پڑھی ہو تو اعادہ ضروری ہے، اور اگر کچھ درد و تکلیف نہ ہو اور ایسے ہی پانی نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، درمختار میں ہے (لا ینقض لو خرج من اذنہ) ونحوھا کعینہ وثدیہ (قیح) ونحوہ کصدیدوماء سرۃ وعین (لا بوجع وان خرج بہ) ای بوجع (نقض) لانہ دلیل الجرح (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۱۳۷ حوالہ بالا) فقط واللہ اعلم بالصواب.

وضو ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا ایک نادر مسئلہ:

(سوال ۱۶) ایک عورت جب نماز شروع کرتی ہے تو عموماً آگے کی راہ سے ہوا خارج ہو جاتی ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟، کیا وضو ٹوٹ جائے گا نماز کس طرح پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں صحیح قول کے مطابق اس سے وضو نہیں ٹوٹتا لہٰذا وہ اسی حالت میں نماز پڑھ سکتی ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے والریح الخارجۃ من الذکر وفرج المرأۃ لا تنقض الوضوء علی الصحیح الا ان تکون المرأۃ مفضاۃ فانہ یستحب لھا الوضوء کذا فی الجوھرۃ النیرۃ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹ نواقض الوضوء)

درمختار میں ہے۔ ولا خروج (ریح من قبل) غیر مفضاۃ اما ھی فیندب لھاالوضوء وقیل یجب وقیل لو منتنۃ (قولہ اماھی) ای المفضاۃ وھی التی اختلط سبیلاھا ای مسلک البول

والغائط فیندب لها الوضوء من الریح وعن محمد یجب احتیاطاً وبه اخذ ابو حفص ورجحه فی الفتح بان الغالب فی الریح کونها من الدبر الخ(درمختار ورد المحتار ص ۱۲۶ ج ۱، نواقض الوضوء)

بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ پاخانہ پیشاب اور ہوا جو پیچھے سے نکلے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے البتہ اگر آگے کی راہ سے ہوا نکلے جیسا کہ کبھی بیماری سے ایسا ہو جاتا ہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا (بہشتی زیور ص ۷۴ حصہ اول)(۱)

مرض آشوب چشم (آنکھ دکھنا) میں آنکھوں سے نکلنے والے پانی کا حکم:

(سوال ۱۷) آج کل آنکھوں کی بیماری جس میں دو تین دن تک مسلسل پانی رستا رہتا ہے، سوال یہ ہے کہ یہ رسنے والا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ میں نے صبح صادق کے بعد وضو کیا، صبح کی نماز ادا کی آنکھیں ٹھیک تھیں، فجر کے بعد تلاوت ذکر میں مشغول تھا کہ آنکھ دکھنے لگی، پانی بہنے لگا، سورج نکلنے کے بعد کیا اس وضو سے جو فجر کے لئے کیا تھا اشراق پڑھ سکتا ہوں؟ اس کے علاوہ وضو توڑنے والی کوئی چیز پیش نہیں آئی۔ اگر دوبارہ سورج نکلنے کے بعد وضو کر لیا اور وضو توڑنے والی کوئی چیز پیش نہیں آئی تو یہ وضو کب تک باقی رہے گا؟ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ جواب مرحمت فرمائیں۔

(الجواب) مرض آشوب چشم (آنکھ دکھنا) لاحق ہونے کی حالت میں آنکھوں سے جو چکنا پانی یا پیپ نکلتا ہے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جو چیز ناقض وضو ہوتی ہے وہ ناپاک ہوتی ہے، آنکھوں میں تکلیف اور درد نہ ہو اس وقت آنکھ سے پانی نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا (لا ینقض لو خرج من اذنه) ونحوه کعینه وثدیه (قیح) ونحوه کصدید وماء سرة وعین(لا بوجع وان خرج به)ای بوجع (نقض) لانه دلیل الجرح فدمع من به رمداو عمش ناقض اه (درمختار مع ردالمحتار ج ۱ ص ۱۳۷ مطلب نواقض الوضوء)

اگر یہ پانی مسلسل ایک نماز کے وقت تک اس طرح نکلتا رہے کہ وضو کر کے فریضۂ وقت ادا کرنے کا موقع نہ ملے تو ایسا شخص شرعاً معذور ہوگا اور اگر نماز کا پورا وقت نہیں گھیرتا اتنا وقت مل جاتا ہے کہ وضو کر کے طہارت کی حالت میں نماز ادا کر سکے تو وہ شرعاً معذور نہ ہوگا اسے چاہئے کہ پانی رکنے کا انتظار کرے موقع ملنے پر وضو کر کے نماز ادا کرے۔

اگر شرعاً معذور ہو گیا تو وہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے نماز کا وقت خارج ہونے [illegible] کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ وتتوضأ المستحاضة ومن به عذر کسلس بول واستطلاق بطن لوقت کل فرض ویصلون به ماشاؤا من الفرائض والنوافل. (نور الایضاح مع مراقی الفلاح ص ۲۱ باب الحیض والنفاس والاستحاضة.)

معذور شرعی ہونے کے بعد ہر نماز کے وقت یہ عذر پیش آتا رہے تو وہ معذور رہے گا ہاں اگر مکمل ایک نماز کا وقت اس طرح گذر جائے کہ ایک دفعہ بھی یہ عذر (پانی نکلنا) پیش نہ آئے تو وہ معذور شرعی نہ رہے گا، وشرط دوام

(۱) البتہ اگر دونوں راستے ایک ہو چکے ہو تو احتیاطاً وضو کر لینا ہوگا بشرطیکہ بدبو اور آواز نہ آئی ہو ورنہ وضو ٹوٹ جائے گا۔ قوله وقیل لو منتنة ای لأن نتنها دلیل انها من الدبر وعبارة الشیخ اسماعیل وقیل ان کان مسموعا أو ظهر نتنه فهو حدث والا فلا شامی مطلب نواقض الوضوء ج ۱ ص ۱۳۲ فقط واللہ اعلم بالصواب.

العذر وجوده فی کل وقت بعد ذالک ولو مرة وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن کونه معذوراً خلو وقت کامل عنه(نور الایضاح ص ۵۴) (حوالہ باب الحیض والنفاس والاستحاضہ)

(۲) فجر کے لئے وضو کیا تھا اس وضو سے اشراق پڑھنا درست نہیں کہ فجر کا وقت سورج طلوع ہونے سے خارج ہوگیا۔(۱)

(۳) معذور شرعی نے سورج نکلنے کے بعد وضو کیا اور اس کے بعد وضو توڑنے والی کوئی چیز پیش نہیں آئی تو یہ وضو ظہر کا وقت خارج ہونے تک باقی رہے گا اس وضو سے ظہر ادا کرسکتا ہے۔(۲)

بعد استنجاء چند قدم چلنے سے قطرہ کا آنا:

(سوال ۱۸) بعد فراغت استنجاء آٹھ دس قدم چلنے پر پیشاب کے قطرے نکل کر پانجامے کو لگ جاویں تو ایسی حالت میں نماز پڑھنا تراویح پڑھانا جائز ہے؟

(الجواب) بفضل اللہ تعالیٰ جب قطرے گرنے کا مرض دائمی نہیں، عارضی طور پر ہے تو (اس کے ازالہ کی تدبیر یہ ہے کہ) بعد قضائے حالت مٹی یا کچی اینٹ کے ڈھیلے کے ساتھ ٹہلے یعنی چند قدم چلے اور داہنا پاؤں بائیں پاؤں پر چڑھا کر دبائے اس تدبیر سے جو قطرے اندر ہوں گے وہ نکل جاویں گے، جب اطمینان ہوجاوے تب پانی سے استنجاء کرے اور وضو کر کے نماز پڑھے اور پڑھا بھی سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اگر مذکورہ تدبیر اختیار کرنے سے قطرہ آنے کی شکایت دور نہ ہو بلکہ قطرے آتے ہی رہیں اور نماز کا وقت ختم ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسی حالت میں بھی بدن پاک کرے اور وضو کر کے پاک کپڑے پہنے پھر نماز پڑھے، نماز قضا نہ ہونے دے، لیکن امامت کی اجازت نہیں (ہاں اپنے جیسے معذورین یعنی جن کو سلس البول کا مرض ہو ان کی امامت کرسکتا ہے۔)

(ولا یصلی الطاهر خلف من هو فی معنی المستحاضة) کمن به سلس البول (الی قوله) ویجوز اقتداء معذور بمثله اذا اتحد عذرهما لاان اختلف(فتح القدیر کتاب الصلاة باب الا مامة ج۱ ص ۲۵۹ و ص ۲۶۰

ایسی حالت ہمیشہ رہتی ہو تو تفصیل معلوم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے احکام الگ ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

ریح خارج نہیں ہوئی لیکن ایسی آواز کا وہم ہوتا ہے:

(سوال ۱۹) ریح یعنی ہوا کے پیچھے سے خارج ہونے سے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، مگر ایک شخص ایسا ہے کہ اس کی ریح تو خارج نہیں ہوئی البتہ اوپر سے ہلکی ہلکی آواز کا وہم ہوتا ہے، اس طرح کے وہم سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

---

(۱) وقت الفجر من الصبح الصادق وهو البياض المنتشر فی الافق الی طلوع الشمس الخ فتاویٰ عالمگیری کتاب الصلاة الباب الاول فی المواقیت ج۱ ص ۵۱۔

(۲) حتیٰ لو توضأ المعذور لصلاة العید له' ان یصلی الظهر به عندابی حنیفة ومحمد وهو الصحیح لانها بمنزلة صلاة الضحی، فتاویٰ عالمگیری، ومما یتصل بذلک احکام المعذور ج۱ ص ۴۱۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: جب ہوا نکلنے کا یقین نہیں ہے تو صرف وہم ہوتے رہنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔[1] اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ ہاں بادی کا علاج کرے اور ریاح پیدا کرنے والی چیزوں سے پرہیز کرے۔ فقط واللہ اعلم ۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ فقط

مشت زنی کرنے سے منی نکل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے:

(سوال ۲۰) میرا ایک دوست ہے جسے مشت زنی (ہاتھ سے منی خارج کرنا) کی عادت ہے اس عمل کے بعد وہ غسل نہیں کرتا۔ یہ کام کرنے کے بعد وہ پیشاب کرتا ہے اس وقت منی خارج نہیں ہوتی اس بناء پر وہ کہتا ہے کہ غسل واجب نہ ہوگا۔ آپ وضاحت فرمائیں کہ اس عمل سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مشت زنی حصول شہوت کے لئے حرام ہے اور موجب لعنت ہے طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله لا لجلبها ای الشهوة) ای فیحرم لما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم ناکح الید ملعون وقال ابن جریج سالت عنه عن عطاء فقال مکروه سمعت قوماً یحشرون وأیدیهم حبالیٰ فاظنهم هولآء وقال سعید بن جبیر عذب الله امة کانوا یعبثون بمذاکیرهم وورد سبعة لا ینظر الیهم منهم الناکح یده (طحطاوی ص ۵۲ فصل ما یوجب الا غتسال)

اس عمل پر شہوت سے منی کا خروج ہوتا ہے اس لئے غسل واجب ہوگا۔ چاہے پیشاب کرنے کے بعد منی نہ نکلے۔ مراقی الفلاح میں ہے یفترض الغسل بواحد من سبعة اشیاء اولها (خروج المنی الی ظاهر الجسد اذا انفصل عن مقره بشهوة من غیر جماع) کا حتلام ولو باول مرة لبلوغ فی الا صح وفکر ونظر وعبث بذکره (مراقی الفلاح مع حاشیة طحطاوی ص ۵۲ باب الا غتسال) فقط (والله اعلم بالصواب.)

عورت کی شرم گاہ میں ہاتھ یا انگلی داخل کرنے سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟:

(سوال ۲۱) عورت کی فرج داخل (شرم گاہ) میں ڈاکٹرنی یا دایہ بغرض علاج یا تحقیق حمل کے واسطے ہاتھ یا انگلی داخل کرے یا عورت دوا لگانے کے لئے خود اپنی انگلی داخل کرے تو عورت پر غسل لازم ہوگا یا نہیں؟ اگر شوہر یہ عمل کرے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر یہ عمل علاجاً ہو چاہے ڈاکٹرنی کرے یا عورت خود کرے اور عورت کے اندر شہوت پیدا نہیں ہوئی تو محض ہاتھ یا انگلی داخل کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا، لیکن اگر عورت غلبۂ شہوت سے بقصد استمتاع (یعنی لذت اندوز ہونے کے ارادے سے) اپنی انگلی داخل کرے یا میاں بیوی بقصد استمتاع یہ عمل کریں (اور شوہر انگلی داخل کرے) تو بعض فقہاء کے قول کے مطابق غسل واجب ہو جاتا ہے اور اس کو مختار بھی کہا گیا ہے لہذا اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ

---

(۱) عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا وجد احدکم فی بطنه شیئاً فاشکل علیه أخرج منه شئی ام لا فلا یخرجن من المسجد حتی یسمع صوتاً او یجد ریحاً رواه مسلم مشکوٰة باب ما یوجب الوضوء ص ۴۰ حاشیه پر هے قوله او یجد ریحاً ای یجد رائحة ریح خرجت منه وهذا مجاز عن تیقن الحدث ص ۴۰

عورت غسل کرے اسی میں احتیاط ہے (اور اگر عورت کو منی نکل آئی تو پھر یقیناً غسل واجب ہو جائے گا)، درمختار میں ہے:۔لا (یجب الغسل)عند (ادخال اصبع ونحوہ) کذکر غیر آدمی وذکر خنثیٰ ومیت وصبی لا یشتھی ومایصنع من نحو خشب (فی الدبرا والقبل) علی المختار (درمختار) شامی میں ہے ۔ (قولہ علی المختار) قال فی التجنیس رجل اد خل اصبعہ فی دبرہ وھو صائم اختلف فی وجوب الغسل والقضاء والمختار انہ لا یجب الغسل ولا القضاء لا ن الا صبع لیس آلۃ للجماع فصار بمنزلۃ الخشبۃ ذکرہ فی الصوم وقید بالدبر لان المختار وجوب الغسل فی القبل اذا قصدت الا ستمتا ع لان الشھوۃ فیھن غالۃ فیقام السبب مقام المسبب دون الدبر لعدمھا ، نوح افندی، اقول اخر عبارۃ التجنیس عند قولہ بمنزلۃ الخشبۃ وقدرا جعتھا منہ فرأ یتھا کذلک فقولہ وقید الخ من کلام نوح افندی وقولہ لان المختار وجوب الغسل الخ بحث منہ سبقہ الیہ شارح المنیۃ حیث قال والاولیٰ ان یجب فی القبل الخ وقد نبہ فی الا مداد ایضاً علی انہ بحث من شارح المنیۃ فافھم (درمختار وشامی ص ۱۵۳ ،ص ۱۵۴ ج ۱ ، ابحاث الغسل)

طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے(قولہ ولا عند اد خال اصبع...... علی المختار) یخالفہ من جھۃ الترجیح فی القبل ماذکرہ نوح افندی ونصہ قال فی التجنیس رجل ادخل اصبعہ فی دبرہ وھو صائم اختلفوا فی وجوب الغسل والقضاء والمختار انہ لا یجب الغسل ولا القضاء لان آلا صبع لیس آلۃ الجماع فصار بمنزلۃ الخشبۃ وقید بالدبر لان المختار وجوب الغسل فی القبل اذا قصدت الا ستمتا ع لان الشھوۃ فیھن غالبۃ فیقام السبب مقام المسبب دون الدبر لعدمھا فقد اختلف الترجیح فی القبل ابو السعود (طحطاوی علی الدر المختار ج ا ص ۱۳۹ ابحاث غسل)

غایۃ الاوطار میں ہے:۔ ولا عند ادخال اصبع ونحوہ.... فی الدبر او القبل علی المختار ،اور فرض نہیں نہانا وقت داخل کرنے انگلی اور اس کے مانند.....الیٰ قولہ بنا بر قول مختار کے دبر میں تو ترجیح متفق ہے مگر قبل میں ترجیح مختلف ہے اس واسطے کہ شیخ الاسلام ابو سعود نے نوح آفندی کے کلام سے نقل کیا ہے کہ ادخال قبل میں وجوب غسل کا مختار ہے جب کہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی غسل واجب ہے اس واسطے کہ عورتوں میں شہوت غالب ہوتی ہے تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا، کذا فی الطحطاوی ملخصاً .(غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار. ج ا ص ۸۳ ابحاث غسل)

مراقی الفلاح میں ہے ومنھا ادخال اصبع ونحو ہ کشبہ ذکر مصنوع من نحو جلد (فی احد السبیلین) علی المختار لقصور الشھوۃ. طحطاوی میں ہے (قولہ علی المختار) ای فی الدبرو مقابلہ ضعیف، واما فی القبل فذکر فی شرح التنویر ان المختار عدمہ ایضاً وحکی العلامۃ نوح ان المختار فیہ الو جوب اذا قصدت الا ستمتا ع لان الشھوۃ فیھن غالبۃ فیقام السبب مقام المسبب فاختلف الترجیح بالنسبۃ لا دخال الا صبع فی قبل المرأۃ افادہ السید رحمہ اللہ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۵۵ فصل عشرۃاشیاء لا یغتسل منھا)

عمدۃ الفقہ میں ہے ۔ اگرکوئی عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی بے شہوت مرد یا جانور کے کسی خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ یا خنثیٰ یا میت کے ذکر کو یا اپنی انگلی داخل کرے تب بھی اس پر غسل فرض ہو جائے گا خواہ انزال ہو یا نہ ہو مگر یہ شارح منیہ کی رائے ہے اور اصل مذہب میں بغیر انزال غسل واجب نہیں غسل کا حکم احتیاطا ہے اصل مذہب عدم وجوب غسل کا ہے (عمدۃ الفقہ ص ۱۱۲ جلد اول) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

عورت کے تصور سے منی کا خروج، منی مذی اور ودی کی تعریف اور مرض جریان (سیلان منی) کا حکم :

(سوال ۲۲) ایک شخص کو بیٹھے بیٹھے کسی لڑکی کا خیال آیا، یا اس نے کسی لڑکی کو دیکھا یا عورت کی تصویر دیکھی یا ناول پڑھتے ہوئے گندے خیالات اور شہوت پیدا ہوئی اور اس کے بعد خیالات میں گم ہو گیا، اس وقت شرم گاہ سے رطوبت خارج ہوئی تو اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ خارج ہونے والی چیز کیا کہی جائے گی منی یا مذی؟ اگر منی اور مذی کا فرق اور علامت بھی بیان کردیں تو بہتر ہوگا۔

(۲) اور اگر منی بلا کسی گندے خیال و تصور کے نکلے جیسے کہ بھی جریان (دھات) کا مرض ہو تو پیشاب کے بعد نکل جاتی ہے تو اس صورت میں غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر اس تصور اور خیال سے شہوت پیدا ہوئی اور عضو میں ایستادگی ہوئی اس کے بعد اگر منی کا خروج ہو تو غسل واجب ہوگا، اور اگر مذی کا خروج ہوا تو غسل واجب نہ ہوگا وضو کر لینا کافی ہے ۔ (بدن یا کپڑے پر مذی لگی ہو تو اس کا دھونا اور پاک کر لینا ضروری ہے) خارج ہونے والی چیز منی ہے یا مذی یا ودی اس کے پہچان کے لئے تینوں چیزوں کی تعریف اور فرق معلوم ہو تو اس کا تعین کیا جا سکتا ہے اور پھر حکم کی تعیین بھی آسان ہوگی، فقہاء نے ہر ایک کی تعریف اس طرح کی ہے (اولها خروج المنى) وهو ماء ابيض ثخين ينكسر الذكر بخروجه يشبه رائحة الطلع ومن المرأة رقيق ا صفر ...... (الىٰ ظاهر الجسد) لانه مالم يظهر لاحكم له (اذا انفصل عن مقره) وهو الصلب (بشهوة) وكان خروجه (من غير جماع) كا حتلام ولو باول مرة لبلوغ في الا صح وفكرو نظرو وعبث بذكره . الى قوله. فاذا لم توجد بشهوة لا غسل كما اذا حمل ثقيلاً اوضرب على صلبه فنزل منيه' بلا شهوة (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۵۵ فصل ما يوجب الا غتسال)

مذی:

مذى بفتح الميم وسكو ن الذال و كسرها وهو ماء ابيض يخرج عند شهوة لا بشهوقو لا دفق ولا يعقبه فتور وربما لا يحس بخروجه وهو اغلب فى النساء من الرجال.

ودی:

وهو ماء ابيض كدر ثخين لا رائحة له يعقب البول وقد يسبقه، اجمع العلماء على انه لا يجب .. سل بخروج المذى و الودى.(مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۵۵حواله مذكوره)

سید الملت حضرت مولانا سید محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ شرح نور الایضاح میں تحریر فرماتے ہیں "مذی اس پتلی رطوبت کو کہا جاتا ہے جو شہوت کے وقت خارج ہوتی ہے اس کی رنگت سپید ہوتی ہے، اس میں اور منی میں فرق یہ ہے کہ۔ (الف) مذی کے خروج کے وقت کوئی شہوت یا لذت حاصل نہیں ہوتی، منی میں حاصل ہوتی ہے (ب) منی کا خروج قوت اور جست کے ساتھ ہوتا ہے، اس کے بعد انتشار ختم ہو جاتا ہے، مذی میں یہ سب باتیں نہیں ہوتیں علاوہ ازیں منی کی رنگت زیادہ صاف ہوتی ہے اور کچے چھوارے کی سی بو اس میں ہوتی ہے، ودی بھورے رنگ کی ہوتی ہے جو پیشاب کے بعد اور کبھی اس سے پیشتر خارج ہوتی ہے اور پیشاب سے گاڑھی ہوتی ہے (ایضاح الاصباح شرح نور الایضاح ص ۲۷ فصل مایوجب الاغتسال)

عمدۃ الفقہ میں ہے:

منی اور مذی اور ودی میں یہ فرق ہے کہ مرد کی منی غلیظ، اور سفید رنگ کی ہوتی ہے اور عورتوں کی منی پتلی اور زرد رنگ کی گولائی والی ہوتی ہے مردوں کی لسائی میں پھیلتی ہے، منی بہت لذت سے شہوت کے ساتھ کود کر نکلتی ہے اور خرمائے شگوفہ جیسی بو اور اس میں چپکاہٹ ہوتی ہے، اور اس کے نکلنے سے عضو سست ہو جاتا ہے یعنی شہوت و جوش جاتا رہتا ہے، مذی پتلی سفیدی مائل ہوتی ہے، شہوت کے ساتھ بوس و کنار کرنے سے بغیر کود کر اور بغیر لذت اور شہوت کے نکلتی ہے اس کے نکلنے پر شہوت قائم رہتی اور جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے، یہی چیز جب عورتوں میں ہوتی ہے تو اسکو قذی کہتے ہیں، ودی گاڑھا پیشاب ہوتا ہے خواہ پیشاب کے بعد بلا شہوت نکلے یا بعد جماع یا بعد غسل بلا شہوت نکلے (عمدہ الفقہ ص ۱۱۱ حصہ اول موجبات غسل)

صورت مسئولہ میں مذکورہ وجوہات میں سے کسی وجہ سے گندے خیالات اور شہوت و عضو میں استادگی پیدا ہوئی اور اس کے بعد رطوبت خارج ہوئی، مندرجہ بالا منی، مذی کی تعریف اور علامات کے پیش نظر اگر یہ فیصلہ کرے کہ خارج ہونے والی چیز منی ہے تو غسل واجب ہوگا (جیسا کہ مراقی الفلاح کی عبارت سے واضح ہوتا ہے)

بہشتی گوہر میں ہے:

مسئلہ حدث اکبر سے پاک ہونے کے لئے غسل فرض ہے اور حدث اکبر پیدا ہونے کے چار سبب ہیں، پہلا سبب خروج منی یعنی منی کا اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہو کر جسم سے باہر نکلنا خواہ سوتے میں یا جاگتے میں، بے ہوشی میں یا ہوش میں جماع سے یا بغیر جماع کے کسی خیال و تصور سے یا خاص حصہ کو حرکت دینے سے یا کسی اور طرح سے (بہشتی گوہر ص ۷ ا غسل کا بیان)

(۲) اگر اس وقت بالکل شہوت نہ ہو نہ گندے خیالات ہوں نہ عضو میں استادگی ہو اور پیشاب کے بعد مرض جریان (دھات) کی وجہ سے منی نکل جائے تو غسل واجب نہ ہوگا، اور اگر شہوت ہو اور ذکر منتشر ہو (استادگی ہو) تو اس صورت میں غسل واجب ہوگا، درمختار میں ہے وفی الخانية خرج منی بعد البول وذكره منتشر لزمه الغسل قال فی البحر ومحمله ان وجد الشهوة وهو تقييد قولهم بعدم الغسل بخروجه بعد البول (درمختار) شامی میں ہے (قوله محمله) وعبارة المحيط كما فی الحلية رجل بال فخرج من

ذکرہ منی ان کان منتشرا فعلیہ الغسل لان ذلک دلالۃ خروجہ عن شھوۃ (قولہ تقیید قولھم) ای فیقال ان عدم وجوب الغسل بخروجہ بعد البول اتفاقاً اذا لم یکن ذکرہ منتشراً فلو منتشر اوجب لانہ انزال جدید وجدمعہ الدفق والشھوۃ (درمختار شامی ج ۱ ص ۱۴۹ ابحاث الغسل)

غایۃ الاوطار میں ہے۔وفی الخانیۃ ..... بعد البول اورخانیہ میں ہے کہ منی نکلی پیشاب کرنے کے بعد اور حالانکہ اس کا ذکر استادہ ہے تو غسل کرنا اس پر لازم ہوا، بحرالرائق میں ہے کہ یہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہے جو استادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنی استادگی شہوت کے ساتھ مقید کرتا ہے ،فقہاء کے اس قول کو کہ پیشاب کے بعد منی نکلنے سے غسل لازم نہیں،کتب فقہ میں مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہیں تو عدم غسل کا اطلاق عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہے الخ (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ابحاث غسل ص ۹۷ ج ۱)

عمدۃ الفقہ میں ہے:اگر کسی شخص نے پیشاب کیا اور اس کے ذکر سے منی نکلی اگر اس کے ذکر میں تندی تھی یا وہ منی شہوت سے کود کر نکلی تو غسل واجب ہوگا،اور اگر عضو سست تھا اور بغیر شہوت کے نکلی تو واجب نہیں (البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔)(عمدۃ الفقہ ص ۱۱۱ حصہ اول)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے۔

(سوال) اگر کسی کو دھات آوے تو اس پر غسل واجب ہے کہ نہیں؟

(الجواب) دھات سے غسل واجب نہیں ،فقط (فتاویٰ دارالعلوم مکمل ص ۱۵۳ ج ۱) فقط واللہ اعلم۔

خضاب لگایا ہو تو غسل اور وضو صحیح ہوگا یا نہیں:

(سوال ۲۳) ایک شخص نے اپنے سفید بالوں میں سیاہ خضاب لگایا ہے،کیا یہ خضاب لگانا درست ہے؟ اگر لگایا ہو تو وضو اور غسل جنابت صحیح ہوگا یا نہیں؟ اگر خضاب لگانا ہو تو کون سا خضاب لگانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سیاہ خضاب لگانا سخت گناہ ہے،احادیث میں اس پر سخت وعیدہ آئی ہے،ایک حدیث میں ہے **عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون قوم فی آخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ .**

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کا سینہ،ان لوگوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی۔(ابو داؤد شریف ج ۲ ص ۲۲۶ کتاب الترجل باب ماجآء فی خضاب السواد)(مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۳ باب الترجل) مزید تفصیل فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹۰ ..... ۲۹۱ ج ۶ (جدید ترتیب میں حظر والاباحۃ،بالوں کے احکام میں،سیاہ خضاب لگانا کے عنوان سے ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ص ۱۱۷ ج ۱۰ از مرتب) لہذا خالص سیاہ خضاب نہ لگایا جائے،لگانا سخت گناہ ہے، سرخ یا مہندی کا خضاب لگایا جائے،اگر کسی نے باوجود ناجائز ہونے کے خالص سیاہ خضاب لگایا ہو اگر وہ پانی کی طرح پتلا ہو اور خشک ہونے کے بعد بالوں تک پانی پہنچنے کے لئے رکاوٹ نہ بنتا ہو تو اس صورت میں وضو و غسل ہو جائے گا[1]

---

(۱) قولہ والاولی غسلہ الخ اعلم انہ ذکر فی المنیۃ انہ لو ادخل یدہ فی الدھن النجس او اختضب المرأۃ بالحنآء والنجس او صبغ الثوب بالصبغ النجس ثم غسل کل ثلاثا لحمعر، شامی باب الانجاس ج ۱ ص ۳۲۹

(مگر خضاب لگا رکھا ہے اس کا مستقل گناہ ہوگا) اور اگر وہ گاڑھا ہو بالوں تک پانی پہنچنے کے لئے رکاوٹ بنتا ہو تو پھر وضو غسل صحیح نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بالوں میں فیشنی رنگ لگایا ہو تو غسل ہوگا یا نہیں؟:

(سوال ۲۴) یہاں نو جوان لڑکوں اور لڑکیوں میں سر کے بال رنگ سے رنگنے کا فیشن ہے تو ایسی حالت میں فرض غسل ان کا صحیح ہوگا یا نہیں؟ خضاب پر اس کو قیاس کرنا صحیح ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مہندی جیسا رقیق رنگ لگا ہو تو غسل صحیح ہو جائے گا مگر یہ فیشن قابل ترک ہے حوالہ گذشتہ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیدار ہونے کے بعد کپڑے پر دھبہ دیکھے تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟:

(سوال ۲۵) ایک شخص بیدار ہوا کپڑے پر دھبہ دیکھا، دھبہ منی کا ہے یا مذی کا اس میں اسے شک ہے اور خواب بالکل یاد نہیں، تو اس صورت میں غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسؤلہ میں غسل واجب ہے، یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور اسی میں احتیاط ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے وان رأی بللاً الا انه لم یتذکر الا حتلام فان تیقّن انه ودی لا یجب الغسل وان تیقن انه منی یجب الغسل ، وان تیقن انه مذی لا یجب الغسل وان شک انه منی او مذی قال ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ لا یجب الغسل حتی تیقن بالا حتلام وقال یجب هذا ذکرہ' شیخ الاسلام (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۵ ج ۱ الفصل الثالث فی المعانی الموجبة للغسل مع بزازیہ)

مجمع الانہر میں ہے (و) فرض (لروية مستيقظ لم يتذكر الاحتلام بللاً ولو مذياً) عند الطرفين (خلافاله) ای لا بی یوسف، له' ان الاصل برأة الذمة فلا يجب الا بيقين وهو القياس، ولهما ان النائم غافل والمنى قدير ق بالهواء فيصير مثل المذى فيجب عليه احتياطاً (مجمع الانهر ص ۲۳ ج ۱)

کبیری میں ہے (اما اذا لم يتذكر الا حتلام وتيقن انه منى او شک) هل هو منى او مذى (فكذلک) يجب عليه الغسل فی هاتين الحالتين ايضاً اجماعاً للاحتياط (کبیری شرح منیہ ص ۴۲ مطلب يجب الغسل على المفعول به فی الدبر)

بہشتی گوہر میں ہے:

مسئلہ: اگر کسی مرد یا عورت کو اپنے جسم یا کپڑے پر سو کر اٹھنے کے بعد تری معلوم ہو تو اس میں بہت سی صورتیں ہیں، منجملہ ان کے آٹھ صورتوں میں غسل فرض ہے (۱) یقین یا گمان غالب ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد ہو (۲) یقین ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد نہ ہو (۳) یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد ہو (۴) شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد ہو (۵) شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو (۶) شک ہو کہ یہ مذی ہے یا ودی ہے اور

احتلام یاد ہو(۷) شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو(۸) شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی اور احتلام یاد نہ ہو۔ عہ۔ نمبر ۸ والی صورت وہی ہے جس کا تذکرہ سوال میں ہے، اس نمبر پر بہشتی گوہر کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے۔ شامی نے اس صورت میں عدم وجوب غسل پر اتفاق نقل کیا ہے، لیکن کبیری میں وجوب پر اجماع نقل کیا ہے، لہذا ہم نے احتیاطاً کبیری کا قول لیا ہے ۱۲ انتہی (بہشتی گوہر ص ۱۸ غسل کا بیان فقط واللہ اعلم بالصواب ۔)

انجکشن کے ذریعہ عورت کے رحم میں مادۂ منویہ پہنچائے تو عورت پر غسل واجب ہے یا نہیں:

(سوال ۲۶) انجکشن کے ذریعہ منی فرج کی راہ سے رحم میں پہنچائی تو کیا عورت پر اس کی وجہ سے غسل واجب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر اس عمل سے عورت میں شہوت پیدا ہوئی تو وجوب غسل راجح ہے اور اگر مطلقاً شہوت پیدا نہ ہوئی تو غسل واجب نہیں، کر لینے میں احتیاط ہے، اگر یہ عمل ڈاکٹر یا شوہر کرے تو شہوت کا مظنہ زیادہ ہے لہذا اس صورت میں وجوب غسل کا حکم راجح ہوگا (مگر ڈاکٹر سے یہ عمل کرنا قطعاً حرام ہے، ملاحظہ ہو فتاوی رحیمیہ ص ۲۸۱ ج ۶ (جدید ترتیب میں حظر والاباحۃ میں بذریعہ انجکشن رحم میں مادہ منویہ پہنچانا، کے عنوان سے دیکھئے۔ ص ۱۷۹ ج ۱۰ از مرتب) بوقت ضرورت سوائے شوہر کے کسی سے یہ عمل نہ کرایا جائے) وما یصنع من نحو خشب (فی الدبر او القبل علی المختار. لان المختار وجوب الغسل فی القبل اذا قصدت الاستمتاع لان الشھوۃ فیھن غالبۃ فیقام السبب مقام المسبب الخ (درمختار وردالمحتار ص ۱۵۳ ص ۱۵۴ ج ۱ ابحاث الغسل) (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۳۹) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۵۵ عشرۃ اشیاء لا یغتسل منھا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ما یتعلق بالماء و احکامها

ناپاک کنویں کا پانی پاک کرنے کے لئے یک بارگی نکالنا ضروری نہیں ہے:

(سوال ۲۷) گاؤں میں ایک کنواں ہے۔ جس میں ایک مسلمان عورت گر کر مر گئی تھی۔ اس کو نکال کر کنویں کا آدھا پانی نکالا اور اس کے بعد آٹھ دن تک مویشیوں کو پانی پلایا۔ تقریباً بیس ۲۰ دن سے اس سے کپڑے دھوئے جاتے ہیں۔ اب یہ پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟ کنویں کی مشین میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ یکبارگی سب پانی نکال سکے اور پائپ بھی اتنے لمبے نہیں ہیں کہ سارا پانی نکال سکے۔ ایسی صورت میں یکبارگی سارا پانی نکالیں یا تھوڑا تھوڑا؟ کنواں کب پاک ہوگا؟ اس سے پہلے کپڑے دھو کر نماز پڑھی ہو تو ان کو دھونا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کنواں شرعی حوض کی طرح دہ در دہ نہ ہو تو عورت کے گر کر مر جانے سے پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر دہ در دہ ہو تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔[1] ہاں اگر خون وغیرہ ناپاکی کی وجہ سے پانی کا رنگ یا بو یا مزہ بدل جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا پاک کرنے سے پہلے اس پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی ہو تو اس کا اعادہ کرے۔ اور جو کپڑے عورت کے کنویں میں گر کر مرنے کے بعد اور پورا پانی نکالنے سے پہلے دھوئے گئے ہیں وہ ناپاک ہیں ان کو پہن کر نماز پڑھی ہو تو ان نمازوں کا اعادہ بھی ضروری ہے۔ عورت کے گرنے کے وقت جس قدر پانی تھا اس کے نکالنے سے کنواں پاک ہو جائیگا۔ یکبارگی پانی نکالنا ضروری نہیں ہے تھوڑا تھوڑا پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے۔[2] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کنویں میں بیت الخلا کا ناپاک پانی مل جائے تو کیا حکم ہے؟
ایسے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی ہو تو اعادہ واجب ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۸) ہمارے محلہ کی مسجد میں کنواں ہے، طہارت خانے اور بیت الخلاء کنویں سے چار پانچ گز دور ہیں، بارش میں بیت الخلاء بھر جاتا ہے، کنواں سفلی سطح پر ہے اس لئے بارش میں کنویں کے اطراف میں غلیظ پانی بھر جاتا ہے حال میں تین روز قبل بہت زور کی بارش ہوئی تو یہی صورت حال پیش آئی، اور کنویں کے پانی کے تینوں اوصاف بدل گئے چار نمازیں اس کنویں کے پانی سے وضو کر کے پڑھی گئی ہیں اگر کنویں کا پانی ناپاک سمجھا جائے تو پاک کرنے کے لئے

---

(۱) وان وقعت نجاسة فی بئر دون القدر الکثیر علی ما مر ولا عبرة للعمق علی المعتمد قال فی الشامية تحت قوله 'علی ما مرای من ان المعتبر فیه اکبر رأی المبتلیٰ به اوما کان عشرا فی عشر در مختار مع الشامی فصل فی البئر ج. ا ص ۲۱۱.

(۲) وان تعذیر نزح کلها لکو نها معینا فبقدر ما فیها وقت ابتداء النزح قاله' الحلبی یؤخذ ذلک بقول رجلین عدلین لهما بصارة بالمآء به یفتی وقیل بقیٰ بمائة الی ثلثما ئة وهذا ایسر قال فی الشامية تحت قوله وان تعذر کذا عبرفی الهداية وغیر ها وقال فی شرح المنية ای بحث لا یمکن الابحرج عظیم اه فالمراد به التعسرو به عبرفی الدرر درمختار مع الشامی فصل فی البئر ج. ا ص ۲۱۴ اگر معلوم نہ ہو کہ نجاست گرنے کے وقت کتنا پانی تھا اس بارے میں تجربہ نہیں تو ایسی صورت میں تین سو ڈول یعنی بالٹی پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

کیا صورت اختیار کریں، کچھ دن کنواں ایسے ہی بند رہنے دیں یا خالی کرنا ہوگا، اور جو نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ (حیدرآباد)

(الجواب): جب کہ یہ واقعہ ہے کہ ناپاک پانی کنویں کے پانی سے مس ہوا، یا نجاست کے اثرات پانی میں سرایت کر گئے اور کنویں کے پانی کے تینوں اوصاف بدل گئے تو یقیناً کنواں ناپاک ہوگیا۔(۱) ایسے پانی سے وضو کرکے جو نمازیں ادا کی ہیں، وہ نمازیں قابل اعادہ ہیں۔(۲) اور بلا تاخیر کنویں کا سب پانی نکال دیا جائے۔ پانی کچھ دن رہنے دینے سے کنواں پاک نہ ہوگا، نکال دینا ہی ضروری ہے۔(۳) **فقط واللہ اعلم بالصواب۔**

بیت الخلاء میں رہنے والا جانور پانی میں مرا ہوا ملے تو کیا حکم ہے؟:

(**سوال ۲۹**) ٹنکی میں گابے سنڈاسیا (ایک قسم کا جانور جو عموماً بیت الخلاء میں ہوتا ہے لال رنگ ہوتا ہے) مرا ہوا ملتا ہے تو اس کی وجہ سے پانی ناپاک ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(**الجواب**) اس جانور (سنڈاسیا) میں چونکہ دم مسفوح نہیں ہے لہٰذا اس کے مرنے کی وجہ سے پانی کو ناپاک نہیں کہا جائے گا، البتہ اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو اور اس حالت میں وہ پانی میں پایا گیا تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔

مراقی الفلاح میں ہے **(ولا) ینجس الماء ولا المائعات علی الاصح (بموت ما) بمعنی حیوان (لا دم له) سواء البری والبحری (فیه) ای المائع، او الماء الخ (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۳ فصل فی مسائل الآبار) فقط واللہ اعلم بالصواب۔**

بیت الخلاء مسجد کے کنوئیں سے کتنی دور ہونا چاہئے؟

(**سوال ۳۰**) مسجد سے خارج ایک بیت الخلاء بنانے کا خیال ہے، تو مسجد کے کنوئیں سے کتنے فاصلہ پر پاخانہ بنا سکتے ہیں؟

(**الجواب**) فقہاء کرام نے کنویں اور پاخانے کے درمیان پانچ گز سات گز وغیرہ فاصلہ اپنے یہاں کی زمین کے اعتبار سے لکھا ہے، اصل مدار اس پر ہے کہ فاصلہ اتنا ہو کہ پیشاب، پاخانہ وغیرہ کی ناپاکی کا اثر یعنی رنگ یا بو یا مزہ کنویں کے پانی تک نہ پہنچے، **البعد بین البئر والبالوعة بقدر ما لا یظهر للنجس اثر** (درمختار) اس کے لئے کوئی خاص اندازہ اور فاصلہ متعین نہیں ہے، ہر جگہ کی زمین کی سختی، نرمی اور تاثیر کے تفاوت سے فاصلے میں بھی تفاوت ہوگا" شامی" میں ہے۔

---

(۱) **وبتغیر أحد او صافه من لون او طعم او ریح ینجس الکثیر ولو جاریا اجماعا اما القلیل فینجس وان لم یتغیر خلافا للمالک درمختار علی هامش شامی باب المیاه ج ۱ ص ۱۸۵۔**

(۲) جس دن اور وقت بارش شروع ہوئی ہے اسی دن سے جو نمازیں پڑھی ہیں یا کپڑے و برتن دھوئے ہیں نمازیں لوٹائی جائے اور کپڑے اور برتنوں کو دھویا جائے **ویحکم بنجاستها مغلظة من وقت الوقوع ان علم قال فی الشامیة تحت قوله ان علم ای بان لم یعلم اولم یغلب علی الظن درمختار مع الشامی فصل فی البئر ج ۱ ص ۲۱۸**

(۳) **واذا وقعت فی البئر نجاسة نزحت وکان نزح ما فیها من الماء طهارة لها باجماع السلف هدایه فصل فی البئر ج ۱ ص ۴۱۔**

والحاصل انه يختلف بحسب رخاوة الأرض وصلابتها (ج ۱ ص ۲۰۴ فصل فی البئر مطلب فی الفرق بین الروث والخثی والبعر والجزء والنجوو العذرة) لہذا آپ کو اپنے یہاں کے زمین کے ماہرین سے تحقیق کرنا چاہئے کہ کتنا فاصلہ ہونا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شرعی حوض:

(سوال ۳۱) یہاں ایک مسجد میں حوض بن رہا ہے شرعی حوض کے بارے میں کتب فقہ میں عشرۃ اذرع فی عشرۃ اذرع کا لفظ آتا ہے۔ جس کی تعبیر اردو میں ہمارے علمائے کرام دس ہاتھ در دس ہاتھ (دہ دردہ) کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ذراع اور ہاتھ سے کیا مراد ہے؟ احقر سے بھی اس مسجد والوں نے دریافت کیا تو میں نے دس ہاتھ در دس ہاتھ بتایا تھا اور دو تین جگہ سے انہوں نے فتاویٰ منگوائے وہاں سے بھی یہی جواب ملا تھا۔ کہ دس ہاتھ در دس ہاتھ کا حوض بنایا جائے۔

اب ان حضرات نے ایک ہاتھ کا ڈیڑھ فٹ کا ناپ نکالا۔ اس حساب سے پندرہ فٹ در پندرہ فٹ یعنی سوا دو سو اسکویر فٹ (۲۲۵) بنتا ہے اور اسی حساب سے انہوں نے حوض کی تعمیر شروع کر دی ہے لیکن کسی نے اعتراض کیا کہ یہ حوض بہت چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ دوبارہ یہ حضرات احقر کے پاس آئے۔ میں نے ذراع اور ہاتھ کے بارے میں جستجو کی تو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مصنفہ تعلیم الاسلام میں ذراع یعنی شرعی گز نو گرہ کا بتایا ہے اور نو گرہ کے سوا بیس انچ ہوتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہاتھ سوا بیس انچ کا مانا جائے۔ حالانکہ عام طور پر ہاتھ اٹھارہ انچ کا ہوتا ہے نو گرہ والے ذراع سے اگر حساب نکالا جائے تو کل ۱۲۷۵ اسکویر فٹ بنتے ہیں۔

لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہاتھ سے اور ذراع سے کیا مراد کیا جائے؟ یعنی اس کا ناپ کیا ہو۔ ڈیڑھ فٹ یا سوا بیس انچ۔ امید کہ اس بارے میں جواب سے مشرف فرمائیں گے۔ (مولانا) قمر الدین محمد غفرلہٗ۔ مغلواڑہ۔ بروڈا۔

(الجواب) مقدار ذراع شرعی میں اختلاف ہے اکثر فقہاء رحمہم اللہ نے "ست قبضات" (۲۴ انگل بعد وحروف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کو اختیار کیا ہے جو ڈیڑھ فٹ بنتا ہے۔ والمعتبر ذراع الکبر باس کذافی الظهيريه وعليه الفتوىٰ كذافي الهدايه وهو ذراع العامة ست قبضات اربع وعشرون اصبعاً كذافي التبيين (فتاوىٰ عالمگیری ص ۱۱ ج ۱ الفصل الثالث فی المیان الثانی المآء الراکد)

لہذا آپ کے یہاں کا یہ حوض بھی شرعی حوض ہے۔ اگر جگہ میں وسعت ہو تو بڑھا کر تعلیم الاسلام کے حساب کے مطابق کر لینا انسب اور احوط ہوگا۔ تاکہ کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہ رہے۔ حوض کے معاملہ میں احتیاط برتنا اچھا ہے۔ لہذا وسعت ہو تو تھوڑا بڑھا دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اگر پانچ ہاتھ چوڑا اور بیس ہاتھ لمبا حوض ہو تو وہ دہ دردہ ہے:

(سوال ۳۲) ہماری مسجد کا حوض دہ دردہ ہے۔ یعنی دس ہاتھ لمبا اور دس ۱۰ ہاتھ چوڑا ہے۔ لیکن اس کے طول میں اضافہ اور عرض میں کمی۔ یا عرض میں اضافہ اور طول میں کمی کرنے کا کمیٹی کا ارادہ ہے۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حوض کا طول وعرض یکساں ہونا ضروری نہیں ہے۔کمی بیشی کی گنجائش ہے،جس طرح دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا شرعی حوض ہے۔اسی طرح پانچ ہاتھ چوڑا اور بیس ۲۰ ہاتھ لمبا، یا چار ہاتھ چوڑا اور پچیس ۲۵ ہاتھ لمبا، اور دو ہاتھ چوڑا اور پچاس ۵۰ ہاتھ لمبا بھی شرعی حوض ہے اور اگر حوض مدور (گول) ہے تو اس کا محیط (گھیراؤ) چھتیس ۳۶ گز ہو (اور بقول صاحب محیط احتیاط اس میں ہے کہ ۴۸ گز ہو) اور اگر حوض مثلث (تین گوشہ) ہو تو ہر جانب سے ساڑھے پندرہ گز ہونا چاہئے، گہرائی کم از کم اتنی ضروری ہے کہ چلو سے پانی لیا جائے تو زمین نظر نہ آئے واما اذا کان عشراً فی عشر بحوض مربع او ستة وثلاثین فی مدور وعمقه ان یکون بحال لا تنکشف ارضه بالغرف منه علی الصحیح (مراقی الفلاح) قوله او ستة وثلاثین فی مدور) هذا القدر اذا ربع یکون عشراً فی عشرو فی المثلث کل جانب منه یکون ذرعه خمسة عشر ذراعاً وربعاً وخمساً (طحطاوی علی المراقی ص ۱۷ باب المیاه) (شامی ج ۱ ص ۱۷۸ کتاب الطهارة) فقط والله اعلم بالصواب.

بئر بالوعہ (کھاڑ کنواں) پانی کے کنویں سے کتنے فاصلے پر ہونا چاہئے:

(سوال ۳۳) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے یہاں تقریباً دو سال سے ایک مسجد بنائی گئی ہے اس میں ایک حوض ہے اس کا مستعمل پانی گرنے کے لئے ایک گڑھا مثل کنویں کے بنا ہوا ہے۔اسی طرح مسجد کے پیشاب خانوں و غسل خانوں کے ناپاک و نجس پانی گرنے کا ایک الگ گڑھا مثل کنویں کے بنایا ہے۔اب مسجد کے لئے ایک پانی کا کنواں کھودا جا رہا ہے۔

(۱) حوض کا مستعمل پانی گرنے کے لئے جو گڑھا کھودا گیا ہے (جو قریب چھ فٹ گہرا ہے۔جس کے نیچے کا حصہ کچا ہے) وہ پانی کے کنویں سے بیس ۲۰ فٹ کی دوری پر ہے۔اسی حوض والے گڑھے میں اور نجاستیں بھی گرتی ہیں۔

(۲) پیشاب خانہ و غسل خانہ وغیرہ کا ناپاک پانی گرنے کے لئے جو گڑھا کھدا ہوا ہے وہ تقریباً بیس ۲۰ فٹ گہرا ہے اور اس کا بھی نیچے کا حصہ کچا ہے اور پانی کے کنویں سے پچانوے ۹۵ فٹ کے فاصلہ پر ہے۔اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ حوض کا مستعمل پانی جہاں گرتا رہتا ہے اور اس میں اور بھی ناپاکیاں گرتی رہتی ہیں اس سے غسل خانہ و پیشاب خانہ کی ناپاک کنویں سے پانی کا کنواں کتنے فاصلہ پر ہونا چاہئے؟ ہمارے شہر کی دو چار مسجدوں کا واقعہ ایسا بن چکا ہے کہ پانی کے کنویں میں ایسے نجس کنووں کا ناپاک پانی زمین کے اندرونی منافذ سے آکر ملتا تھا اور اس کا احساس اس وقت ہوا جب کہ پانی کا کنواں صاف کر رہے تھے اور کنویں کا پانی بالکل نکل چکا تھا تو ایک منفذ سے بدبودار پانی آتا ہوا معلوم ہوا۔تحقیق سے پوری طرح معلوم ہو گیا کہ اس منفذ سے پانی نہیں بلکہ پیشاب ہی آتا ہے۔کنواں تو دہ در دہ ہوتا نہیں اس لئے اس ناپاک پانی سے کنواں ناپاک ہو گیا ہے۔ایسا معلوم کر کے ان تمام مساجد کے تمام ناپاک کنویں بالکل بند کر دیئے گئے تھے اس طرح اگر اس کنویں کا حال بھی وہی ہو جائے تو کیا علاج؟ ایسے گندے کنووں سے پانی کا کنواں کتنے فاصلہ پر ہونا چاہئے؟ کنواں کھودنے سے پہلے گندے کنووں کا بند کرنا ضروری ہے؟ اگر بند نہ کریں اور جب کبھی اس کنویں کو صاف کرنے کی ضرورت ہو اور کوئی منفذ ناپاک پانی کا معلوم ہو جاوے اور کنویں کا پانی لیبوریٹی میں تحقیق کرائیں اور ناپاک ہونا محقق ہو جائے تو کتنے عرصہ پہلے سے یہ پانی ناپاک شمار ہوگا۔اور کب سے اس

کنویں کے پانی سے وضو کرنے والوں کی نمازوں کا لوٹانا واجب ہوگا؟

ہمارے یہاں نل کا پانی صاف وشفاف ملتا ہے وہ پانی استعمال کرنا بہتر ہے یا کنواں کھودنا بہتر ہے جب کہ مذکورہ تمام خرابیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ بینوا توجروا۔ (از گودھرا ضلع پنچ محل گجرات)

(الجواب) جب ناپاک پانی اور نجاست کا اثر پاک پانی میں ظاہر ہو یعنی پانی کا رنگ یا بو یا مزہ بدل جائے تو کنویں کا پانی ناپاک سمجھا جائے گا۔ پاک اور ناپاک کنویں کے درمیان فاصلہ کم ہو یا زیادہ مدار فاصلہ پر نہیں ہے۔ بلکہ پانی کے اوصاف بدلنے پر پانی کے پاک رہنے یا ناپاک ہوجانے کا حکم لگایا جائے گا۔ **البعد بین البئر والبالوعة بقدر مالایظهر للنجس اثر (قوله البعد الخ) اختلف فی مقدار البعد المانع من وصول النجاسة البالوعة الی البئر ففی روایة خمسة اذرع وفی روایة سبعة وقال الحلوانی المعتبر الطعم واللون اوالریح فان لم یتغیر جاز والا لا ولو کان عشرة اذرع وفی الخلاصة والخانیة والتعویل علیه وصححه' فی المحیط بحر والحاصل انه یختلف بحسب رخاوةالارض وصلابتها ومن قدره اعتبر حال ارضه**
(درمختار مع شامی فصل فی البئر مطلب فی الفرق بین الروث والخثی والبعر الخ ج ۱ ص ۲۰۴)

جس وقت کنویں کے ناپاک ہونے کا علم ہو اس وقت سے پانی ناپاک سمجھا جائے گا۔[1] احتیاط اس میں ہے کہ ایک روز کی نمازیں قضا کی جائیں اگر ہمت ہو تو تین روز کی نماز قضا کریں اس میں احتیاط زیادہ ہے۔ کنویں کے پانی پر اطمینان نہ ہو تو نل کا پانی استعمال کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔ فقط مزید تفصیل اور اطمینان کے لئے فتاوی رحیمیہ جلد چہارم اردو ص ۴۲ ملاحظہ فرمائیے۔

بیت الخلا مسجد کے کنویں سے کتنی دور ہونا چاہئے:

(سوال ۴۴) مسجد سے خارج ایک بیت الخلاء بنانے کا خیال ہے تو مسجد کے کنویں سے کتنے فاصلہ پر بیت الخلاء بنا سکتے ہیں؟

(الجواب) فقہاء کرام نے کنویں اور پاخانہ کے درمیان پانچ گز سات گز وغیرہ کا فاصلہ اپنے یہاں کی زمین کے اعتبار سے لکھا ہے۔ اصل مدار اس پر ہے کہ فاصلہ اتنا ہو کہ پیشاب پاخانہ وغیرہ کی ناپاکی کا اثر کنویں کے پانی تک نہ پہنچے۔ یعنی ناپاکی کے اثر سے پانی کا رنگ یا بو یا مزہ میں فرق نہ آئے۔ **البعد بین البئرو البالوعة بقدر ما لا یظهر للنجس اثر** (درمختار) اس کے لئے کوئی خاص اندازہ اور فاصلہ متعین نہیں ہے ہر جگہ کی زمین کی سختی نرمی اور تاثیر کے تفاوت سے فاصلہ میں بھی تفاوت ہوگا۔ ''شامی'' میں ہے **والحاصل انه' یختلف بحسب رخاوة الارض وصلابتها** (ج ۱ ص ۲۰۴ فصل فی البئر مطلب فی الفرق بین الروث والخثی والبعر الخ) لہذا آپ کو اپنے یہاں کے زمین کے ماہرین سے تحقیق کرنا چاہئے کہ کتنا فاصلہ ہونا چاہئے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۴ جمادی الاولی ۱۳۹۷ھ۔

---

(۱) ویحکم بنجاستها مغلظة من وقت الوقوع ان علم والا فمذ یوم ولیلة ان لم ینتفخ ولم ینفسخ درمختار علی هامش شامی فصل فی البئر ج ۱ ص ۲۱۸

سوال میں درج شدہ حوض حوض شرعی ہے یا نہیں؟:

(سوال ۳۵) ہمارے یہاں نئی مسجد بن رہی ہے اس میں وضو کے لئے جو حوض بنایا گیا ہے اس کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

۳۰ رفٹ لمبائی
۲½ فٹ چوڑائی
حوض
۱۰ فٹ
۳۰ رفٹ لمبائی
۲½ فٹ چوڑائی
حوض
۱۰ فٹ
۳۰ رفٹ لمبائی
۲½ فٹ چوڑائی
حوض
۱۰ فٹ
۳۰ رفٹ لمبائی
۲½ فٹ چوڑائی
حوض
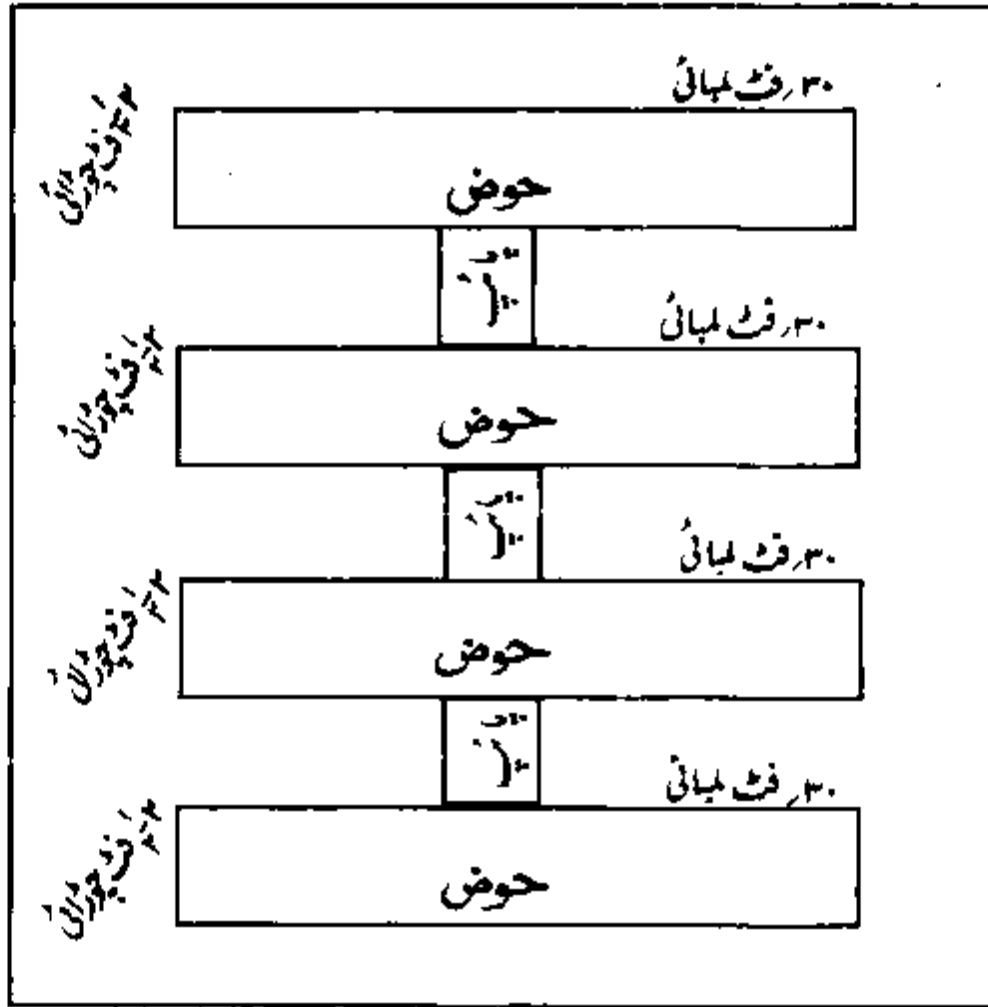
نقشہ کے مطابق چار حوض ہیں۔ ہر ایک کی لمبائی ۳۰ فٹ اور چوڑائی ڈھائی (۲-۲/۱) فٹ ہے اور ان کے درمیانی فاصلوں کو پائپ سے ملایا گیا ہے اس طرح ان چاروں حوضوں کا کھلا ہوا حصہ لمبائی چوڑائی کے ضرب سے تین سو ۳۰۰ اسکوائر فٹ ہو جاتا ہے۔ مگر اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ ان حوضوں کو آپس میں ملانے والا جو پائپ ہے پانی ان پائپوں کے اوپر کے حصہ سے لگا ہوا رہے گا اس لئے پائپ حوضوں کو ملا کر ایک کرنے کے لئے کافی نہ ہونے چاہئیں۔ اور اس کے بعد ہر حوض دہ دردہ نہیں رہ سکتا، کیا یہ اشکال صحیح ہے؟ یہ مذکورہ شکل پر بنے ہوئے حوض کا شمار دہ دردہ میں ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) آپ کا اشکال درست ہے۔ یہ حوض شرعی (دہ دردہ) نہیں ہے نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حوض چار صغیر حوضوں پر (قطعات اربعہ پر) مشتمل ہے اور ہر قطعہ ایک دوسرے سے جدا اور منقطع ہے چاروں کو ملانے کی غرض سے پائپ رکھا گیا ہے مگر وہ کافی نہیں ہے۔ ہاں حوض میں اگر ایک جانب سے پانی داخل ہو کر دوسری جانب نکل جاتا ہو تو کافی ہو سکتا ہے۔ **کحوض صغیر یدخل فیه الماء من جانب ویخرج من اخر یجوز التوضوء من کل الجانب مطلقاو به یفتی (درمختار باب المیاه مطلب لو ادخل المآء من اعلیٰ الحوض فخرج من اسفله فلیس بجار)**

حوض کی سطح (بالائی حصہ) جہاں سے وضو کیا جاتا ہے اس کا اعتبار ہوتا ہے۔ اگر بالائی حصہ کا رقبہ دہ دردہ کے

برابر ہے تو وہ شرعی حوض ہے (لان العبرة لوجه الماء) اگر چہ تحتانی حصہ کم ہو، اگر تحتانی حصہ دہ دردہ کے مقدار کا ہو لیکن بالائی حصہ (جہاں سے وضو کیا جاتا ہے) کم ہو تو وہ حوض شرعی نہیں ہے تھوڑی سی نجاست گرنے سے ناپاک ہوجائے گا۔ ولو اعلاه عشراً واسفله اقل جاز حتیٰ یبلغ الا قل ولو بعکسه لا (ای اسفله عشراً او اعلاه اقل نوقع فيه نجس) لم يجز حتیٰ يبلغ العشر (درمختار مع الشامی ج ا ص ۱۷۹ باب المیاہ)

فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ شرعی حوض کو اوپر سے بند کردیا ہوا اور وہ بند حصہ پانی سے ملا ہوا ہو اور کھلا ہوا حصہ دہ دردہ سے کم ہو تو وہ حوض بھی شرعی نہیں رہے گا۔ ولو جمد ماؤه فثقب ان الماء منفصلاً عن الجمد جاز لانه کالمسقف وان متصلاً لا (درمختار مع الشامی ج ا ص ۱۷۹ ایضاً) وعلیٰ هذا التفصیل اذا کان الحوض مسقفاً وفی السقف کوة فان کان الماء متصلاً بالسقف والکوة دون عشر فی عشر یفسد الماء بوقوع المفسد وان کان متصلاً لا یفسد الخ (کبیری ص ۹۸ فصل باب احکام الحیاض) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۶ صفر ۱۴۰۰ھ۔

حوض کب ناپاک ہوگا؟ ناپاک حوض کے پانی سے استنجاء کرکے نماز پڑھائی تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟:

(سوال ۳۶) مسجد کے حوض کا پانی کسی جانور کے گر کر مرجانے اور سڑگل جانے کی وجہ سے نجس اور غلیظ ہوگیا اور ظہر سے قبل عام لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگئی۔ امام صاحب نے ظہر سے قبل اسی پانی سے استنجاء کیا اور پھر پاک پانی سے وضو کرکے نماز پڑھائی، نماز کے بعد ایک شخص نے۔ امام صاحب سے اس سلسلہ میں دریافت کیا انہوں نے اس پانی سے استنجاء کرنے کا اعتراف کیا۔ یہ نماز صحیح ہوئی یا اعادہ کرنا ہوگا؟ امام صاحب لاعلمی میں اس کے مرتکب ہوئے ہوں یا دیدہ و دانستہ اس پانی کا استعمال کیا ہو دونوں کے متعلق نماز کے ہونے یا نہ ہونے کے متعلق جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) حوض کے اندر کوئی جانور گر کر مرگیا اور گل سڑ گیا اگر اس کے گل سڑ جانے سے پانی کا رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا ہو تو حوض کا پانی ناپاک ہوجائے گا اور اگر پانی کے تینوں اوصاف میں سے کوئی بھی نہ بدلا ہو تو چونکہ حوض کا پانی ماء کثیر (یعنی زیادہ پانی) ہے اس لئے وہ ناپاک نہ ہوگا۔

جب اس کا رنگ یا مزہ یا بو بدل گیا تو پانی ناپاک ہوگا۔[1] اس سے وضو یا غسل کرنا یا استنجاء کرنا صحیح نہیں اگر کیا جائے تو طہارت حاصل نہ ہوگی لہٰذا اگر اس ناپاک پانی سے استنجاء کرنے کے بعد (چاہے وہ استنجاء دیدہ و دانستہ کیا ہو یا عدم واقفیت کی وجہ سے کیا ہو) وضو کرکے نماز پڑھائی ہو تو نماز نہ ہوگی اور اس نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ مقتدی بھی اعادہ کرلیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) وکذا براکد کثیر کذلک ای وقع فیه نجس لم یر اثره ولو فی موضع وقوع المرئیة به یفتی بحر قال فی الشامیة تحت قوله لم یر اثره ای من طعم اولون اوریح وهذا القید لا بدمنه درمختار مع الشامی باب المیاہ مطلب لو ادخل المآء من اعلی الحوض الخ۔

حوض گہرا ہو مگر وہ دہ دردہ نہ ہو تو وہ شرعی حوض نہیں ہے:

(سوال ۳۷) ہمارے یہاں مسجد میں جو حوض ہے اس کی لمبائی پونے چودہ فٹ چوڑائی آٹھ فٹ اور گہرائی ساڑھے چار فٹ ہے (۱۳/۹×۸×۴/۶) اس میں تقریباً چودہ ہزار لیٹر سے زائد پانی کی گنجائش ہے، میرے خیال میں اتنا پانی کسی بڑے کنویں میں بھی موجود نہ رہتا ہوگا؟ تو یہ ماء کثیر کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟ اس میں اگر نجاست گر جائے تو کیا ہوگا؟ کتب فقہ میں آب کثیر کے متعلق دہ دردہ کی تشریح آئی ہے وہ باعتبار حدود کے ہے یا باعتبار مقدار کے بھی ہے؟ یعنی اگر لمبائی چوڑائی میں مقدار مذکور (دہ دردہ) میں کمی ہو مگر گہرائی زیادہ ہونے کی وجہ سے پانی کی مقدار زیادہ ہو تو طول و عرض میں جو کمی ہے اس کی تلافی ہو کر اس کا شمار شرعی حوض میں ہو سکے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ حوض دہ دردہ (شرعی حوض) نہیں ہے، گہرائی کی زیادتی سے طول وعرض کی کمی کی تلافی نہ ہوگی، وضو وغیرہ میں اس کا پانی استعمال کر سکتے ہیں لیکن جب تھوڑی سی نجاست گرے گی تو حوض کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا، لہذا ممکن ہو تو اسے دہ دردہ کرلیا جائے۔[1] اگر یہ نہ ہو سکے تو حوض کے بجائے مسقف ٹنکی بنادی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مسلم کے حوض میں اترنے سے پانی پاک رہے گا یا نہیں؟

(سوال ۳۸) ہماری جامع مسجد میں ہندو بڑھئی کا آلہ گر گیا، اسے لینے کے لئے وہ بڑھئی خود حوض میں اترا تو وہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟ حوض پانی سے بھرا ہوا ہے۔

(الجواب) دہ دردہ حوض کا پانی ماء جاری کے حکم میں ہے، اس لئے پانی میں جب تک ناپاکی کا اثر محسوس نہ ہو، وہ پاک ہے، اگر نجاست کے گرنے سے پانی کے رنگ یا بو یا مزہ میں فرق نہ آئے تو حوض کا پانی ناپاک شمار نہیں ہوگا، لہذا صورت مسئولہ میں حوض کا پانی پاک ہے شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔[2] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تالاب نصف بھرا ہوا ہے اور اس میں گوبر وغیرہ بھی ملا ہوا ہے تو ایسا پانی پاک ہے، یا ناپاک؟

(سوال ۳۹) ہمارے گاؤں میں تالاب اس طرح نصف بھرا ہوا ہے کہ گاؤں کے گ[...]ر اور پیشاب والا پانی بھی بہ[ہ] کر تالاب میں گیا ہے، کھیتوں میں سے بھی پانی آ کر جمع ہوا ہے، اس طرح تقریباً نصف یا نصف سے زیادہ بھرا ہے اور پورا بھر کر باہر نہیں نکل آیا اگرچہ جتنا پانی ہے وہ صاف معلوم ہوتا ہے اور تالاب کے پر ہونے کے بعد جیسا رنگ ہوتا ہے ایسا ہی رنگ فی الحال ہے، تو ایسا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ اس پانی سے کپڑے دھوئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) قال ابو سليمان الجوز جاني ان كان عشراً في عشر فهو مما لا يخلص وبه اخذ عامة المشائخ رحمهم الله هكذا في المحيط ، فتاوىٰ عالمگیری الباب الثالث في المياه

(۲) اگر حوض دہ دردہ ہو تو یہی حکم ہے البتہ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ پانی کو نکالا جائے نقل في الذخيرة عن كتاب الصلاة للحسن ان الكافر اذا وقع في البئر وهو حي نزح الماء وفي البدائع انه رواية عن الامام لانه لا يخلو من نجاسة حقيقية أو حكمية حتى لو اغتسل فوقع فيها من ساعته لا ينزح منها شئ اقول ولعل نزحها للاحتياط تأمل ، شامي فصل في البئر ص ۲۱۴ .

(الجواب) مذکورہ تالاب میں جن جن راستوں سے پانی آیا ہے وہ تمام راستے ناپاک ہوں تو پانی ناپاک سمجھا جائے اور اگر تالاب میں پانی آنے کا ایک بھی راستہ پاک ہوا اور اس راستہ سے دہ دردہ جتنا پاک پانی آ کر جمع ہو گیا ہو یا وہ دہ در دہ جتنا پاک پانی تالاب میں جمع ہو کر ایک ساتھ تالاب کے دوسرے ناپاک پانی کے ساتھ مل گیا ہو تو تالاب پاک سمجھا جائے گا، ہاں ناپاکی کی وجہ سے پانی کی رنگ، مزہ یا بو میں فرق آ گیا ہو تو تالاب پاک سمجھا جائے گا، ہاں ناپاکی کی وجہ سے پانی کے رنگ، مزہ یا بو میں فرق آ گیا ہو تو تالاب کا پانی ناپاک سمجھا جائے گا غدیر عظیم یبس فی الصیف وراثت الدواب فیہ ثم دخل فیہ الماء وامتلأ ینظر ان کانت النجاسة فی موضع دخول الماء (ص ۴) الی قولہ کالغدیر الیابس اذا کان فیہ نجاسات وموضع دخول الماء طاهر فاجتمع الماء فی مکان طاهر هو عشر فی عشر ثم تعدی بعد ذلک الی موضع النجاسة (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۵ کتاب الطهارة فصل فی الطهارة بالمآء (غدیر) جب تالاب کا پانی پاک ہے، ناپاکی کا اثر ظاہری نہیں ہے تو پاک ہی سمجھنا چاہئے۔ پانی کے متعلق آنحضرت ﷺ نے مشکلات اور دشواریوں کا لحاظ رکھا ہے اور آسان صورتیں تجویز فرمائی ہیں، فقہا نے بھی عموم بلویٰ کا لحاظ کیا ہے، لہٰذا شک وشبہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

آدمی حوض میں گر کر مر جائے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۴۰) مسجد کی حوض میں مصلی گر کر مر گیا ہے، سر میں چوٹ لگنے کی وجہ سے خون نکلتا تھا، شاید پیشاب پائخانہ بھی ہو گیا ہو، مگر پانی میں کوئی اثر نمایاں نہیں ہوا تو حوض پاک ہے یا ناپاک؟ بعض کہتے ہیں کہ آدمی حوض میں مرا اس لئے پانی ناپاک ہے اور سب پانی نکالنا ضروری ہے۔

(الجواب) آدمی کے پانی میں گر کر مر جانے سے پانی ناپاک ہوتا ہے یہ حکم کنویں کا ہے۔ جو ''دہ دردہ'' اور ماء جاری کے حکم میں نہ ہو یہ تو حوض ہے اور حوض دہ دردہ ہوتا ہے اور یہ ماء جاری کے حکم میں ہے۔ ایسے حوض میں آدمی کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، پاک رہتا ہے۔[1] حدیث میں ہے۔ ان الماء طهور لا ینجسه شیئی. ترجمہ:۔ بے شک پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی (تاوقتیکہ اس کے اوصاف ثلاثہ (رنگ۔ بو۔ مزہ) میں سے کوئی وصف نہ بدل جائے (باب احکام المیاه الفصل الثانی عن ابی سعید الخدری) (مشکوٰۃ شریف ص ۵۱) (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اور ''مالا بد منہ'' میں ہے۔ آب جاری وآب کثیر از افتادن نجاست دران نجس نشود مگر وقتے یہ کہ از نجاست رنگ یا بو یا مزہ دراں ظاہر شود۔ ترجمہ:۔ جاری پانی وکثیر پانی نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ تا وقتیکہ اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کسی وصف میں ناپاکی کا اثر ظاہر نہ ہو جائے۔ (ص ۲۱)

خلاصہ یہ کہ جب پانی میں ناپاکی کا اثر نمایاں نہیں، رنگ و بو مزہ میں فرق نہ ہوا تو شک وشبہ کی کیا ضرورت ہے۔ مذاہب اربعہ، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، متفق ہیں کہ مذکور حوض پاک ہے۔ نجس کا کوئی قائل نہیں۔ (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ ص ۶) لہٰذا حوض کو ناپاک سمجھنا غلط اور بلا دلیل ہے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) واما اذا کان عشرا فی عشر بحوض مربع ... فلا ینجس الا بظهور وصف للنجاسة منه حتیٰ وضع الوقوع وبه أخذ مشائخ بلخ توسعة علی الناس والتقدیر بعشر فی عشر هو المفتی به، مراقی الفلاح علی هامش طحطاوی کتاب الطهارة ص ۱۶.

کنویں میں چوہا گر جائے

(سوال ۴۱) ایک کنویں میں سے ایک تازہ مرا ہوا چوہا برآمد ہو، ایک شخص نے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے پانی نکالا تھا اس وقت چوہا نہ تھا، مگر ایک گھنٹہ بعد کنویں میں سے چوہا مردہ حالت میں برآمد ہوا تو شرعاً کنویں کے اس پانی کے لئے کیا حکم ہے۔ تقریباً پچیس ۲۵ یا تیس ڈول پانی نکالنے سے کیا پانی پاک ہو جاتا ہے؟ پانی کے رنگ یا مزہ میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا، ایسے پانی سے پکائی ہوئی چیز کھائی اور وضو کر کے نماز پڑھی تو کیا نماز ادا ہو جائے گی یا قضا لازم ہے؟

(الجواب) جب پھولا نہیں ہے تو اس کو نکال کر بیس ۲۰ ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے، تیس ۳۰ ڈول نکالنا اولیٰ ہے، آپ نے پچیس ۲۵ سے تیس ۳۰ ڈول نکالے یہ بہتر ہوا، کنواں پاک ہو گیا، اب وہ پانی کھانے پینے اور وضو غسل وغیرہ میں بلا تکلف استعمال کر سکتے ہیں۔ وان ماتت فارة نزح منها عشرون دلوا الی ثلاثین (یعنی) اور اگر کنویں میں چوہا مر جائے تو بیس ۲۰ سے تیس ۳۰ تک ڈول نکالے جائیں (هدایه ج ۱ ص ۲۲ باب الماء الذي يجوز به الوضوء ومالا يجوز به فصل في البير) فقط واللہ اعلم بالصواب.

شرعی حوض کب ناپاک ہوگا؟:

(سوال ۴۲) ہمارے یہاں ایک دہ دردہ حوض ہے اور اس حوض میں پانی کنویں سے آتا ہے، اب حوض میں جس کنویں کا پانی آتا ہے ایک مردہ پھولا ہوا چوہا پایا گیا تو کنویں کا پانی تو تین دن سے ناپاک شمار ہوگا، لیکن حوض کے پانی کے بارے میں اختلاف ہے ایک مفتی صاحب شامی کی عبارت وكذا يجوز براكد كثير (كذلك) ای وقع فيه نجس لم یرا ثره ولو في موضع وقوع المرئية به يفتي بحر (درمختار) (قوله ای وقع فيه نجس الخ) شمل مالو كان النجس غالبا ولذا قال في الخلاصة الماء النجس اذا دخل الحوض الكبير لا ينجس الحوض وان كان الماء النجس غالباً على ماء الحوض لا نه كلما اتصل الماء بالحوض صار ماء الحوض غالباً اه (شامی ج ۱ ص ۱۷۶ باب المياه) ایسے ہی فتاویٰ دارالعلوم کی عبارت۔

(سوال) حوض دہ دردہ میں پانی ایک ہاتھ یا اس سے زائد ہوا گر ایسی حالت میں ناپاک کنویں میں سے پانی [illegible] حوض کو بھر دیا جائے تو پاک ہے یا ناپاک؟

(الجواب) پاک رہے گا اور ایسے ہی آپ کے فتاویٰ رحیمیہ میں بھی اسی قسم کے تالاب کے بار[illegible] مسئلہ ہے، الغرض ان مذکورہ عبارتوں سے ایک مفتی صاحب حوض کی طہارت کے قائل ہیں اور دوسرے مفتی صاحب عدم طہارت کے قائل ہیں۔

لہذا آپ کی ذات ستودہ صفات سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ آپ جواب عنایت فرمائیں بینوا توجروا۔

(الجواب) حوض میں پانی نہ ہو، اگر ہو تو شرعی مقدار سے کم ہو تو ناپاک کنویں کے پانی کے شامل ہونے سے حوض ناپاک شمار ہوگا، اور اگر دہ دردہ حوض میں بقدر مقدار شرعی پانی موجود تھا اس کے بعد اس میں ناپاک پانی ملا ہے اور ناپاک پانی کے ملنے سے اوصاف ثلثہ (رنگ، مزہ، بو) میں سے کوئی وصف نہ بدلا ہو تو وہ حوض پاک ہے بلا تأمل وضو درست ہے۔ (۱)

---

(۱) سوال میں جو حوالہ سائل نے دیا ہے یہی حوالہ جواب میں چلے گا بشرطیکہ حوض میں جو پانی ہے ان کے اوصاف پر نجس پانی غالب ہو کر تبدیل نہ [illegible]ے قوله لم یر اثره ای من طعم اولون أو ريح وهذا القيد لا بد منه وان لم يذكر في كثير من المسائل الآتية فلا تغفل عنه، شامی باب المياه مطلب لو ادخل الماء من اعلى الحوض وخرج من اسفله فليس بحار. ج ۱ ص ۱۹۱.

ما یتعلق بالحیض و النفاس

چالیس روز ختم ہونے سے پہلے نفاس بند ہو جائے

(سوال ۴۳) ایک عورت پہلی مرتبہ ہی حاملہ ہوئی ہے اور اس کو چالیس ۴۰ روز سے قبل خون نفاس بند ہو جائے تو وہ غسل کر کے نماز پڑھ سکتی ہے؟ یا چالیس ۴۰ دن پورے کرنے لازمی ہیں؟

(الجواب) چالیس ۴۰ دن پورے کرنے ضروری نہیں ہیں۔ جب خون بند ہو گیا۔ نفاس ختم ہو گیا۔ اب غسل کر کے نماز پڑھے نہیں پڑھے گی تو گنہگار ہوگی۔ یہ عقیدہ غلط ہے کہ چالیس روز پورے کئے بغیر غسل نہ کرے۔ چالیس روز نفاس کی آخری مدت ہے۔ چالیس ۴۰ روز کے اندر جب بھی بند ہو جائے گا نفاس ختم مان لیا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات سے یہی ثابت ہوتا ہے وروی الدار قطنی وابن ماجه عن انس رضی الله عنه انه صلی الله علیه وسلم وقت للنفساء اربعین یوماً الا ان تری الطهر قبل ذلک وروی هذا من عدة طرق لم یخل عن الطعن لکنه یرتفع بکثرتها الی الحسن (شامی ج ۱ ص ۲۷۷ باب الحیض تحت قوله کذاء رواه الترمذی وغیره) عن ابی الدرداء وابی هریرة قالا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تنظر النفساء اربعین یوماً الا ان تری الطهر قبل ذلک فان بلغت اربعین یوماً ولم تری الطهر فلتغتسل وبمنزلة المستحاضة. رواه ابن عدی وابن عساکر (زجاجة المصابیح ص ۱۵۴، ۱۵۵ باب الحیض)

چالیس دن سے کم مدت میں نفاس کا خون بند ہو جائے:

(سوال ۴۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی عورت کو زچگی ہوئی اور ایک ماہ میں نفاس سے پاک ہو گئی اب یہ عورت نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ اور اپنے خاوند سے ہم صحبت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں!

(الجواب) نفاس کی اقل مدت متعین نہیں ہے ہاں انتہائی مدت چالیس روز ہے۔ "فتاوی عالمگیری" میں ہے۔ اقل النفاس مایو جدو لو ساعة وعلیه الفتوی واکثره اربعون کذا فی السراجیة (ص ۳۷ ج ۱ الباب السادس فی الدماء المختصة بالنساء الفصل الثانی فی النفاس)

لہذا ایک ماہ کے اندر نفاس سے پاک ہو گئی ہے تو غسل کر کے نماز ادا کرے روزہ کا زمانہ ہو تو روزہ بھی رکھے اور زچگی کا یہ پہلا موقع ہو تو صحبت بھی درست ہے اور اگر پہلے کی عادت ایک ماہ سے زیادہ کی تھی اور اس وقت عادت سے پہلے خون موقوف ہو گیا ہے تو صحبت کی اجازت نہ ہوگی ولو انقطع دمها دون عادتها یکره قربانها حتی یمضی عادتها وعلیها ان تصلی وتصوم للاحتیاط هکذا فی التبیین. (فتاوی عالمگیری. ص ۳۹ ج ۱ الفصل الرابع فی احکام الحیض والنفاس والاستحاضة) فقط والله اعلم بالصواب.

حیض کا خون بند ہو جانے کے بعد پھر نظر آوے :

(سوال ۴۵) ماہواری ہر تین روز میں بند ہو جاتی ہے۔ پاک ہونے اور ۳/۴/۵/ وقت کی نماز پڑھنے کے بعد پھر ذرا خون نظر آتا ہے۔ اور کبھی تو نظر نہیں آتا۔ اب وہ نماز جو پڑھی ہے اس کی قضاء پڑھنی ہوگی؟ یا غسل دیر سے کرتی ہیں تو نمازیں جاتی ہیں اس کی قضاء پڑھنی ہوگی؟

(الجواب) جب کہ ہمیشہ کی عادت تین دن کی ہے۔ تین روز میں خون بند ہو جاتا ہے۔ تو خون بند ہوتے ہی غسل کر کے نماز کا وقت ہو تو نماز پڑھنا ضروری ہے۔[1] نہ پڑھی گئی تو قضاء لازم ہے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ جب تک خون آنے کا احتمال ہے شوہر سے نہ ملے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زچگی کے بعد کب غسل کیا جائے اور اس غسل میں پہلے پیٹھی لگانا کیسا ہے :

(سوال ۴۶) زچگی کے ایک مہینہ کے بعد اور پھر چالیس ۴۰ دن کے بعد غسل کرنے کا رواج ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اسی طرح پیٹھی لگانا یعنی غسل سے دو روز پہلے صبح وشام پورے بدن پر تین مرتبہ گیہوں کا آٹا اور ہلدی لگانا کیا یہ صحیح ہے؟ نفاس والی عورت کب اور کس طرح غسل کرے اسلامی طریقہ تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) نفاس کا خون بند ہونے پر غسل واجب ہے ویسے حالت نفاس میں ظاہری پاکیزگی اور صحت کے لئے روزانہ بھی غسل کیا جاسکتا ہے منع نہیں ہے۔ لیکن ایک مہینے کے ختم پر غسل کرنے کو مسنون اور حکم شرعی سمجھنا غلط ہے۔ چالیس ۴۰ روز سے پہلے جب بھی خون بند ہو جائے طہارت کی نیت سے غسل کر کے نماز شروع کر دینا ضروری ہے۔ اگر چالیس روز تک خون جاری رہا جو اس کی انتہائی مدت ہے تو چالیس روز پورے ہوتے ہی غسل کر کے نماز شروع کر دے۔[2] اس غسل کا کوئی جداگانہ طریقہ نہیں ہے پیٹھی لگا کر غسل کرنے کو مسنون اور ضروری سمجھنا غلط اور بے اصل ہے۔ بدن کی صفائی کے لئے مٹی یا صابون وغیرہ کسی بھی پاک چیز کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حیض کی اقل مدت تین دن ہیں اس سے کم جو خون آئے وہ استحاضہ ہے :

(سوال ۴۷) ایک عورت کو ہر تین ماہ پر خون آتا ہے پہلے پانچ دن کی عادت تھی لیکن اب ایک رات خون آ کر موقوف ہو جاتا ہے۔ بہشتی زیور میں مسئلہ ہے کہ تین دن اور تین رات سے کم جو خون آوے تو وہ حیض نہیں ہے بیماری کا خون ہے عورت مذکورہ کو جو خون آتا ہے اس کو کیا کہا جائے۔ حیض یا استحاضہ؟ عورت کی عمر ۴۵ سال ہے۔ نماز، تلاوت کے لئے کیا کیا جائے بینوا توجروا۔

(الجواب) تین دن اور تین رات سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں ہے ہدایہ میں ہے اقل الحیض ثلاثة ایام و ما نقص من ذلک فهو استحاضة (جلد اول ص ۵۴ باب الحیض والاستحاضة) فقط واللہ اعلم بالصواب.

---

(۱) وان انقطع لدون اقله تتوضؤ وتصلی فی آخر الوقت وان لأ قله فان لدون عادتها لم یحل وتغتسل وتصلی وتصوم احتیاطا وان لعادتها . درمختار علی هامش شامی باب الحیض.

(۲) قوله ولا حد لا قله . وذکر شیخ الاسلام فی مبسوطه اتفق اصحابنا علی ان اقل النفاس ما یوجد فانها کما ولدت اذا رأت الدم ساعة ثم انقطع الدم عنها فانها تصوم وتصلی وکان ما رأت نفاسا لا خلاف فی هذا بین اصحابنا . واکثره اربعون یوما . فکان اکثر مدة النفاس اربعین یوما. بحر الرائق باب الحیض ج ۱ ص ۲۱۹، ۲۲۰.

چند دن نفاس کا خون آیا پھر بند ہو گیا پھر تھوڑے دن آ کر بند ہو گیا تو کتنے ایام نفاس کے شمار ہوں گے:

(سوال ۴۸) ایک عورت کو نفاس اس طرح آتا ہے کہ چار روز آیا پھر بند ہو گیا پھر چار دن آیا پھر بند ہو گیا اسی طرح معاملہ رہتا ہے حتیٰ کہ چالیس ۴۰ روز ختم ہو جاتے ہیں تو جن دنوں میں خون نہیں آیا وہ دن طہارت کے شمار ہوں گے یا نفاس کے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں پورے چالیس ۴۰ روز نفاس کے شمار ہوں گے۔ درمیان کا زمانہ طہارت میں شمار نہ ہوگا۔ جب کہ چالیس روز کی عادت ہو چکی ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم۔

دم نفاس دس ۱۰ ابیس ۲۰ روز کے بعد بند ہو جائے تو کیا حکم ہے

(سوال ۴۹) ایک عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد دس ۱۰ یا بیس ۲۰ روز خون نفاس آیا اور پھر بند ہو گیا۔ تو کیا وہ عورت غسل کر کے اپنے شوہر سے ہمبستر ہو سکتی ہے؟

(الجواب) زیادہ سے زیادہ نفاس کی مدت چالیس روز ہیں اگر اس سے پہلے خون بند ہو جائے اور یہ پہلا بچہ ہے یا اس سے پہلے بچے ہوئے ہیں اور ابھی جتنے دن خون آیا ہے اس سے زیادہ خون نہیں آیا تھا تو اس صورت میں غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے اور ہمبستری بھی درست ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نفاس والی عورت کی عادت مختلف ہو تو اس کا کیا حکم ہے

(سوال ۵۰) کسی عورت کو پہلی بار پینتیس ۳۵ دن دوسری بار بتیس ۳۲ دن اور تیسری بار تیس ۳۰ دن نفاس کا خون جاری رہا تو تیسری بار وہ عورت کب سے پاک ہے اور شوہر اس سے صحبت کب سے کر سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں تیس ۳۰ دن کے بعد غسل کر کے نماز پڑھے رمضان ہو تو روزہ رکھے۔ لیکن صحبت مکروہ ہے ہاں بتیس ۳۲ دن کے بعد (جو اس کی عادت تھی) صحبت درست ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ ولو انقطع دما دون عادتها يكره قربانها حتیٰ يمضي عادتها وعليها ان تصلي وتصوم للاختياط هكذا في التبيين (ج ۱ ص ۳۹ الفصل الرابع في احكام الحيض والنفاس والا ستحاضة. فقط والله اعلم بالصواب.

---

(۱) لأن من اصله ان الدم اذا كان في اربعين فالطهر المتخلل فيه لا يفصل طال الطهر أو قصر حتى لورأت ساعة دما واربعين الا ساعتين طهراً ثم ساعة دما كان الا ربعون فله نفاساً بحر الرائق تحت قوله ولا حد لا قله باب الحيض ص ۲۱۹.

(۲) ولا حد لا قله اى النفاس وذكر شيخ الاسلام في مسبوطه اتفق اصحابنا على ان اقل النفاس ما يو جد فانها كما ولدت اذا رأت الدم ساعة ثم انقطع الدم عنها فانها تصوم وتصلي وكان مارأت نفاساً لا خلاف في هذا بين اصحابنا بحر الرائق باب الحيض ج ۱ ص ۲۱۹.

حائضہ مستحاضہ جنب نفاسہ کے احکام

حائضہ سے صحبت کرنے کا کیا حکم ہے

(سوال ۵۱) ایک حدیث نظر سے گذری جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حائضہ سے صحبت کرے تو نصف دینار خیرات کرے (مشکوٰۃ) اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حالت حیض میں صحبت کرنی ہو تو نصف دینار خیرات کر کے کرے، لہذا اس کی وضاحت فرما کر ممنون کریں۔

(الجواب) آپ نے حدیث کا جو مطلب سمجھا کہ حالت حیض میں نصف دینار خیرات کر کے صحبت کر سکتے ہیں یہ بالکل غلط ہے، نصف دینار خیرات کرنا بطور فیس کے نہیں بلکہ بطور جرمانہ اور سزا کے ہے اور غضب خداوندی سے بچنے کے لئے ہے، کتب فقہ میں ہے کہ کوئی رمضان المبارک میں حالت صوم میں صحبت کرے تو کفارہ لازم ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ روزہ کی حالت میں صحبت کرنی ہو تو کفارہ دے کر کر سکتے ہیں، سب کو معلوم ہے کہ حالت حیض میں صحبت حرام ہے، گندی اور پلیدی ہے اور سخت گناہ کا کام ہے اس کی حرمت قرآن سے ثابت ہے، خدائے پاک فرماتے ہیں۔ **یسئلونک عن المحیض قل ھو اذیً فاعتزلوا النسآء فی المحیض ولا تقربوھن حتیٰ یطھرن** (یعنی) اے نبی ﷺ یہ لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ گندی چیز ہے اور تم حالت حیض میں عورتوں سے دور رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، ان سے صحبت نہ کرو (سورہ بقرہ) حدیث میں سخت ممانعت وارد ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی حائضہ کے پاس یا عورت کے دبر میں یا کاہن کے پاس آوے تو وہ دین محمد ﷺ کا منکر ہے (باب الحیض الفصل الثانی عن ابی ہریرۃ ص ۵۶)

کتب فقہ میں صریح حرمت وارد ہے" مالا بدمنہ" کے الفاظ پڑھئے" وجماع در حیض ونفاس حرام است (یعنی) حالت حیض ونفاس میں جماع (صحبت) حرام ہے (ص ۱۷) اتنا ہی نہیں بلکہ ناف سے گھٹنے تک اس کے جسم کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست نہیں ہے، اور فقہاء نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ" حلال سمجھ کر صحبت کرنا کفر ہے (فتح القدیر ج ا ص ۱۵) (۱) اگر کسی بدنصیب سے یہ گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے تو بارگاہ خداوندی میں بقلب صمیم اور عجز وانکسار سے توبہ واستغفار واجب ہے، مزید براں حسب حیثیت صدقہ وخیرات کرے کہ قانون شکنی اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے غضب الٰہی جوش میں آ جاتا ہے وہ صدقہ سے ٹل جاتا ہے، ایک حدیث میں ہے **عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان دما احمر فدینار وان کان دما اصفر فنصف دینار** (ترجمہ) جب دم سرخ (یعنی ابتدا میں) یہ گندہ کام ہو جائے تو ایک دینار صدقہ کرے اور زرد خون میں ہو جائے تو نصف دینار دے (ترمذی شریف ج ا ص ۲۰ باب ماجآء فی الکفارۃ فی ذلک)۔ نوٹ:۔ ایک دینار ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) قولہ ولا یأتیھا زوجھا ولو اتاھا مستحلا کفر او عالما بالحرمۃ أتی کبیرۃ ووجبت التوبۃ ویتصدق بدینار او بنصفہ استحبابا الخ باب الحیض والاستحاضۃ

عورت حالت حیض میں وظائف واوراد پڑھ سکتی ہے.

(سوال ۵۲) عورت کے لئے حالت حیض میں نماز وتلاوت کی گنجائش نہیں مگر دیگر وظائف پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟
(الجواب) حالت حیض میں علاوہ نماز وتلاوت کے اوراد واذکار اور درود وظائف جاری رکھ سکتی ہے یہ جائز ہے منع نہیں بلکہ اس کے لئے مستحب ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کر کے مصلے پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی مقدار سبحانک استغفر الله الذی لا اله الاهو الحی القیوم پڑھے تو اس کے نامۂ اعمال میں ہزار رکعات لکھی جاتی ہیں اور ستر ہزار گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بڑھ جاتے ہیں اور استغفار کے ہر لفظ پر ایک نور ملتا ہے اور جسم کے ہر رگ کے عوض حج وعمرہ لکھے جاتے ہیں۔ (مجالس الابرار عربی ص ۵۶۷)(۱)

غیر مقلدین کے نزدیک ناپاک آدمی بغیر غسل کے قرآن شریف پکڑ سکتا ہے:

(سوال ۵۳) کیا غیر مقلدوں کے نزدیک ناپاک آدمی کے لئے بغیر غسل کے قرآن مجید کا اٹھانا اور ہاتھ لگانا جائز ہے؟
(الجواب) ہاں ان کے مذہبی پیشوا مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب اور مولانا نورالحسن خاں صاحب کی کتاب عرف الجادی میں ہے اگر چہ محدث راس مصحف جائز باشد (ص ۱۵) (دلیل الطالب علی ارجح المطالب ص ۲۵۲)

لڑکی حافظ ہوتے ہوئے بالغ ہو جائے آموختہ یاد رہے اس کی کوئی صورت ہے؟:

(سوال ۵۴) ایک لڑکی قرآن کریم کا حفظ کر رہی ہے وہ بالغہ ہوگئی اور اس کے ایام شروع ہوگئے۔ اب اس کی وجہ سے ہر مہینے آٹھ دن کا ناغہ ہوتا ہے بقیہ دنوں میں وہ قرآن پڑھ سکتی ہے مگر پریشانی یہ ہے کہ حفظ پورا کرنے کے لئے بہت وقت لگے گا۔ اور جب بیچ میں اتنے دن چھوٹ جاتے ہیں تو یاد کیا ہوا بھول جاتی ہے اور پھر دوبارہ یاد رکھنا پڑتا ہے تو ایسی کوئی صورت ہے کہ وہ اپنے حیض کے ایام میں تلاوت کر سکے تاکہ کم از کم پڑھا ہوا یاد رہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔
(الجواب) ایام کے زمانہ میں مذکورہ عذر کی وجہ سے قرآن شریف کے تلاوت کی اجازت نہیں ہوسکتی، یاد کیا ہوا بھول نہ جائے۔ اس کے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔
(۱) کپڑے وغیرہ سے قرآن شریف کھول کر بیٹھے اور قلم وغیرہ کسی چیز سے ورق پلٹائے۔ اور قرآن میں

---

(۱) اعمال نامہ میں ستر ہزار رکعات لکھنے الخ کی جو بات مفتی صاحب نے مجالس الابرار کے حوالے سے لکھی ہے یہ مجھے نہیں مل رہا تسبیح وتحلیل کے مستحب ہونے کا مسئلہ تو مولانا محمد یوسف بنوری نے معارف السنن میں عمدۃ القاری کے حوالے سے اس پر نقش کیا ہے وکذلک مذہب الجمہور العلماء من السلف والخلف أنہ لیس علی الحائض وضؤ ولا تسبیح ولا ذکر فی اوقات الصلاۃ ولا فی غیرھا وممن قال بھذا الاوزاعی والثوری وابو حنیفہ وأصحابہ والشافعی کمافی شرح المھذب (۲. ۳۵۳) غیر ان الحنفیۃ قالوا باستحباب الوضوء لوقت کل صلاۃ والقعود علی مصلاھا مسبحۃ ومھللۃ وصحح فی الظھریۃ انھا تجلس مقدار اداء فرض الصلاۃ کیلا تنسی العادۃ کما فی البحر الرائق ۱. ۱۹۳. وان کان لا اصل لہ علی ھذا الوجہ المخصوص قالہ فی شرح المھذب (۲. ۳۵۴) قال الراقم وفیما قالوا نظر آخر وھو ان الحدیث أنس اذا حاضت لم تصل ولم تصم یدل علی انہ لیس للمرأۃ أمر تکا فینی ھذا النقص فلو کان ھناک شئی یحیر الوھن لما لطف ذلک التعبیر وانظر عمدۃ (۲. ۱۳۲) معارف السنن باب ماجاء فی الحائض انھا لا تقضی الصلاۃ ج ۱ ص ۴۴۲)

دیکھ کر دل دل میں پڑھے۔زبان نہ ہلائے۔(۱)

(۲) کوئی تلاوت کررہا ہوتو اس کے پاس بیٹھ جائے اور سنتی رہے۔ سننے سے بھی یاد ہوجاتا ہے یہ دونوں طریقے جائز ہیں۔اور انشاء اللہ یاد کیا ہوا محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہوں گے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔۱۹ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ۔

جنابت کی حالت میں سونا:

(سوال ۵۵)ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے ایک شخص کے لڑکے لڑکیاں سیانے ہوگئے ہیں اور اس کا مکان بہت چھوٹا ہے تمام بچے اسی مکان میں رہتے ہیں ...... کبھی وہ اور اس کی اہلیہ مباشرت کرتے ہیں۔مگر مکان کے تنگ اور بچوں کے بیدار ہوجانے کی وجہ سے شرم وحیاء لاحق ہونے کی بنا پر وہ رات کو غسل نہیں کرتے صرف تیمم پر اکتفاء کرتے ہیں اور صبح کو پہلی فرصت میں غسل کرتے ہیں تو یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ یہ بھی خیال رہے کہ اگر اس طرح نہ کیا جائے تو صحبت اور مباشرت کی کوئی سبیل نہیں امید کہ جواب عنایت فرمائیں گے۔بینوا توجروا۔

(الجواب)رات کو جماع کے بعد ظاہری نجاست دھوکر وضو کرکے سوجائے۔(۲) مگر نماز فجر سے پہلے غسل کرکے نماز ادا کرنا ضروری ہے۔نماز قضا کرنا جائز نہیں۔ایسی حیاء شرم جائز نہیں جس کی وجہ سے فرض نماز قضا ہوجائے رات کو کسی وقت بھی غسل کرلیا جائے یا پھر دن کو جس وقت بچے نہ ہوں صحبت کا وقت نکال لیا جائے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔یکم محرم الحرام ۱۳۹۷ھ۔

---

(۱) ولا یکرہ النظر الیہ ای القرآن لجنب وحائض ونفساء لأن الجنابة لاتحل العین درمختار علی ھامش شامی ج۔۱ ص ۱۷۴ .

(۲) عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یتوضأ قبل ان ینام وعن ابن عمر انہ سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اینام احدنا وھو جنب قال نعم اذا توضأ ترمذی باب فی الجنب ینام قبل ان یغتسل ج ۱ ص ۳۲

ما يتعلق بالنجاسة و احكامها

(سوال) جنبی آدمی اپنے ہاتھ سے کوئی چیز جیب میں رکھے تو اس کو دھونا ضروری ہے؟
(الجواب) حالت جنابت میں ہاتھ سے جیب میں رکھی ہوئی چیز کو دھونا ضروری نہیں ۔(۱)
(سوال) عورت ریشمی کرتہ۔ ازار، اوڑھنی، سربند وغیرہ ریشمی کپڑے پہن کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟
(جواب) جائز ہے منع نہیں ۔(۲)

غیر مسلم کے گھر میں گوبر سے لیپی ہوئی جگہ پر نماز پڑھنا:

(سوال ۵۶) میری ملازمت سرکاری ہے۔ گاؤں گاؤں گھومنا پڑتا ہے۔ بعض جگہوں پر مسجد یا مسلمانوں کے گھر گوبر سے لیپے ہوئے ہوتے ہیں تو ایسی جگہ پر مصلی بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
(الجواب) گوبر سے لیپی ہوئی خشک جگہ پر پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ جائز ہے، نماز صحیح ہوجائے گی۔ و كذا الثواب اذا فرش على النجاسة اليا بسة فان كان رقيقاً يشف ما تحته او توجد منه رائحة النجاسة على تقدير ان رائحة لا تجوز الصلوة عليه و ان كان غليظاً بحيث لا يكون كذلك جازت (شامی ج ۱ ص ۵۱۲ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها تحت قوله مبسوط على نجس الخ) فقط و الله اعلم بالصواب.

شطرنجی کا ایک کونہ ناپاک ہے:

(سوال ۵۷) مکان کے دیوان خانے میں فرش (شطرنجی) بچھا رہتا ہے۔ اس کے ایک کونے پر بچہ نے پیشاب کیا ہو تو دوسرے کونے پر کپڑا بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
(الجواب) صورت مسئولہ میں فرش کے دوسرے پاک کونے پر کپڑا بچھائے یا نہ بچھائے، نماز بلا حرج کے ادا ہوجائے گی (قوله ومكانه) فلا تمنع النجاسة فى طرف البساط ولو صغيراً فى الا صح (شامی ج ۱ ص ۳۷۴ باب شروط الصلاة) فقط و الله اعلم بالصواب۔

مرغی ذبح کر کے بال چمڑا نکالنے کے لئے گرم پانی میں ڈالنا کیسا ہے:

(سوال ۵۸) ایک مسلم نے مرغی ذبح کی پھر اس میں سے خراب اشیاء نکال کر اس کو کھولتے ہوئے گرم پانی میں ڈال کر اس کے بال و پر صاف کئے تو یہ مرغی کھانا حلال ہے یا حرام؟

---

(۱) عن أبي هريرة قال لقيني رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا جنب فاخذ بيدى فمشيت معه حتىٰ قعد فانسللت فاتيت الرجل فاغتسلت ثم جئت وهو قاعد فقال اين كنت يا ابا هريرة فقلت له فقال سبحان الله ان المؤمن لا ينجس. مشكوة باب مخالطة الجنب وما يباح له ص ۴۹.
(۲) حرم للرجل لا للمرأة لبس الحرير الا قدر اربع اصابع يعني يحرم على الرجل لا على المرأة لبس الحرير بحر الرائق كتاب الكراهية فصل في اللبس ج ۸ ص ۱۸۹.

نوٹ: ذبح کرنے کے بعد چمڑا اتارنے میں دیر ہوتی ہے اور گرم پانی میں ڈالنے سے فوراً نکالتے ہیں۔

(الجواب) ہاں! مرغی ذبح کر کے نجاست دور کر کے گرم پانی میں ڈالی جائے تو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ نجاست اور غلاظت دور کئے بغیر کھولتے ہوئے گرم پانی میں کچھ وقت تک ڈالتے رکھنے سے مرغی ناپاک ہو جاتی ہے۔ مفتی بہ قول کے مطابق دھونے سے بھی پاک نہ ہوگی۔ طحطاوی میں ہے۔ وکذا دجاجة ملقاة حالة غلی للنتف قبل شقها (قوله کذا دجاجة الخ) قال فی الفتح ولو القیت دجاجة حال الغلیان فی الماء قبل ان یشق بطنها لنتف او کرش قبل الغسل لا یطهر ابداً الخ (طحطاوی ج ۱ ص ۲۴۹ باب الا نجاس)

نجس چیز میں جوش دی ہوئی چیز:

(سوال ۵۹) ہلدی کے ٹکڑے گائے بیل کے پیشاب میں یا گوبر میں ڈال کر جوش دے کر مٹی سے صاف کر کے دھوپ میں سکھائے جائیں تو پاک ہیں یا ناپاک؟

(الجواب) گوبر وغیرہ نجس چیز میں جوش دیئے ہوئے ہلدی کے ٹکڑے دھونے اور دھوپ میں رکھنے سے پاک نہ ہوں گے۔ حنطة طبخت فی خمر لا تطهر ابداً به یفتی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۰۹ باب الا نجاس)

کاغذ پر بول و براز کرنا کیسا ہے:

(سوال ۶۰) بمبئی میں عام رواج ہے کہ والدہ چھوٹے بچوں کو کاغذ بچھا کر پیشاب پائخانہ کے لئے بٹھاتی ہیں تو اس پر پیشاب، پائخانہ کرانا جائز ہے یا نہیں؟ سادہ کاغذ پر بول و براز کرانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مذکور رواج غلط ہے، اس کا ترک ضروری ہے کاغذ لکھا ہوا ہو یا کورا بہر صورت اس پر پیشاب وغیرہ ممنوع ہے۔ کہ کاغذ حصول علم کا ذریعہ ہے اس بناء پر قابل احترام ہے۔ وکذا ورق الکتابة لصقالته وتقومه وله احترام ایضاً لکونه آلة لکتابة العلم ولذا علله فی التتارخانیة بان تعظیمه من ادب الدین الخ.

ترجمہ: یعنی جو حال درخت کے پتوں کا ہے وہی حال کاغذ کا ہے۔ یعنی کاغذ بھی پتوں کی طرح چکنا ہے۔ (نجاست دور نہ کرے گا بلکہ اور بھی پھیلا دے گا) اور قیمتی بھی ہے اور شریعت میں اس کی حرمت بھی ہے اس لئے کہ وہ علم کا آلہ ہے۔ (شامی ج ۱ ص ۳۱۵ فصل فی الاستنجاء) فقط واللہ اعلم بالصواب.

گوبر سکھا کر جلایا جائے اور وہ راکھ بن جائے تو وہ راکھ پاک ہے یا ناپاک:

(سوال ۶۱) ہمارے یہاں گوبر کو سکھا کر جلاتے ہیں جب وہ جل کر راکھ بن جائے تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) گوبر جب جل کر راکھ ہو جائے تو اس کی حقیقت، ماہیت نام اور صفت وغیرہ سب بدل جاتا ہے۔ لہذا راکھ پاک سمجھی جائے گی۔ لا یکون نجسا رماد قذر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۰۱ باب الانجاس) فقط واللہ اعلم بالصواب.

گوبر کو مٹی کے گارے میں ضرورۃً ملانا جائز ہے یا نہیں:

(سوال ۶۲) دیہات میں عام طور پر غریب لوگ رہتے ہیں۔ مکان کا فرش کچا ہوتا ہے۔ پتھر بچھانے کی استطاعت نہیں ہوتی اس لئے مٹی کے گارے میں گوبر ملا کر لیپتے ہیں گوبر نہ ملایا جائے تو فرش پھٹ جاتا ہے۔ اس لئے گوبر ملایا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسی صورت میں گوبر ملایا جاسکتا ہے کہ مجبوری ہے وفی البحر نقلاً عن التجنیس اذا نزح الماء النجس من البئر یکرہ ان یبل به الطین ویطین المسجد او ارضه بخلاف السرقین اذا جعل فی الطین لان فی ذلک ضرورۃً لانه لا یتهیأ الا بذلک انتهی (فتاویٰ خیریه ج ۱ ص ۳ کتاب الطهارة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صابون میں خنزیر کی چربی ہو تو وہ صابون پاک ہے یا ناپاک:

(سوال ۶۳) خنزیر کی چربی صابون میں پڑی ہو تو اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) خنزیر کی چربی صابون میں پڑنے کے بعد اس کی ذات اور حقیقت بدل جاتی ہے۔ نیز اس میں عموم بلویٰ بھی ہے اس لئے جائز الاستعمال ہے۔

ویطهر زیت نجس بجعله (صابوناً) به یفتیٰ للبلویٰ الخ (درمختار وعبارة المجتبیٰ جعل الدهن النجس فی صابون یفتی بطهارته لانه تغیر و التغیر یطهر عند محمد رحمه الله ویفتی به للبلویٰ اه .(الی قوله) ثم رأیت فی شرح المنیة ما یؤ ید الاول حیث قال وعلیه یتفرع ما لو وقع انسان او کلب فی قدر الصابون فصار صابوناً یکون طاهراً لتبدل الحقیقة اه ثم اعلم ان العلة عند محمد رحمه الله هی التغیر و انقلاب الحقیقة وانه یفتیٰ به للبلویٰ کما علم مما مر (درمختار وشامی ج ۱ ص ۲۹۱ باب الانجاس)

(لا) یکون نجساً (رمادقذر) (ولا ملح کان حماراً) او خنزیراً ولا قذر وقع فی بئر فصار حمأۃ لانقلاب العین به یفتیٰ (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۳۰۱ کتاب الطهارة باب الانجاس) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مقتدی کی قے سے امام کے کپڑے خراب ہو جائیں تو کیا حکم ہے:

(سوال ۶۴) کل مغرب کے نماز میں مقتدیوں میں سے ایک مقتدی کو جو بالکل امام کے پیچھے شریک جماعت تھا منہ بھر کر بہت تیزی سے قے ہوئی جس کی وجہ سے حالت نماز ہی میں امام صاحب کا کرتا، پیر، مصلّٰی وغیرہ قے میں ملوث ہوگیا۔ کپڑے پر لگی ہوئی قے مقدار درہم سے زیادہ ہے۔ صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی یا اعادہ کی ضرورت ہے؟ بینوا توجروا۔ ۹۶/۶/۲۹ھ

(الجواب) قے جو منہ بھر کر ہو وہ نجاست غلیظہ ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے (والقیٔ ملٔ الفم ونجاستها غلیظة

بالا تفاق ۱۵ ص ۸۹ باب الا نجاس والطهارة عنها) بقدر درہم معاف ہے درہم سے زیادہ ہوتو نماز نہ ہوگی۔ نجاست دور کر کے دوبارہ نماز پڑھنی ہوگی۔ جسم دار نجاست میں وزن کا اعتبار ہے۔ اور پتلی ہوتو مساحت (پھیلاؤ) کا اعتبار ہوگا۔ یعنی بقدر کف دست (ہتھیلی) معاف ہے اس سے زیادہ معاف نہیں۔ ہدایہ میں ہے۔ وقدر الدرهم وما دونه من النجس المغلظ .الى قوله. جازت الصلوة معه وان ذاد لم تجز. (ج ا ص ۵۸ باب الا نجاس)

مالا بدمنہ میں ہے۔ مسئلہ نجاست غلیظ مقدار درہم یعنی مساحت عرض کف در رقیق ومقدار چہار نیم ماشہ در غلیظ عفواست۔ لیکن آب راافاسد کند (ص ۱۹ فصل در نجاسات) اور مقدار کف دست کی پہچان یہ ہے ہاتھ میں پانی لیا ئے پھر ہاتھ کو پھیلا دیا جائے ہتھیلی کی جتنی جگہ میں پانی بچ جائے وہ جگہ مقدار کف دست ہے۔ (قوله وهو داخل مفاصل اصابع اليد) قال مثلاً مسكين وطريق معرفته ان تغرف الماء باليد ثم تبسط فما بقي من الماء فهو مقدار الكف (شامي ج ا ص ۲۹۳ باب الا نجاس) فقط والله اعلم بالصواب.

جو کاغذ استنجاء کے لئے تیار کیا جاتا ہے اس سے استنجاء کرنا جائز ہے یا نہیں:

(سوال ۶۵) کاغذ سے استنجاء کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے ملک میں استنجاء کے لئے خاص ایک قسم کا کاغذ تیار کیا جاتا ہے اس کا استعمال درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ کنیڈا

(الجواب) کاغذ سے استنجاء جائز نہیں اور جو کاغذ خاص استنجاء کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کے استعمال کی بھی عام اجازت نہیں۔ ہاں بوقت مجبوری مثلاً ہوائی جہاز میں پانی نہ ملتا ہو اور وہاں انسان اس سے استنجاء کرنے پر مجبور ہو جاتا ہو تو ایسے وقت استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۳ اردو۔ (۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رقیق نجاست غلیظہ کی مقدار عفو اور معافی کا مطلب:

(سوال ۶۶) آپ کی تصنیف فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم ص ۲۶۳ ص ۲۶۴ پر مذی کا مسئلہ ہے، (۲) اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر مذی کم مقدار ہو تو دھونا واجب نہیں بہتر ہے، اور اگر زیادہ مقدار ہو تو دھونا ضروری ہو جاتا ہے تو میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ زیادہ مقدار اور کم مقدار کا کیسے اندازہ لگایا جائے کہ یہ کم مقدار ہے اور یہ زیادہ مقدار ہے اس کی صورت تحریر فرما کر بندہ کو ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا

(الجواب) مذی ایسی نجاست غلیظہ ہے جو بہنے والی ہے اور وہ نجاست غلیظہ جو بہنے والی ہو وہ مساحت کف یعنی ہتھیلی کے گڑھے کے برابر (ایک روپیہ کے سکہ کے برابر) معاف ہے، لہذا مذی مساحت کف کے بقدر یا اس سے کم ہو تو اسے کم مقدار کہا جائے گا اور اگر مساحت کف سے زیادہ ہو تو اسے کثیر مقدار کہا جائے گا، اس لئے کہ اگر مذی کپڑے پر

---

(۱) جدید ترتیب میں اسی باب میں، کاغذ پر بول وبراز کرنا کیسا ہے، کے عنوان سے دیکھیں ص ۵۲۔ از مرتب) رہا اس کاغذ کا مسئلہ جو استنجاء کرنے کے تیار کئے جاتے ہیں اس پر استنجاء بلا کسی کراہت کے ہر جگہ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ لکھائی کے لئے نہیں اور نہ ہی اس پر لکھائی ہو سکتی ہے عرف عام میں اسے ٹشو پیپر کہتے ہیں. واذا كانت العلة في الا بيض كونه آلة للكتابة كما ذكر ناه يوخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها اذا كان قالعا للنجاسة غير متقوم كما قدمناه من جوازه بالخرق البوالي .شامي فصل في الاستنجاء ج. ا ص ۳۴۰.

(۲) جدید ترتیب میں نواقض الوضوء کے باب میں خروج مذی ناقض وضو ہے کے عنوان سے دیکھئے۔ ص ۲۳ ح

لگی ہو اور پھیلاؤ میں مساحت کف سے کم ہے اور کسی وجہ سے اس کے ساتھ نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی، اعادہ (دہرانے) کی ضرورت نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے **وعفی قدر الدرھم وزنا فی المتجسدة وھو عشرون قیر اطاو مساحة فی المائعة وھو قدر مقعر الکف فذاک عفو من النجاسة المغلظة (مرقی الفلاح مع طحطاوی باب الانجاس والطھارة عنھا ص ۸۴)**

اور معافی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ نماز پڑھ لی اور بعد میں اس قلیل نجاست کا علم ہوا تو نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے اور نماز کے دوران اس نجاست کا علم ہوا اور نماز توڑنے میں جماعت فوت ہونے کا خوف ہو تو نماز نہ توڑے، اور اگر جماعت فوت ہونے کا خوف نہ ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور قضاء ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ نماز توڑ دے اور نجاست زائل کر کے نماز پڑھے، قضا ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز نہ توڑے، معافی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دھونے کو ضروری نہ سمجھے بلکہ اولین فرصت میں اسے دھو لینا چاہئے۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے **(قولہ وعفی قدر الدرھم) ای عفا الشارع عن ذلک والمراد عفا عن الفساد بہ والا فکراھة التحریم باقیة اجماعاً ان بلغت الدرھم وتنزیھاً ان لم تبلغ وفرعوا علی ذلک ما لو علم قلیل نجاسة علیہ وھو فی الصلاة ففی الدرھم یجب قطع الصلوة وغسلھا ولو خاف فوت الجماعة وفی الثانی یکون ذلک افضل مالم یخف فوت الجماعة بان لا یدرک جماعة اخری والا مضی علی صلوتہ لان الجماعة اقوی کما یمضی فی المسئلتین اذا خاف فوت الوقت لان التفویت حرام ولا مھرب من الکراھة الی الحرام افادہ الحلبی وغیرہ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۸۴ حوالہ بالا) فقط واللہ اعلم بالصواب.**

چھوٹے بچے کی قے کا حکم:

(سوال ۶۷) چھوٹے شیر خوار بچے کی قے پاک ہے یا ناپاک؟ اگر ناپاک ہے تو غلیظہ ہے یا خفیفہ؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) چھوٹا شیر خوار بچہ یا بڑا آدمی اگر منہ بھر قے کرے تو وہ ناپاک ہے اور نجاست غلیظہ ہے کپڑے پر یا بدن پر لگ جائے تو دھونا ضروری ہے، البتہ اگر منہ بھر نہ ہو تھوڑی سی قے ہوئی جس سے وضو نہیں ٹوٹتا تو وہ ناپاک نہیں۔

مراقی الفلاح میں ہے۔ **(ما ینقض الوضوء بخروجہ من بدن الانسان) کالدم السائل والمنی والمذی والودی والاستحاضة والقیٔ ملء الفم ونجاستھا غلیظة بالاتفاق لعدم معارض دلیل نجاستھا عندہ (مراقی الفلاح ص ۸۳ باب الانجاس) واما مالا ینقض کالقیٔ الذی لم یملأ الفم وما یسل من نحو الدم فطاھر علی الصحیح. (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۸۳)**

بہشتی زیور میں ہے۔ مسئلہ:۔ چھوٹا بچہ جو دودھ ڈالتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر منہ بھر نہ ہو تو نجس نہیں ہے اور جب منہ بھر ہو تو نجس ہے اگر بے دھوئے نماز پڑھے گی تو نماز نہ ہوگی، حاشیہ میں ہے **وینقضہ قیٔ ملأفاہ من مرة او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر وھو نجس ومغلظ ولو من صبی ساعة ارضاعہ وھو الصحیح. دربحذف ج ۱ ص ۱۴۳ (بھشتی زیور ص ۱۵ حصہ اول** وضو توڑنے والی

چیزوں کا بیان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دودھ پینے والے بچوں کے پیشاب کا حکم اور پیشاب سے نہ بچنے پر وعید:

(سوال ۶۸) ہمارے یہاں عورتوں میں مشہور ہے کہ چھوٹا بچہ جو صرف دودھ پیتا ہو غذا کھانا شروع نہ کی ہو وہ بچہ چاہے لڑکی ہو یا لڑکا اس کا پیشاب ناپاک نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ چھوٹے بچے اگر کپڑوں پر پیشاب کر دیتے ہیں تو بچہ کی ماں بہن وغیرہ اس کے دھونے کو ضروری نہیں سمجھتیں کیا یہ صحیح ہے، آپ مدلل اور مفصل وضاحت فرمائیں تا کہ یہاں لوگوں کو بتلا دیا جائے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ خیال بالکل غلط ہے ایسے شیر خوار بچہ (لڑکا ہو یا لڑکی) کا پیشاب ناپاک ہے، اور فقہاء نے اس کو نجاست غلیظہ میں شمار کیا ہے، لہذا اگر بچہ کپڑے پر پیشاب کر دے تو اس کا دھونا ضروری ہے اگر بدن پر لگ گیا ہو تو بدن پاک کرنا بھی ضروری ہے اگر کپڑا اور بدن پاک کئے بغیر نماز پڑھی جائے گی تو نماز صحیح نہ ہوگی لوٹانا ضروری ہوگا۔ درمختار میں ہے **وعفی الشارع...... (وعرض مقعر الکف...... فی رقیق من المغلظة(و بول غیر ما کول ولو من صغیر لم یطعم)(قوله لم یطعم) بفتح الیاء ای لم یا کل فلا بدمن غسله (درمختاروشامی ص ۲۹۳، ص ۲۹۴ ج ا باب الانجاس)** یعنی وہ نجاست غلیظہ جو بہنے والی ہو پھیلاؤ میں ہتھیلی کی مقدار (روپے کی مقدار) معاف ہے جیسے......اور غیر ماکول اللحم حیوان کا پیشاب اگر چہ ایسے چھوٹے بچے کا پیشاب ہو جس نے کھانا شروع نہ کیا ہو...... (درمختاروشامی)

مراقی الفلاح میں ہے **(فالغلیظة)...... (وبول مالا یو کل) لحمه کالآدمی ولو رضیعاً (قوله ولو رضیعاً)لم یطعم سواء کان ذکرا او انثی مراقی الفلاح علی هامش طحطاوی باب الا نجاس والطهارة عنها ص ۸۲.** یعنی نجاست غلیظہ جیسے شراب......اوران جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے آدمی کا پیشاب اگر چہ چھوٹے دودھ پیتے بچہ کا پیشاب ہو جو کھاتا نہیں ہے چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۸۳ باب الانجاس والطہارۃ عنہا)

عالمگیری میں ہے **وکذلک (من النجاسة المغلظة) بول الصغیر والصغیرة اکلا اولا کذا فی الا ختیار شرح المختار** یعنی چھوٹے لڑکے اور لڑکی کا پیشاب، اس نے کھانا شروع کیا ہو یا نہ کیا ہو نجاست غلیظہ ہے (عالمگیری ص ۲۸ ج ۱، الباب السابع فی النجاسات واحکامہا الفصل الثانی)

ہدایہ اولین میں ہے **وقدر الدرهم وما دونه من النجس المغلظ کالدم والبول والخمر،** حاشیہ میں ہے **(قوله والبول ولو من صغیر لم یا کل ، ملتقی الا بحر)** یعنی نجاست غلیظہ (جو بہنے والی ہو پھیلاؤ میں) ایک درہم کی مقدار یا اس سے کم ہو تو معاف ہے جیسے خون پیشاب اور شراب، حاشیہ میں بحوالہ ملتقی الا بحر ہے، پیشاب چاہے ایسے چھوٹے بچہ کا ہو جو کھاتا نہ ہو (**ھدایه اولین باب النجاسة وتطهیرها ج ا ص ۵۸ حاشیه نمبر ۱۳**)

مجمع الانہر میں ہے **(والبول من حیوان لا یو کل) اوانسان (ولو من صغیر لم یا کل) (قوله**

والبول ولو من صغير لم يا كل) لا طلاق قوله صلى الله عليه وسلم استنزهوا عن البول ، الحديث،
یعنی غیر ماکول اللحم حیوان یا انسان کا پیشاب (نجاست غلیظہ ہے اور دھونا ضروری ہے) چاہے ایسے بچہ کا ہو جو کھاتا نہ ہو
اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد استنزهوا عن البول (پیشاب سے بچو) مطلق ہے (ہر ایک کے پیشاب
کو شامل ہے۔) (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر. ج ۱ ص ۶۲ باب الانجاس)
بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ: چھوٹے دودھ پیتے بچہ کا پیشاب، پاخانہ بھی نجاست غلیظہ ہے۔ (بہشتی زیور
ص احصہ دوم)

پیشاب سے بچنے کا بہت اہتمام کرنا چاہئے احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ قبر کا
عام عذاب پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے، ایک حدیث میں ہے عن ابن عباس رضي الله عنهما قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عامة عذاب القبر في البول فاستنزهوا من البول ،رواه البزاز
والطبراني في الكبير حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قبر کا
عام عذاب پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا پیشاب سے بچو (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۸۴ باب الا ستنزاه من
البول والا حترازمنه لما فيه من العذاب)

حدیث میں ہے عن معاذ بن جبل عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان يستنزه من البول
ويامرا صحابه بذلك قال معاذ ان عامة عذاب القبر من البول . رواه الطبراني في الكبير حضرت
معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پیشاب سے بچتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم فرماتے تھے
حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ قبر کا عام عذاب پیشاب ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۸۵)

حدیث میں ہے: عن ابي امامة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اتقوا البول فانه اول
مايحاسب به العبد في القبر رواه الطبراني في الكبير حضرت ابوامامہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ
آپ نے ارشاد فرمایا، پیشاب سے بچو، قبر میں سب سے پہلے بندہ سے پیشاب کے متعلق حساب ہوگا۔ (مجمع الزوائد
ص ۸۵ ج ۱)

حدیث میں ہے عن ميمونة بنت سعد رضي الله عنها انها قالت يا رسول الله افتنامم عذاب
القبر.قال من اثر البول ، رواه الطبراني في الكبير حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول
اللہ ہمیں یہ بتلایئے کہ قبر کا عذاب کس چیز سے ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پیشاب کے اثر (چھینٹوں) سے (مجمع
الزوائد ص ۸۵ ج ۱)

ترمذی شریف میں ہے عن ابن عباس رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم مر علىٰ
قبرين فقال انهما يعذبان وما يعذبان في كبير اما هذا فكان لا يستتر من بوله واما هذا فكان يمشي
بالنميمة. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے آپ
نے فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو بہت بڑی چیز کے بارے میں عذاب نہیں ہو رہا ہے، ان
میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۱ باب التشديد

فی البول) (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲ باب آداب الخلاء)

قولہ وما یعذبآن فی کبیر .. ان کو بڑی چیز کے بارے میں عذاب نہیں ہورہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایسی نہیں ہیں کہ ان سے بچنا بہت مشکل ہو آسانی بچ سکتے تھے، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ چغل خوری اور پیشاب سے نہ بچنے کی دین میں اہمیت نہیں ہے اور یہ بڑا گناہ نہیں ہے، التعلیق الصبیح میں ہے قولہ وما یعذبان فی کبیر ای امر شاق علیھما قال اللہ تعالی وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین ای شاقۃ والمعنی انھما یعذبان فیما لم یکبر علیھما ترکہ ولا یجوز ان یحمل علی ان الامرفی النمیمۃ وترک التنزہ عن البول لیس بکبیرفی حق الدین کذا فی شرح المصا بیح للتور بشتی (التعلیق الصبیح ص ۱۹۲، ص ۱۹۳ ج ۱) (مرقاۃ ص ۳۴۹ ج ۱ ملتانی)

پیشاب اور چغل خوری کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے اس میں کیا مناسبت ہے؟ اس کے متعلق التعلیق الصبیح میں بحوالہ فتح الباری شرح صحیح بخاری بڑی عمدہ بات لکھی ہے (لطیفۃ) ابدی بعضھم للجمع بین ھاتین الخصلتین مناسبۃ وھی ان البرزخ مقدمۃ للاخرۃ واول ما یقضی بہ یوم القیامۃ من حقوق اللہ تعالیٰ الصلوٰۃ ومن حقوق العباد الدماء ومفتاح الصلوٰۃ التطھیرمن الحدث والخبث ومفتاح الدماء الغیبۃ والسعی بین الناس بالنمیمۃ ینشر الفتن التی یسفک بسببھا الدماء کذا فی فتح الباری فی باب النمیمۃ من الکبائر من ابواب الادب.

مذکورہ عبارت کا خلاصہ اور مطلب یہ ہے کہ عالم برزخ عالم آخرت کا مقدمہ ہے، (آخرت کی پہلی منزل ہے) اور قیامت کے دن حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا اور حقوق العباد میں خون (ناحق کسی کے خون بہانے) کا حساب اور فیصلہ ہوگا، اور نماز کی کنجی ناپاکی سے (نجاست حقیقی ہو یا نجاست حکمی) پاکی حاصل کرنا ہے (پاکی کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے تو تطہیر نماز کا مقدمہ ہے) اور ناحق قتل بہانے کا (عمومی) سبب غیبت اور لوگوں کے درمیان چغل خوری کرنا ہے (تو غیبت اور چغل خوری ناحق خون بہانے کا مقدمہ ہے) اس مناسبت سے قبر (عالم برزخ) میں ان دونوں چیزوں سے نہ بچنے پر عذاب ہوتا ہے (التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۳ ج ۱)

مجمع الزوائد کی ایک اور حدیث ملاحظہ ہو عن شفی بن ماتع الاصباحی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اربعۃ یوذون اھل النار علی ما بھم من الاذی یسعون بین الحمیم والجحیم یدعون بالویل والثبور یقول اھل النار بعضھم لبعض ما بال ھو لاء قد آذونا علی ما بنا من الاذی قال فرجل مغلق علیہ تابوت من جمرو رجل یجرا معاء ہ ورجل یسیل فوہ قیحاً ودماً ورجل یاکل لحمۃ قال فیقال لصاحب التابوت ما بال الابعد قد آذانا علی ما بنا من الاذی قال فیقول ان الابعد مات وفی عنقہ اموال الناس ما یجد لھا قضا اووفاء ثم قال للذی یجر امعاء ہ مابال الابعد قد آذانا علی ما بنامن الاذی فقال ان الابعد کان لا یبالی این اصابہ البول منہ لا یغسلہ ثم قال یسیل فوہ قیحا ودماً ما بال الابعد قد آذانا علی ما بنامن الاذی فیقول ان الابعد کان یا کل لحم الناس رواہ الطبرانی.

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے:۔ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جہنم میں چار قسم کے لوگ ہوں گے

دوسرے جہنمی ان سے پریشان ہوں گے اور ایک دوسرے سے کہتے ہوں گے کہ ہم خود تکلیف میں مبتلا ہیں انہوں نے اپنی ہائے پکار سے ہماری تکلیف میں اضافہ کر رکھا ہے، ان میں سے ایک شخص انگاروں کے تابوت میں بند ہوگا، اور ایک شخص اپنی آنتیں کھینچتے ہوئے چلتا ہوگا اور ایک شخص کے منہ سے خون اور پیپ بہہ رہا ہوگا، اور ایک شخص اپنا گوشت کھا رہا ہوگا، جو شخص انگاروں کے تابوت میں بند ہوگا اس کے اس عذاب کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذمہ لوگوں کے مال تھے (اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا) اور اپنے پیچھے کچھ نہیں چھوڑا کہ جس سے لوگوں کا مال ادا کر دیا جاتا، اور جو شخص اپنی آنتیں کھینچ رہا ہوگا اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس کو پیشاب لگ جاتا تو اس کی پرواہ نہ کرتا اور نہ اسے دھوتا، اور جس کے منہ سے خون اور پیپ بہہ رہا ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کا گوشت کھاتا تھا۔ (باب الا ستنزاہ من البول والا حتراز منه' لمافیه من العذاب مجمع الزوائد ص ۸۴ ج ۱ ص ۸۵)

ان تمام احادیث کو مدنظر رکھا جائے اور پاکی کا پورا اہتمام کیا جائے پیشاب لگ جانے کو ہلکا سمجھنا اور اس کو دھونے کا اہتمام نہ کرنا بہت سخت گناہ ہے، استنجاء بھی اس طرح کیا جائے کہ پیشاب کے چھینٹیں نہ اڑیں اور قطرے بدن اور کپڑے پر نہ لگیں، قطرے بند ہونے کی جو تدبیریں ہیں مثلاً چلنا، کھنکھارنا، کلوخ (ڈھیلا) استعمال کرنا، تجربہ سے جو مفید معلوم ہوا سے اختیار کرے تاکہ دل بالکل مطمئن ہو جائے، غرض کہ اس سلسلہ میں بڑے اہتمام اور توجہ وفکر کی ضرورت ہے۔ اسے ہلکا ہرگز نہ سمجھا جائے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گوبر اور پاخانہ کا گیس پاک ہے یا ناپاک؟ اور اس پر کھانا پکانا کیسا ہے:

(سوال ۶۹) گوبر یا پاخانہ کے گیس پر کھانا پکانا کیسا ہے؟ اس گیس کو استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور یہ گیس پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) گیس بن جانے میں ماہیت بدل جاتی ہے اور جب کہ اوپلے (چھانے) سے گوبر کی صورت میں جلا کر کھانا پکایا جاتا ہے تو اس میں (گیس میں) نادرست ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اور فقہاء کا انسانی پیٹ سے نکلنے والی ہوا (گیس) کو پاک کہنا اس گیس کے پاک ہونے کی واضح دلیل ہے، مراقی الفلاح میں ہے وانما قیدناہ من (نجس) لان الریح طاهر علی الصحیح والاستنجاء منه بدعة (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۵ فصل فی الاستنجاء) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرغی ذبح کر کے کتنی دیر تک کھولتے ہوئے پانی میں ڈالے رکھنے سے ناپاک ہوتی ہے:

(سوال ۷۰) محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب مدظلہم بعد سلام مسنون! فتاوی رحیمیہ اردو جلد چہارم ص ۵۲ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے "مرغی ذبح کر کے نجاست اور غلاظت دور کئے بغیر کھولتے ہوئے گرم پانی میں کچھ وقت تک ڈالے رکھنے سے مرغی ناپاک ہو جاتی ہے، مفتی بہ قول کے مطابق دھونے سے بھی پاک نہ ہوگی، کچھ وقت سے کتنا مراد ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں بینوا توجروا۔

(الجواب) مرغی ذبح کر کے اس کی نجاست اور غلاظت دور کئے بغیر کھولتے ہوئے گرم پانی میں اتنی دیر ڈالے کہ گوشت گرم پانی کو جذب کر لے اور پانی کی گرمی کا اثر گوشت کے اندرونی حصہ تک پہنچ جائے (کہ نجاست کا

اثر گوشت میں آ جائے) تو وہ مرغی بالکل ناپاک ہو جائے گی اور اس کے پاک ہونے کی کوئی صورت نہ ہوگی اس کا کھانا بھی جائز نہ ہوگا، اور اگر پانی میں ڈال کر فوراً نکال لی اور پانی کی حرارت کا اثر صرف چمڑے تک پہنچا (اور اس کا اثر صرف یہ ہوا کہ مسامات کھل گئے اور پر آسانی سے نکل گئے) یا کھولتا ہوا پانی نہ ہو تو اس صورت میں تین مرتبہ دھو لینے سے مرغی پاک ہو جائے گی۔

مراقی الفلاح میں ہے وعلى هذا الدجاج المغلى قبل اخراج امعائها واما وضعها بقدر انحلال المسام لنتف ريشها فتطهر بالغسل ۔طحطاوی میں ہے:۔(قوله وعلى هذا الدجاج الخ) يعنى لو القيت دجاجة حال غليان الماء قبل ان يشق بطنها لتنتف او كرش قبل ان يغسل ان وصل الماء الى حد الغليان ومكثت بعد ذلك زمانا لا يقع فى مثله التشرب والدخول فى باطن اللحم لا تظهر ابداً الا عندابى يوسف كما مرفى اللحم وان لم يصل الماء الى حد الغليان او لم تترك فيه الا مقدار ما تصل الحرارة الى سطح الجلد لا نحلال مسام السطح عن الريش والصوف تطهر بالغسل ثلاثا كما حققه الكمال اه (مراقى الفلاح وطحطاوى ص ٨٦ باب الا نجاس والطهارة عنها)

عمدۃ الفقہ میں ہے، مرغی یا کوئی اور پرند پیٹ چاک کر کے اس کے آلائش نکالنے سے پہلے پانی میں جوش دی جائے تو وہ کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی (یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے) حاشیہ میں ہے (۱) اسی پر فتویٰ ہے، احتیاطاً آلائش نکال کر اور خون دھو کر جوش دیا جائے (عمدۃ الفقہ ج ا ص ۱۸۲ باب نجاستوں اور ان کے احکام کا بیان) احتیاط اس میں ہے کہ آلائش نکالنے اور خون دھونے کے بعد گرم پانی میں ڈالا جائے اس صورت میں کچھ شک وشبہ نہ ہوگا اور باقی صورتیں شبہ سے خالی نہیں، یہ تعین کرنا مشکل ہوگا کہ پانی کا اثر کہاں تک پہنچا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) جدید ترتیب کے مطابق، اسی باب میں، مرغی ذبح کر کے بال چھڑانے کے لئے گرم پانی میں ڈالنا کیسا ہے؟ کے عنوان سے دیکھے۔

باب المسح علی الخفین

نائلون کے موزوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۷) ہمارے یہاں عرب ممالک سے آئے ہوئے یونیورسٹی اور کالج کے طلباء نائلون کے موزوں پر مسح کرتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ نائلون کے موزوں پر مسح درست نہیں تو وہ لوگ اس کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے جوتے پاک ہیں ہم قالین پر چلتے ہیں پھر وضو کرتے وقت بار بار کیوں موزے اتاریں میں نے ان کو سمجھایا مگر تسلیم ہی نہیں کرتے۔ تو کیا نائلون کے موزوں پر مسح کرنا درست ہے؟ بینوا توجروا (از کنیڈا)

(الجواب) حدیث میں ہے (۱) عن المغیرة بن شعبة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مسح علی الخفین فقلت یا رسول الله انسیت قال بل انت نسیت بهذا امرنی ربی عزوجل (ابو دائود شریف ج ۱ ص ۲۳ باب المسح علی الخفین)

(۲) عن المغیرة بن شعبه رضی الله عنه قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم یمسح علی الخفین علیٰ ظاهر هما. (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۵ باب فی المسح علی الخفین ظاهر هما)

(۳) عن ابن عباس رضی الله عنهما قال اشهد ان النبی صلی الله علیه وسلم مسح علی الخفین. (رواہ البزار). (زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۱۴۲ باب المسح علی الخفین)

مذکورہ احادیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خفین پر مسح کیا اور خفین کا اطلاق محدثین اور فقہاء کے یہاں چمڑے کے موزوں پر ہوتا ہے۔ کما لا یخفی علیٰ من ینظر کلام الفقهاء والمحدثین. لہٰذا اگر چمڑے کے موزے ہوں تو ان پر بلا کسی اختلاف کے مسح کرنا جائز ہے اور اگر چمڑے کے موزے نہیں ہیں بلکہ سوت یا اون کے ہیں تو فقہاء کرام نے ایسے موزوں پر جواز مسح کے لئے یہ شرطیں تحریر فرمائی ہیں کہ وہ ایسے دبیز، موٹے اور مضبوط ہوں کہ صرف ان کو پہن کر تین میل چلنا ممکن ہو۔ دوسرے یہ کہ پنڈلی پر بغیر باندھے (کپڑے کے موٹا ہونے کی وجہ سے) قائم رہ سکیں۔ تیسرے یہ کہ اس میں پانی نہ چھنے اور جذب ہو کر پاؤں تک نہ پہنچے، سوت (کوٹن) یا اون کے ایسے موزے ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ ایسے موزے چرمی (چمڑے) کے موزے کے حکم میں آجاتے ہیں۔ نائلون کے موزے اولاً تو دبیز نہیں ہوتے بلکہ بالکل رقیق اور پتلے ہوتے ہیں ان کو پہن کر تین میل چلنا مشکل ہے پھٹ جانے کا اندیشہ ہے اور اگر نہ بھی پھٹیں تب بھی اس میں یہ کمی ہے کہ اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو پانی جذب ہو کر پاؤں تک پہنچ جاتا ہے اس لئے ایسے نائلون کے باریک موزوں پر مسح کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے وان کانا رقیقین غیر منعلین لا یجوز المسح علیهما (قاضی خان ج ۱ ص ۲۵ فصل فی المسح علی الخفین)

شرح نقایہ میں ہے۔ واجمعوا علیٰ انه لو کان منعلاً او مبطناً یجوز المسح علیه ولو کان من الکرباس لایجوز المسح علیه وان کان من الشعر فالصحیح ان کان صلباً مستمسکاً یمشی

معه فرسخاً او فراسخ يجوز (شرح نقايه ج ١ ص ٢٩ فصل في المسح على الخفين والجبيرة وغيرهما)

صرف موزوں اور جوتوں کا پاک ہونا مسح کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی۔ موزوں کا پاک ہونا تو ہر حال میں ضروری ہے جس طرح کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے......... مگر مسح کے جواز کے لئے پاک ہونے کے ساتھ ایسے موزے ہونا ضروری ہیں جن پر شرعاً مسح جائز ہے اور وہ یا تو چمڑے کے موزے ہیں یا ایسے اونی سوتی موزے ہیں۔ جن میں مندرجہ بالا شرطیں پائی جاویں اور نائلون کے موزوں میں چونکہ وہ شرطیں نہیں پائی جاتیں اس لئے ان پر مسح جائز نہیں۔ اگر مسح کیا جائے گا تو مسح معتبر نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم ۹ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ۔

باب التیمم

ٹھنڈے پانی سے غسل کی طاقت نہ ہو تو تیمّم کر کے نماز ادا کرے۔

(سوال ۷۲) سردی شدید ہے گرم پانی کے بغیر غسل نہیں کر سکتا۔ طاقت سے باہر ہے اور بیمار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے اور گرم پانی کا انتظام نہیں ہو سکتا تو تیمّم کر کے نماز ادا کرے یا دھوپ نکلنے پر غسل کر کے قضا پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں تیمّم کر کے نماز ادا کرے قضا نہ ہونے دے لیکن جب عذر جاتا رہے تو غسل کر لیوے۔ اعادۂ نماز کی حاجت نہیں۔ **ومن الاعذار (برد یخاف منه) بغلبة الظن (التلف) لبعض الاعضاء (او المرض)...... الی قوله واذا عدم الماء المسخن او ما یسخن به فی المصر فهی کا لبریة وما جعل علیکم فی الدین من حرج. (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۶۶ باب التیمم) فقط (والله اعلم بالصواب.)**

بہشتی ثمر وزیور کے باب تیمّم کے ایک مسئلہ پر ایک عالم کا اشکال اور اس کا جواب:

(سوال ۷۳) مسئلہ نمبر ا۔ اگر پانی ایک میل شرعی سے دور نہیں لیکن وقت بہت تنگ ہے۔ اگر پانی لینے جاوے تو وقت جاتا رہے گا تو بھی تیمّم درست نہیں۔ پانی لاوے اور قضا پڑھے۔ اس کے بعد ایک مسئلہ چھوڑ کر ہے۔ مسئلہ نمبر ۲ اگر آگے چل کر پانی ملنے کی امید ہے تو بہتر ہے کہ اول وقت نماز نہ پڑھے بلکہ پانی کا انتظار کرے۔ لیکن اتنی دیر نہ لگادے کہ وقت مکروہ ہو جاوے اور اگر پانی کا انتظار نہ کیا اول ہی وقت نماز پڑھ لی تب بھی درست ہے۔ دونوں میں کچھ تضاد سا معلوم ہوتا ہے۔ پہلے مسئلہ میں قضا کرنے کا حکم اور دوسرے میں ادا مع تیمّم۔ سمجھ میں بات نہیں آئی براہ کرم تشریح فرما دیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) دونوں مسئلوں میں تضاد نہیں ہے۔ پہلی صورت میں شرعی میل کے اندر پانی ہونا یقینی ہے تو تیمم کے جواز کی شرط مفقود ہے اس لئے اس صورت میں تیمم جائز نہیں صاحب ہدایہ نے تحریر فرمایا ہے۔ **والمعتبر المسافة دون خوف الفوت** یعنی تیمم کے جواز کے لئے معتبر یہ ہے کہ پانی ایک میل سے دور ہو نماز کے قضا ہونے کا خوف یہ علت نہیں (ص ۳۲ ہدایہ باب التیمم)

اور دوسری صورت میں صرف امید ہے۔ فافترقا۔ درمختار میں ہے **(ویجب) ای یفترض (طلبه) ولو برسوله...... الیٰ قوله...... (ان ظن) ظنا قویاً (قربه) دون میل بامارة او اخبار عدل (والا) یغلب علیٰ ظنه قربه (لا) یجب بل یندب ان رجا والالا (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۲۲۷، ص ۲۲۸ باب التیمم)** غایۃ الاوطار ترجمۂ درمختار میں ہے۔ اور واجب ہے یعنی فرض ہے تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بھیج کر تلاش کرے۔ الیٰ قولہ۔ اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونے کا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے اور اگر پانی کے پاس ہونے کا اس کو ظن غالب نہ ہو یعنی شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر امید ہو نزدیکی کی۔ اور اگر امید نہ ہو تو تلاش مستحب بھی نہیں۔ اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ بہشتی ثمر کے مسئلے صحیح ہیں۔ مزید وضاحت کے لئے ہدایہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ **وكذا (ای لا یتیمم) اذا خاف فوت**

الوقت لو توضالم یتیمم ویتوضأ ویقضی ومافاته لا ن الفوت الی خلف وهو القضاء (ج ۱ ص ۳۸) ویستحب لعادم الماء وهو یرجوه ان یو خر الصلوٰة الیٰ اخر الوقت فان وجد الماء یتو ضاء والا یتیمم الخ باب التیمم (ج ۱ ص ۳۶)فقط واللہ اعلم بالصواب.

دوسرا شخص تیمّم کرائے تو درست ہے یا نہیں؟ اور نیت کون کرے:

(سوال ۷۴)شدید بیماری یا ایک ہاتھ یا دو ہاتھ شل ہو جانے کی وجہ سے خود تیمّم نہ کر سکتا ہو تو دوسرا شخص تیمّم کرادے تو درست ہے یا نہیں؟ اور نیت کون کرے؟ بینوا توجروا

(الجواب)مذکورہ لاچاری اور مجبوری کی صورت میں دوسرا شخص تیمّم کرادے تو تیمّم ہو جائے گا مگر نیت معذور کو کرنا ہوگی تیمّم کرانے والے کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) مریض یممه غیره فالنیة علی المریض دون المیم کذا فی القنیة فتاویٰ عالمگیری الباب الرابع فی التیمم ج ۱ ص ۲۶.

احکام المعذورین

معذور شخص بلا وضو نماز پڑھنا چاہے

(سوال ۷۵) ایک شخص بڑی تکلیف میں ہے، استنجاء کرنے میں بھی بڑی تکلیف ہے، بڑھاپا ہے اور اوٹے پر سے گر جانے کی وجہ سے زخم آ گئے ہیں، طہارت کے لئے پورا پورا اطمینان نہیں ہوتا، استنجے میں رانوں پر پانی گرتا ہے، اوپر سے وضو بھی نہیں ہو سکتا، کوئی وضو میں اعانت کرے تو تو ہی وضو ہو سکتا ہے، پانچوں وقت کسی کا حاضر رہنا بھی مشکل ہے، اس لئے کہ حالت غریبی کی ہے لہذا وضو میں بڑی تکلیف ہوتی ہے تو مذکورہ شخص نماز پڑھے یا نہیں؟ اور وضو کر کے ہی پڑھے یا تیمم سے پڑھ سکتا ہے۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز ضرور پڑھے، نماز ساقط نہیں ہوتی، وضو کرانے والا موجود نہ ہو تو تیمم سے نماز پڑھے۔ (۱) اور اگر وضو کرنا ممکن ہو یا وضو کرانے والا موجود ہو تو وضو سے نماز پڑھے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اگر صاحب عذر کسی تدبیر اور علاج سے اس عذر کا انقطاع کر دے تو وہ معذور رہے گا یا نہیں

(سوال ۷۶) جس عورت کو پیشاب یا خون استحاضہ کے قطرات کا نزول رہتا ہو وہ کسی تدبیر سے خارج نہ ہونے دے۔ اور وضو کر کے نماز پڑھتی رہے تو اس کا وضو اور نماز درست ہوگی؟ اور یہ تدبیر حیض میں بھی کارگر ہو سکتی ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) وضو اور نماز صحیح ہو جائے گی۔ لیکن یہ تدبیر حیض میں کامیاب نہ ہوگی اور نماز پڑھنا درست نہ ہوگا۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے۔ سئل فی الحمصة اللتی توضع علی الکی ثم تربط بما یمنع السیلان ھل یکون صاحبھا صاحب عذرام لا ؟ (اجاب) لایکون صاحب عذر کما ھو صریح کلام الخلاصة وغیرہ وصاحب الجرح لومنع الجرح من السیلان یخرج من ان یکون صاحب الجرح السائل فأ فاذان کل صاحب عذر اذا منع نزولہ بدواء او غیرہ خرج عن کونہ صاحب عذر بخلاف الحائض (فتاویٰ خیریہ ج ۱ ص ۵ کتاب الطھارة ومطالبة،مطلب فی الحمصة علی الکی الخ) خلاصہ یہ کہ اگر کوئی صاحب عذر کسی تدبیر اور علاج سے اس عذر کا انقطاع کر دے تو وہ شخص معذور نہ رہے گا۔ (فقط واللہ اعلم بالصواب)

معذور کا شرعی حکم:

(سوال ۷۷) ایک شخص اپنی زوجہ کو نماز پڑھنے کے لئے کہتا ہے لیکن اس کی عورت نماز نہیں پڑھتی۔ کہتی ہے کہ مجھ کو ہر وقت پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں اس لئے اس خوف سے کہ کہیں ثواب کے بجائے عذاب کا سبب نہ بن جائے۔ میں اس حالت میں نماز نہیں پڑھوں گی، وہ شخص فکر مند ہے آپ سے دریافت کرنا ہے کہ اس عورت کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) وشرطہ ستة.....ففعد الماء قال فی الشامیة تحت قولہ وفقد المآء ای ولو حکماً یشمل نحو المرض فافھم شامی باب التیمم ج ۱ ص ۲۳۰

(الجواب) جب عورت کو ہر وقت پیشاب ٹپکتا ہے تو شرعاً یہ معذور ہے اس کو نماز معاف نہیں۔ بلکہ ہر نماز کے وقت جدید وضو کر کے اور کپڑے بدل کر فرض، واجب، سنت نفل نماز جتنی چاہے پڑھے۔ چاہے بحالت نماز پیشاب کا قطرہ ٹپک جائے۔ اور کپڑے پر بھی لگ جاوے معذور ہونے کی وجہ سے شرعاً معاف ہے۔ لہذا نماز نہ پڑھنے کا بہانا غلط ہے نماز معاف نہیں۔ وتتوضأ المستحاضة ومن به عذر کسلسل بول او استطلاق بطن لوقت کل فرض ویصلون به ما شاء وامن الفرائض والنوافل (نور الایضاح مع شرحه مراقی الفلاح ص ۲۹ باب الحیض والنفاس والاستحاضة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

انسان کب معذور بنتا ہے اور کس وقت معذور نہیں رہتا اور اس کے شرعی احکام کیا ہیں

(سوال ۷۸) ایک شخص ہے اس کو پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہیں۔ علاج بھی بہت کرایا مگر بے سود، اس کی وجہ سے وہ بہت پریشان رہتا ہے استنجاء میں بھی بہت وقت لگ جاتا ہے اس کے باوجود بھی شک وشبہ رہتا ہے۔ نماز کی حالت میں بھی قطرہ ٹپ جانے کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ شخص معذور ہوگا یا نہیں؟ اور اس کے لئے شریعت میں طہارت کے سلسلہ میں کچھ رخصت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا (از بمبئی)

(الجواب) مسئلہ یہ ہے کہ کسی کو پیشاب کا قطرہ کم وبیش آتا رہتا ہے مگر نماز کا پورا وقت گھیرتا نہیں ہے اتنا وقت مل جاتا ہے کہ طہارت کی حالت میں نماز ادا کر سکے تو وہ معذور نہیں ہے۔ اس کو چاہئے کہ قطرہ رک جانے کا انتظار کرے پھر وضو کر کے نماز پڑھ لے اگر نماز پڑھتے ہوئے قطرہ آنے کا شبہ ہو جائے تو نماز توڑ کر وہ جگہ دیکھ لے اگر واقعی قطرہ ہے تو شرم گاہ پانی سے دھوئے اور وضو کر کے کپڑا بدل کر نماز پڑھے۔ اگر قطرہ آیا نہ ہوا یا ایسا ہی شبہ ہوا ہو تو آئندہ اس قسم کے شبہ کی پرواہ نہ کرے بلکہ وضو کرنے کے بعد میانی پر قدرے پانی چھڑک دے۔ شبہات سے بچنے کی یہ بھی ایک تدبیر اور علاج ہے۔ اور اگر قطرہ آتا رہتا ہے اور اتنا وقت بھی نہ ملے کہ طہارت کے ساتھ اس وقت کی نماز ادا کر سکے تو وہ معذور ہے۔ ولا یصیر معذوراً حتی یستوعبه العذر وقتاً کاملاً لیس فیه انقطاع بقدر الوضوء والصلوٰة وهذا شرط ثبوته (نور الایضاح ص ۵۳ باب الحیض والنفاس والاستحاضة) ایسا معذور ہر نماز کے وقت وضو کر کے پاک کپڑا پہن کر فرض، واجب، سنت، نفل جو چاہے پڑھ سکتا ہے۔ جب تک اس نماز کا وقت باقی رہے گا۔ قطرہ آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (ہاں قطرہ کے علاوہ دوسرے نواقض سے وضو ٹوٹ جائے گا) وتتوضأ المستحاضة ومن به عذر کسلسل بول واستطلاق بطن لوقت کل فرض ویصلون به ما شاء وامن الفرائض والنوافل (نور الایضاح ایضاً) ایک وقت پورا ایسا گذر جانے کے بعد کہ طہارت سے نماز ادا کرنے کا موقع نہ ملے اور معذور ہونے کا حکم لگ جائے اس کے بعد دوسرے نمازوں کے اوقات میں پورا وقت قطرہ جاری رہنا شرط نہیں۔ کبھی کبھی قطرہ آ جانا بھی معذور بنے رہنے کے لئے کافی ہے۔ ہاں اگر نماز کا ایک وقت کامل (پورا) ایسا گذر جائے کہ اس میں ایک دفعہ بھی قطرہ نہ آوے تو اب وہ معذور نہ رہے گا۔ وشرط دوام العذر وجوده فی کل وقت بعد ذالک ولو مرة وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن کونه معذوراً خلو وقت کامل عنه (نور الایضاح ص ۵۴ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ۔

معذور شرعی کسے کہتے ہیں

(سوال ۷۹) درباب نماز شرعی معذور کسے کہتے ہیں؟

(الجواب) نکسیر کا جاری رہنا، قطرہ کا آنا خروج ریح، دست کا ہونا، عورت کو دم استحاضہ کا آنا ناسور (یعنی وہ زخم جو ہمیشہ رستا رہتا ہے اور اچھا نہیں ہوتا) وغیرہ کا مریض نماز کے پورے وقت میں وضو کر کے نماز نہ پڑھ سکے تو عذر کے ختم ہونے تک معذور شمار ہوگا، اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے جب تک وہ وقت رہے گا اس وضو سے جتنی نمازیں چاہے پڑھ سکتا ہے، البتہ جس بیماری میں مبتلا ہے اس کے سوا اگر کوئی اور بات ایسی پائی جاوے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو جاتا رہے گا ایسے ہی جب نماز کا وقت جاتا رہے تو بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسے عصر کی نماز کے وقت کیا ہوا وضو غروب آفتاب سے جاتا رہے گا، ومن به عذر كسلسل بول او استطلاق بطن وانفلات ريح ورعاف دائم وجرح لا يرقافهؤ ايتو ضؤن لوقت كل فرض ويصلون به اى بوضوء هم في الوقت ماشاؤ امن الفرائض والنوافل ويبطل وضوء المعذورين اذا لم يطراء ناقض غير العذر (فان طرأ ولو كان نظير عذره نقضه) بخروج الوقت كطلوع الشمس في الفجر فقط (مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ملخصاً ايضاً ص ۸۰) اس بیماری کے سبب کپڑا ناپاک ہوا ہو تو اگر ایسا ہو کہ نماز ختم کرنے سے پہلے ناپاکی لگنے کا گمان نہیں ہے تو اس کا دھوڈالنا واجب ہے، اگر ناپاکی لگنے کا گمان ہے تو دھونا واجب نہیں۔ في البدائع يجب غسل الزائد عن الدرهم ان كان مفيد ايان لا يصيبه مرة بعد اخرى حتىٰ لو لم يغسل وصلى لا يجريه وان لم يكن مفيداً لا يجب مادام العذر قائما وهو اختيار مشايخنا اه (طحطاوى ص ۸۱ ايضاً) فقط والله اعلم بالصواب.

پیشاب کے بعد قطرہ آنے کا یقین ہو تو ڈھیلہ سے استنجاء ضروری ہے:

(سوال ۸۰) پیشاب کے بعد استنجاء کے لئے ڈھیلہ نہ لیا جائے تو کپڑے پاک رہیں گے یا ناپاک؟ اسی طرح اس کی نماز اور وضو درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پیشاب کا قطرہ آنے کا یقین ہونے کے باوجود ڈھیلہ نہ لیوے تو ایسی صورت میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔[1] ڈھیلے وغیرہ سے استنجاء کر کے اطمینان حاصل ہو جانے کے بعد وضو کر کے نماز پڑھے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بحالت عذر سیدھے ہاتھ سے استنجاء کرنا بلا کراہت جائز ہے:

(سوال ۸۱) ایک عورت کا بایاں ہاتھ پنجہ ہی سے ٹوٹ گیا ہے پٹا بندھا ہوا ہے۔ اس وجہ سے استنجا پاک کرنے کے وقت بائیں ہاتھ سے پانی ڈالا نہیں جا سکتا اس صورت میں شوہر یا بیٹی پانی ڈالے اور مریضہ اپنے سیدھے ہاتھ سے استنجا پاک کرے یا شوہر اور بیٹی اپنے ہاتھ سے دھودے دونوں صورتوں میں سے کون سی صورت اختیار کی جائے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بہتر ہے کہ عورت اپنے سیدھے ہاتھ سے استنجاء پاک کرے۔ شوہر یا بیٹی کے ہاتھ سے نہ دھلوائے۔ فان كان بيده اليسرىٰ عذر يمنع من الا ستنجاء بها جاز الا ستنجاء باليمنىٰ من غير كراهة (فتاوىٰ خيريه ص: ۵ كتاب الطهارة و مطالبه مطلب في كيفية الا ستجمار والتجمير) فقط والله اعلم بالصواب.

---

[1] ولذا قال الشرنبلالي يلزم الرجل الاستبرآء حتى يزول اثر البول ويطمئن قلبه وقال عبرت باللزوم لكونه اقوىٰ من الواجب لأن هذا يفعت الجواز لفوته فلا يصح له الشروع في الوضو حتى يطمئن بزوال الرشح شامي فصل في الا ستنجآء مطلب في الفرق بين الا ستبرآء و الا ستنقاء والا ستنجآء ج ۱ ص ۳۴۴

کتاب الصلوٰۃ

''بے نمازی بہت بڑا گنہگار ہے'':

(سوال ۸۲) اسلام میں نماز کے لئے کیا حکم ہے؟ آج پچھتر فیصدی مسلمان نماز نہیں پڑھتے، بے پروائی برتتے ہیں، ایسے مسلمانوں کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

(الجواب) نماز اسلام کا عظیم الشان رکن اور عبادتوں میں مہتم بالشان عبادت ہے جو ایمان کے بعد تمام فرائض پر مقدم ہے، اسلام کا شعار ہے اور ایمان کی علامتوں میں سے عظیم الشان علامت ہے۔ بندے اور اس کے مالک کے درمیان واسطہ اور وسیلہ ہے جو بندے کو جہنم کے طبقہ اسفل السافلین میں جانے سے روکتا ہے (حجۃ اللہ البالغہ)

نماز ایسی دائی اور قائمی عبادت ہے کہ اس سے کسی بھی رسول کی شریعت خالی نہیں رہی ولم تخل عنها شريعة مرسل (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۳۲۵ کتاب الصلاة)

قرآن شریف اور حدیث شریف میں جگہ جگہ نماز کی سخت تاکید اور نہ پڑھنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں، قرآن مجید میں ہے۔ حافظوا علی الصلوات والصلوٰة الوسطیٰ وقوموا لِلّٰہِ قانتین پوری حفاظت کرو تمام نمازوں کی خصوصاً بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو خدا کے سامنے ادب سے (سورہ بقرہ) دوسری جگہ ارشاد ہے واقیموا الصلوٰة ولا تکونوا من المشرکین. (نماز پڑھتے رہو اور مشرکین میں سے نہ بنو (سورہ روم) قرآن مجید میں خبر دی گئی ہے کہ جنتی دوزخیوں سے سوال کریں گے ما سلککم فی سقر؟ (کون سی چیز تمہیں دوزخ میں لے آئی؟) یعنی تم کیوں دوزخی بنے؟ قالوا (دوزخی جواب دیں گے) لم نک من المصلین (ہم نمازیوں میں سے نہ تھے) یعنی نماز نہ پڑھتے تھے (سورۃ المدثر)

رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے کہ بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوٰة (آدمی اور کفر وشرک میں فرق۔ نماز چھوڑنا ہے یعنی نماز کا ترک کرنا آدمی کو کفر وشرک سے ملا دیتا ہے۔ فرق باقی نہیں رکھتا۔

(مسلم شریف مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ الفصل الاول)

ایک حدیث میں ہے کہ لکل شئی علم وعلم الایمان الصلوٰۃ (منیۃ المصلی ص ۳ کتاب الصلوٰۃ) ہر چیز کی ایک علامت ہے (جس سے وہ پہچانی جاتی ہے) اور ایمان کی علامت نماز (پڑھنا ہے)

ایک اور حدیث میں ہے لا تترکوا الصلوٰۃ متعمدا فمن ترکها فقد خرج من الملة (خبردار! کبھی بھی جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی وہ ملت (دین) سے نکل گیا (طبرانی)

ایک حدیث میں ہے ان اول مایحاسب به العبد یوم القیامة من عمله صلوته (ترجمہ) قیامت کے روز بندے کے اعمال میں سب سے پہلے جس کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر نماز ٹھیک نکلی تو کامیاب ہوگا ورنہ نامراد ہوگا (ترمذی شریف)

دوسری حدیث میں ہے الصلوٰۃ عماد الدین فمن اقامها فقد اقام الدین ومن ترکها فقد هدم

الــدیــن (نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے ڈھا دیا اس نے اپنے دین کو ڈھا دیا (مجالس الابرار ص ۳۰۳)

ایک اور حدیث میں ہے جو نمازی نہیں ہے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں (بزاز وحاکم) آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو بے قاعدہ نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا اگر یہ شخص اسی حالت پر مر جاتا تو ملت محمد (ﷺ) پر نہ مرتا۔ **وقد روی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رأی رجلاً یصلی وھو لا یتم رکوعہ وینقر فی سجودہ فقال لو مات ھذا علی حالتہ ھذا مات علی غیر ملۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم** (مجالس الابرار ص ۳۰۴)

نیز آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے **من حافظ علیھا کانت لہ نوراً و برھانا ونجاۃ یوم القیامۃ ومن لم یحافظ علیھا لم تکن لہ نوراً و لا برھانا ولا نجاۃً وکان یوم القیامۃ مع قارون و فرعون و ھامان وابی بن خلف رواہ احمد والدارمی والبیھقی (مشکوٰۃ ص ۵۸.۵۹ کتاب الصلاۃ)** جو شخص نماز کو اچھی طرح پوری پابندی سے ادا کرے گا تو نماز اس کے لئے قیامت کے روز نور اور (حساب کے وقت) حجت اور ذریعہ نجات بنے گی اور جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرے گا تو اس کے پاس نہ نور ہوگا اور نہ اس کے پاس کوئی جنت ہوگی اور قیامت کے روز اس کا حشر قارون، فرعون، ہامان، اور اُبی بن خلف (رئیس المنافقین) کے ساتھ ہوگا (مشکوٰۃ)

آیات قرآنی اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز نہ پڑھنا مشرکانہ فعل اور کفار کا شعار ہے۔ چنانچہ صحابۂ کرام اور ائمہ مجتہدین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ جان بوجھ کر ایک نماز کا بالقصد چھوڑ دینا کفر ہے اس جماعت میں سیدنا حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت ابو درداءؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ جیسے صحابہ کرام اور امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، عبد اللہ بن مبارک، امام نخعی، حکم بن عتبہ، ابوایوب سختیانی، ابوداؤد طیالسی، ابوبکر بن شیب رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے ائمہ مجتہدین کو شمار کر دیا گیا ہے ان کے علاوہ حضرت حماد بن زیدؒ مکحولؒ، امام شافعیؒ امام مالکؒ کے نزدیک ایک نماز کا تارک واجب القتل اور امام ابوحنیفہؒ اگرچہ قتل کا فتویٰ نہیں دیتے ہلکی سے ہلکی سزا تجویز کرتے ہیں مگر وہ سزا بھی یہ ہے کہ زدوکوب کیا جائے پھر جیل خانہ میں ڈال دیا جائے۔ یہاں تک کہ توبہ کرے یا اسی حالت میں مر جائے (تفسیر مظہری، مجالس الابرار وغیرہ)۔

حضرات صحابہ اور ائمہ مجتہدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جس طرح ترک صلوٰۃ کو ایسا گناہ عظیم فرماتے ہیں جس کی سزا قتل تک ہے ان کے نزدیک وقت پر نماز پڑھ لینا بھی اتنا ہی ضروری ہے بالقصد قضا کر دینے کی بھی ان کے نزدیک کوئی گنجائش نہیں ہے۔ انتہا یہ کہ فقہ احناف میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عورت کے بچہ ہو رہا ہو تو اگر بچہ کا سر باہر آ گیا ہے، اور ادھر نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے تو اس حالت میں بھی عورت پر لازم ہے کہ نماز پڑھے، وضو نہ کر سکتی ہو تو تیمم کرے، رکوع سجدہ ادا کر سکتی ہو تو اونچی جگہ پر بیٹھ جائے یا ہنڈیا جیسی کوئی چیز نیچے رکھ لے جس میں بچہ کا سر محفوظ ہو جائے اور بیٹھے بیٹھے اشارہ سے نماز پڑھ لے، قضا نہ کرے۔ چنانچہ نفع المفتی میں ہے: **الاستفسار۔ امرأۃ خرج رأس ولدھا وخافت فوت الوقت ولا تقدر علی ان تصلی قائما او قاعداً کیف**

تصلی؟"الاستبشار" نصلی قاعدة ان قدرت علی ذلک وجعلت رأس ولدها فی خرقة او حفرةفان لم یستطع تومی ایماء ولا یباح لها التاخیر (نفع المفتی ص ۹ وغیرہ)

اسی طرح اگر دریا میں مثلاً جہاز ٹوٹ گیا یا کسی طرح دریا میں گر گیا اور یہ ایک تختہ پر پڑ گیا جس سے جان بچی ہوئی ہے، اٹھ بیٹھ نہیں سکتا اور نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے تو ویسے ہی پڑے پڑے ہاتھ پاؤں پانی میں ڈال کر وضو کرے اور نماز اشارہ سے پڑھ لے مگر ترک نہ کرے (جامع الرموز وغیرہ) وکذا من وقع فی البحر علی لوح وخاف خروج وقت الصلوة یدخل اعضا الوضوء فی الماء بنیة الوضوء ثم یصلی بالایماء ولا یترک الصلوٰة.

اسی طرح اگر معاذ اللہ کسی کے دونوں ہاتھ شل ہو جائیں اور اس کے ساتھ کوئی ایسا شخص موجود نہیں جو اس کو وضو یا تیمم کرائے تو جس طرح ممکن ہو اپنا منہ اور ہاتھ تیمم کی نیت سے دیوار پر ملے اور نماز پڑھے نماز کا ترک کرنا یا وقت سے موخر کرنا جائز نہیں ہے وکذا من ثلت یداه ولم یکن معه احد یو ضیه او یتممه یمسح وجهه وذرا عیه علی الحائط بنیة التیمم ویصلی ولا یجوز له ترک الصلوٰة ولا تاخیر ها عن وقتها (مجالس الابرار ص ۳۰۲) افسوس۔ اچھے خاصے تندرست مسلمان اذان سنتے ہیں اور بے پرواہ مسجد کے سامنے سے گذر جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ ظلم۔ سراسر ظلم اور کفر و نفاق ہے کہ مؤذن کی ندا سنے اور اسے قبول نہ کرے (یعنی نماز کے لئے حاضر نہ ہوں) (احمد، طبرانی وغیرہ)

حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں اذا توانیتم فی الصلوٰة تقطعت صلاتکم بالحق عزو جل (الفتح الربانی) جب نماز میں سست بن جاؤ گے تو حق تعالیٰ سے جو تمہارا رشتہ ہے وہ بھی ٹوٹ جائے گا۔

بے شک نماز نہ پڑھنا بے حد سنگین گناہ ہے زواجر مکی میں ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی یا نبی اللہ، مجھ سے کبیرہ گناہ ہو گیا میں نے توبہ کی ہے آپ میرے لئے دعا فرمایئے کہ میری مغفرت ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کون سا گناہ ہو گیا؟ عورت نے کہا زنا ہو گیا اور اس سے حمل رہ گیا اور بچہ پیدا ہوا اسے مار ڈالا۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ یہاں سے نکل جا تیری نحوست کی وجہ سے آسمان سے آگ نازل ہو کر کہیں ہمیں جلا کر خاک نہ کر دے، عورت مایوس ہو کر وہاں سے چلی گئی۔ حضرت جبرائیل تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ موسیٰ رب العالمین سوال کرتے ہیں کہ تمہارے نزدیک اس بدکار عورت سے بڑھ کر کوئی برا اور اس بڑے گناہ سے بڑھ کر کوئی برا کام نہیں؟ فرمایا کہ اس سے بڑھ کر برا اور کون سا کام ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کردے وہ اس سے بھی زیادہ منحوس اور گنہگار ہے (زواجر مکی ج ا ص ۱۰۸)

بے نمازی بھائی اور بہن غور کریں کہ وہ کتنے بڑے منحوس اور گنہگار یا رحمت خداوندی سے دور اور عند اللہ مبغوض ہیں۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ پاک باز نمازی بنیں اور گھر والوں کو بھی سمجھا بجھا کر، ترغیب و ترہیب سے جس طرح بھی ہو نمازی اور دیندار بنانے کی کوشش کریں اور بے نمازی ہونے کی نحوست سے بچیں اور بچائیں۔

فرمان خداوندی ہے یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا ۔اے ایمان والو! خود کو اور اپنے گھر والوں کو (جہنم کی آگ سے بچاؤں) (سورۂ تحریم) حق تعالیٰ ہم تمام کو تاحیات پابند نماز بنائے رکھے اور ہماری نمازیں قبول فرمائے۔آمین ثم آمین۔

فتاویٰ رحیمیہ اردو ص ٦٨ ج۴ کے مسئلہ پر ایک مشہور مدرسہ کے شیخ الحدیث ومفتی صاحب کا اشکال اور اس کا جواب۔ اشکال اول:

(سوال ۸۳) فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم ص ٦٨ پر مسئلہ ہے''انتہا یہ کہ فقہ احناف میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عورت کے بچہ ہو رہا ہو تو اگر بچہ کا سر باہر آ گیا ہے ادھر نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے تو اس حالت میں بھی عورت پر لازم ہے کہ نماز پڑھے۔وضو نہ کر سکتی ہو تو تیمّم کر کے رکوع نہ کر سکتی ہو تو بچہ کی حفاظت کرتے ہوئے بیٹھے بیٹھے اشارہ سے نماز پڑھ لے قضا نہ کرے الخ۔

یہ پورا مسئلہ پڑھا لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ بچہ کے سر کے ساتھ خون (دم نفاس) بھی ہوگا۔ پھر ایسی ناپاک حالت میں نماز پڑھنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وباللہ التوفیق: یہ دم نفاس نہیں ہے دم نفاس کا حکم تب لگتا ہے کہ بچہ نصف یا نصف سے زائد نکل آیا ہو اس سے پہلے جو خون ہوگا وہ دم استحاضہ ہے۔ادھر نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے ایسی حالت میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔قضا کرنے کی اجازت نہیں ہے عورت معذور کے حکم میں ہے تو اس خون کے ہوتے ہوئے اگر بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو نماز پڑھنا ضروری ہے۔ **والنفاس ھو الدم الخارج عقب الو لادۃ او خروج اکثر الولد** (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۸۰ باب الحیض والنفاس والا ستحاضۃ) عالمگیری میں ہے۔ لو خرج اکثر الولد تکون نفسا۔ والا لا ص۳۷ ج ۱ فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

اشکال دوم:

(سوال ۸۴) یہ تو ٹھیک ہے کہ ابھی نفاس کا حکم نہیں لگا یا دم استحاضہ ہے مگر اشکال یہ ہے کہ یہ عورت معذور کے حکم میں کیسے ہوگئی؟ معذوری کا حکم تو اس وقت لگتا ہے کہ نماز کا پورا ایک وقت اس طرح گذر جائے کہ خون بہتا رہے اور اتنا بھی وقت نہ ملے کہ نماز بطہارت پڑھ سکے اور یہاں یہ بات نہیں۔یہ ظاہر ہے کہ نماز کے ابتدائی وقت میں معذور نہیں تھی (بلکہ ابتدائی وقت میں پاک تھی) عذر بعد میں پیش آیا ہے عذر سے پورا وقت گھرا نہیں ہے تو ایسی حالت میں پاک ہوئے بغیر نماز کیسے پڑھ سکتی ہے؟ یہ معذور نہیں ہے۔بینوا توجروا۔

(الجواب) وباللہ التوفیق۔موجودہ حالت میں عورت اپنے کو معذور ہی تصور کرے۔اور نماز پڑھے قضا کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔یہ مسئلہ دوسرا ہے کہ بعد کے وقت میں خون جاری نہ رہا تو معذور نہ ہوگی اور نماز کا اعادہ نہ کرے گی۔چنانچہ شامی میں ہے **ولو عرض بعد دخول وقت فرض انتظر الیٰ آخرہ فان لم ینقطع یتوضأ ویصلی ثم ان انقطع فی اثناء الوقت الثانی یعید تلک الصلوٰۃ وان استوعب الوقت**

الثانی لا یعید لثبوت العذر حینئذ من وقت العروض اھ معذور کے احکام بیان کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر عذر فرض نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد پیش آیا تو آخری وقت تک انتظار کرے پھر اگر عذر منقطع نہ ہوا تو وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ اس کے بعد اگر دوسرے وقت میں منقطع ہوگیا تو اس نماز کا اعادہ کرے اور اگر عذر پورے دوسرے وقت میں باقی رہے تو اس نماز کا اعادہ نہ کرے کہ اس وقت وہ عذر متحقق ہوگیا (شامی ج ۱ ص ۲۸۱ مطلب فی احکام المعذور) حاملہ کی صورت بھی ایسی ہی ہے لہذا استحاضہ مانع عن الصلوٰۃ نہ ہوگا۔ دم استحاضہ مستحاضہ کے حق میں گویا پاک ہے اس کے ہوتے ہوئے نماز پڑھ سکتی ہے یہ نہیں کہ حقیقۃً پاک ہے۔ یا معاف ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کو الحمد للہ تشفی ہوگئی اور کوئی اشکال نہیں فرمایا۔

مریض کو آپریشن کے بعد طہارت میں شبہ رہتا ہے تو نماز پڑھے یا نہ پڑھے:

(سوال ۸۵) زید کا پیشاب بند ہوگیا۔ ڈاکٹر نے ناف کے اوپر سے آپریشن کر کے ربڑ کی نلی رکھ دی اس نلی سے پیشاب ہوتا ہے وہ نلی ہمیشہ پیٹ پر رہتی ہے اور اس میں پیشاب بھرا رہتا ہے۔ نلی کے منہ کو تاگے سے بند کر دیا جاتا ہے۔ جب پیشاب کرانا ہوتا ہے تو اس کے منہ کو کھول کر کرالیا جاتا ہے۔ پھر تاگے سے بند کر دیا جاتا ہے تو ایسی حالت میں یہ شخص نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس حالت میں بھی نماز معاف نہیں۔ پڑھنا ضروری ہے شبہ رہتا ہے تو بعد میں دھرالی جائے۔ بیٹھ کر نہ پڑھ سکتا ہو تو لیٹے لیٹے اشارے سے پڑھے مگر چھوڑے نہیں۔[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب.

ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا:

(سوال ۸۶) ہوائی جہاز پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فتاویٰ رحیمیہ میں ہے'' ہوائی جہاز میں نماز کا وقت آجائے تو نماز قضا نہ کرے پڑھ لیوے اور بعد میں اعادہ کر لیوے (ص ۲۹. ج ۵) اعادہ بہتر ہے ضروری نہیں ہے، البتہ وہ لوگ جو ہوائی جہاز میں بکثرت سفر کرتے ہیں یا اس میں ملازمت کرتے ہیں بوجہ حرج عظیم ان کے لئے اعادہ کا حکم نہیں ہے، فقط واللہ اعلم۔

جہالت کی وجہ سے نمازی نے وضو ٹوٹ جانے کے بعد نماز جاری رکھی تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۸۷) دوران نماز ایک شخص کا وضو ٹوٹ گیا اسے اتنا تو معلوم تھا کہ خروج ریح سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر نماز میں خروج ریح ہوجانے پر نماز توڑ کر وضو کر کے نماز پڑھنا چاہئے اسے اس بات کا علم نہ تھا بلکہ اس کا خیال یہ رہا کہ نماز جیسی اہم عبادت کو توڑنا نہ چاہئے اس لئے اسی حالت میں نماز پوری کی اور بعد میں وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ موجودہ صورت میں اس شخص کے ایمان و نکاح میں خلل آئے گا؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) مریض تحته ثیاب نجس و كلما بسط شیئاً تنجس من ساعته صلی علی حاله و كذا لو لم تنجس الا أنه یلحقه مشقة بتحریكه در مختار علی هامش شامی آخر صلاة المریض ج ۲ ص ۱۰۳

(الجواب) بحالت نماز وضوٹوٹ جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، ایسی حالت میں نماز جاری رکھنا سخت گناہ ہے ، جہالت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے اس لئے اور احکام (تجدید نکاح، تجدید ایمان) جاری نہ ہوں گے، توبہ و استغفار بکثرت کرتا رہے، فقط۔

قبر والے صحن کی چھت (سلیپ) پر نماز پڑھنا:

(سوال ۸۸) ہماری مسجد میں جماعت خانہ سے متصل صحن ہے، صحن میں ایک کنارے پر دو مزار (قبریں) ہیں، پورے صحن پر چھت (سلیپ) بنایا گیا ہے، اس چھت کے نیچے یہ دو قبریں بھی آ جاتی ہیں، سوال یہ ہے کہ اس چھت پر جس وقت نمازی زیادہ ہوں تو نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوتو جروا۔

(جواب) صورت مسؤلہ میں چھت پر نماز پڑھ سکتے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اوقات الصلوۃ

موسم گرما میں ظہر کو دیر سے پڑھنا:

(سوال ۸۹) تھوڑی مدت سے بعض جگہوں پر نماز ظہر موسم گرما میں گرمی کے بہانے ہمیشہ کے وقت سے آدھ پون گھنٹہ دیر سے پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے؟ پہلے گرمی ہو یا سردی، ظہر کا وقت ایک ہی رہتا تھا کیا اس وقت گرمی نہ پڑتی تھی یا اس وقت لوگوں کو گرمی محسوس نہ ہوتی تھی؟ آج کل تو مسجدوں میں برقی پنکھے بھی لگا دیئے گئے ہیں پھر بھی گرمی کا عذر پیش کر کے نماز ظہر دیر سے پڑھی جاتی ہے، تعجب تو یہ ہے کہ جمعہ میں گرمی کا عذر نہیں رہتا، نماز جمعہ اپنے وقت پر ہی پڑھی جاتی ہے اس کی کیا وجہ؟ بالتفصیل جواب عنایت کریں۔

(الجواب) ہمارے حنفی مذہب میں ظہر کی نماز موسم گرما میں ذرا تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے درمختار میں ہے **والمستحب تاخير ظهر الصيف بحيث يمشي في الظل** (یعنی) موسم گرما میں ظہر کو تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے، اس طرح کہ دیواروں کے سائے میں چل سکیں۔"

شامی وغیرہ میں تاخیر کی حد ایک مثل ہے، یعنی ایک مثل سایہ ہونے سے پہلے نماز ظہر پڑھ لے، اس سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے (**قوله بحيث يمشي في الظل**) **عبارة البحر والنهر وغيرهما وحده' ان يصلي قبل المثل وهي اولى** (شامی ج ۱ ص ۳۴۰ کتاب الصلاۃ)

اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی مشہور روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰة فان شدة الحر من فيح جهنم** (بخاری شریف پ ۳ ج ۱ ص ۷۶ باب الابراد بالظهر في شدة الحر) (ترجمہ) "جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو بے شک گرمی کی شدت جہنم کی جھوکار کے اثر سے ہے۔"

(۲) حضرت ابو سعید روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم** (ترجمہ) ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو بے شک گرمی کی شدت جہنم کی جھوکار کے اثر سے ہے (بخاری شریف پ ۳ ج ۱ ص ۷۷ ایضا)

(۳) حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ "ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے موذن نے ظہر کی اذان دینی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا ابرد۔ وقت ٹھنڈا ہونے دو۔ تھوڑی دیر بعد پھر اذان دینی چاہی، آپ ﷺ نے پھر یہی فرمایا۔ ابرد۔ وقت ٹھنڈا ہونے دو یہاں تک ہم نے دیکھا کہ ٹیلوں کا سایہ پڑنے لگا ہے (جو لامحالہ ایک مثل ہو چکنے یا تقریباً ایک مثل پر پڑتا ہے) اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کی یہ حکمت ارشاد فرمائی (**ان شدة الحر من فيح جهنم فاذا اشتد الحر فابردوا بالصلوة**) بخاری شریف ص ۷۷ ایضاً (ترجمہ) گرمی کی شدت جہنم کی جھوکار کا اثر ہوتا ہے۔ پس جب گرمی سخت ہو تو ٹھنڈے پڑے نماز پڑھو۔

حضرت ابوذرؓ کی روایت کے بموجب اگر چہ یہ واقعہ سفر کا ہے مگر آنحضرت ﷺ نے تاخیر ظہر کی جو حکمت

بیان فرمائی ہے وہ سفر اور قیام دونوں صورتوں میں یکساں پائی جاتی ہے۔ان احادیث سے معلوم ہوا کہ موسم گرما میں نماز ظہر میں تاخیر افضل ہے روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرات صحابہؓ دیواروں کے سایوں میں چل کر نماز ظہر کے لئے جاتے تھے (اس زمانے میں دیواریں چھوٹی تھیں)

رہا نماز جمعہ کا مسئلہ تو بعض فقہاءؒ ظہر پر قیاس کرتے ہوئے نماز جمعہ کو بھی گرمی میں تاخیر سے پڑھنے کے قائل ہیں، مگر حدیث میں لفظ ''ظہر'' ہے لفظ ''جمعہ'' نہیں ہے اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے مقدس صحابہؓ کا عمل بھی اس کی تائید میں نہیں ہے۔نیز نماز جمعہ بڑے مجمع سے پڑھی جاتی ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا عام طریقہ تھا کہ وہ جمعہ کے لئے سویرے سے چلے جاتے تھے اب بھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگ صبح سے تیاری کر کے بہت جلد مسجد میں آ کر بیٹھ جاتے ہیں، خطبوں اور نماز میں وقت بھی زیادہ لگتا ہے، اس لئے تاخیر میں بڑا حرج ہے، لہذا عام فقہا ظہر کی طرح جمعہ کی تاخیر کے قائل نہیں ہیں **وجمعة کظهر اصلاً واستحباباً فی الزمانین (درمختار) (قوله واستحباباً فی الزمانین) ای الشتاء والصیف ح لکن جزم فی الا شباه من فن الا حکام انه لا یسن لها الا براد فی جامع الفتاویٰ لقاری الهدایة قیل انه مشروع لا نها توا دی فی وقت الظهر وتقوم مقامه وقال الجمهور لیس بمشروع لا نها تقام بجمع عظیم فتا خیرها مفضٍ الی الحرج ولا کذلک الظهر وموافقة الخلف لا صله من کل وجه لیس بشرط ا ه(شامی کتاب الصلاة ج ا ص ۳۴۰۔۳۴۱)**

اصل یہی ہے کہ نماز میں تعجیل کرے۔فرمان خداوندی ہے **فاستبقوا الخیرات** (نیکی کے کاموں میں جلدی کرو) مگر جہاں پر شارع علیہ السلام نے تاخیر کا حکم دیا ہو وہاں پر تاخیر کرے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ا ص ۳۹۸ کتاب الصلاۃ باب المواقیت) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

''رمضان المبارک میں نماز فجر ہمیشہ سے جلد پڑھنا''

(**سوال ۹۰**) رمضان میں رات کو لوگوں کی نیند پوری نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے سحری کے بعد فجر تک بیدار رہنا ان پر شاق گذرتا ہے، بعض تو گھر میں نماز پڑھ کر سو جاتے ہیں، اور بعض نماز کے وقت بیدار ہو جانے کے ارادے سے نماز پڑھے بغیر سو جاتے ہیں، بروقت آنکھ نہ کھلنے کی صورت میں ثواب جماعت سے محروم رہتے ہیں اور بعضوں کی تو نماز بھی قضا ہو جاتی ہے اگر صبح صادق کے بعد جلد جماعت کر لی جائے تو سب جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں، ایسا کرنے میں کوئی حرج ہے؟

(**الجواب**) رمضان میں مذکورہ علت کی وجہ سے نماز فجر ہمیشہ کے وقت سے جلد پڑھ لی جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اولیٰ ہے، سب لوگ شرکت فرما سکیں گے اور جماعت بڑی ہوگی۔اس کی تائید مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ ہم نے رسول خدا ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، راوی نے دریافت کیا سحری اور نماز میں کتنا فاصلہ تھا؟ فرمایا کہ جتنی دیر میں پچاس آیتیں پڑھ سکیں، **عن زید بن ثابت قال تسحر نا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قمنا الی الصلوۃ قال قلت کم کان**

قدر ذلک قال قدر خمسین آیۃ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۸۸ ابواب الصوم باب ماجآء فی تاخیر السحور)

پچاس آیات تو ایک اندازہ ہے، سحری کا وقت ختم ہو جانے کے بعد یعنی صبح صادق بعد پندرہ بیس منٹ ٹھہر کر نماز پڑھی جائے تو بہتر ہے، اتنا فاصلہ استنجا وغیرہ سے فراغت کے لئے کافی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جہاں وقت عشاء نہ ملے تو نماز عشاء ادا کرے یا نہیں:

(سوال ۹۱) لندن میں بائیسویں مئی سے اکیسویں جولائی تک (ان دو ماہ کی) رات صرف ساڑھے چار گھنٹے کی ہے۔ ان ایام میں غروب شفق نہیں ہوتا اب اس حال میں نماز عشاء کے متعلق کیا حکم ہے؟ کہ عشاء کا وقت غروب شفق کے بعد ہے۔ لہذا مذکورۂ ذیل باتوں کی تفصیل فرمائیں: (۱) جہاں وقت عشاء نہ ہو وہاں نماز عشاء فرض ہے (۲) اگر وہ فرض ہوتی ہو تو کب پڑھی جائے (۳) کیا طلوع آفتاب کے بعد قضا کرے اگر قضا ہو تو اس کا وقت مقرر کر کے یا اذان و جماعت پڑھے یا بغیر جماعت منفرداً منفرداً۔

(الجواب) ایسی جگہ جہاں غروب شفق سے پہلے یا غروب کے بعد فوراً فجر طلوع ہوتا ہے اور وقت عشاء نہ رہے تو وہاں کے باشندوں پر نماز عشاء فرض ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض فقہا کہتے ہیں کہ ان پر عشاء فرض نہیں اس دلیل سے کہ جب نماز عشاء کی فرضیت کا سبب موجود نہیں تو ان پر عشاء بھی فرض نہیں اس موسم میں وہ لوگ چار نماز کے مکلف ہیں جیسا کہ مقطوع الیدآدمی پر وضو میں تین ہی فرض ہیں مگر بعض دوسرے فقہاء کہتے ہیں کہ وہاں کے لوگوں پر نماز عشاء فرض ہے قول راجح اور واجب العمل یہی ہے۔ استدلالاً دلیل یہ ہے کہ خدا پاک نے سب جگہ کے لوگوں پر پنجگانہ نماز فرض کی ہے آپ ﷺ کی شریعت عام ہے کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اعضاء وضو کے نہ ہونے اور سبب صلاۃ میں فرق ہے غور کرنے سے پتہ چلتا ہے فرضیت صلوٰۃ نفس الامر میں سبب خفی سے ثابت ہے، وقت تو اس کے لئے ظاہری سبب اور سبب خفی کے لئے بطور علامت ہے اس کو اصل اور حقیقی ماننا صحیح نہیں۔ لہذا ظاہری سبب نہ ہونے کی وجہ سے حقیقی اور اصلی سبب جو نفس الامری ہے وہ معدوم نہ ہوگا جس کے وجوب پر دوسرے دلائل بھی ہیں۔ حدیث معراج میں ہے کہ اولاً پچاس نمازیں فرض تھیں پھر کمی کرتے کرتے پانچ نمازیں رکھیں جس میں کوئی تصریح نہیں کہ یہ حکم فلاں ملک کے لئے ہے اور فلاں ملک کے لئے نہیں اور خدا تعالیٰ و کائنات عالم کی جمیع اشیاء کا علم ہے۔ لہذا اس حکم سے کوئی جگہ مستثنیٰ نہیں۔ دجال والی حدیث میں ہے کہ ایک دن سال کے برابر ایک دن مہینہ کے برابر ایک دن ہفتہ کے برابر بڑا ہوگا۔ صحابۂ کرام نے دریافت کیا کہ آیا ان ایام میں بھی پانچ نمازیں کافی ہوں گی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں پانچ نمازیں کفایت نہیں کریں گی۔ ان ایام میں برس مہینے اور ہفتوں کی نمازیں اندازہ کر کے پڑھنی ہوں گی۔ یعنی چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں قدرے فاصلہ سے پڑھنی ہوں گی اس سے وضاحت ہوئی کہ ظاہری سبب قابل تسلیم نہیں حقیقی سبب قابل اعتبار ہے (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۸۔۱۹۷ کتاب الصلاۃ باب المواقیت (فصل)) (رسائل الارکان ص ۵۸۔۵۷)

دارالعلوم کے سابق مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب فرماتے ہیں کہ بعض فقہاء کا تو یہی

مذہب ہے کہ وہاں عشاء کی نماز فرض نہیں چونکہ وہاں عشاء کا وقت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فتاویٰ محمدیہ میں مولوی سید اصغر حسین صاحب نے لکھا ہے مگر محققین فقہا جیسے ابن ھمام وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ عشاء کا وقت وہاں نہیں آتا لیکن عشاء کی نماز وہاں بھی فرض ہے اور دلیل ان کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں پر پانچ وقت کی نماز فرض فرمائی ہے ان کو ہر جگہ اور ہر وقت پڑھنا چاہئے جیسا کہ حدیث دجال میں وارد ہے کہ ایک دن سال برابر کا ہوگا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ نمازوں کی نسبت کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس دن میں سال بھر کی نمازیں پانچوں وقت کا اندازہ کر کے پڑھو یعنی ہر ایک چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں ادا کرو (فتاویٰ دار العلوم مکمل و مدلل ج ۲ ص ۶۱) (۲) جب عشاء کا وقت ملتا تھا اور نماز عشاء پڑھی جاتی تھی۔ مغرب بعد اتنے فاصلہ پر عشاء پڑھی جائے یا گردو نواح جہاں عشاء کا وقت ہوتا ہے اور نماز عشاء اس کے وقت پر ادا ہوتی ہے تو اس حساب سے پڑھی جائے ایک صورت یہ بھی ہے کہ صبح صادق کے بعد عشاء اور وتر ادا کی جائے پھر فجر کے وقت میں فجر پڑھی جائے۔ درمختار میں ہے جس کو عشاء کا وقت نہ ملے وہ بھی عشاء اور وتر کا مکلف ہے یعنی عشاء اور وتر کی ادائیگی اس پر ضروری ہے وہ ان دونوں نمازوں کا اندازہ کر کے پڑھے یعنی جس موسم میں عشاء کا وقت ہوتا تھا اس وقت مغرب کے بعد جتنے فاصلہ سے عشاء کی نماز پڑھی جاتی تھی اتنے فاصلہ پر عشاء کی نماز ادا کی جائے یا اطراف کے شہروں اور ممالک میں جس وقت عشاء پڑھی جاتی ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے اور عشاء اور وتر میں قضا کی نیت نہ کرے قضا نماز وہ ہے جس کا وقت ملے اور فوت ہو جائے، یہاں تو عشاء کا وقت ہی نہیں تو پھر قضاء کا مسئلہ کہاں رہا (درمختار کتاب الصلاۃ فی فاقد وقت العشاء کاھل بلغار مع الشامی ج ۱ ص ۳۳۶۔۳۳۵) (۳) طلوع آفتاب کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں مگر نماز فجر و عشاء میں ترتیب مشکل ہے، لہذا صبح صادق کے بعد نماز فجر سے قبل عشاء کے فرض، اذان، تکبیر اور جماعت کے ساتھ پڑھے۔ (جوہرہ ج ۱ ص ۴۴ کتاب الصلاۃ) وتر با جماعت صرف رمضان ہی میں ادا کئے جاتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

ظہر اور عصر کا وقت:

(سوال ۹۲) مسجد میں دو ٹائم ٹیبل ہیں۔ ایک میں جماعت عصر کا وقت چار بج کر تیس منٹ کا ہے اور دوسرے میں چار بج کر ۲۵ منٹ کا۔ اب اذان کب دی جائے اس کا پتہ نہیں چلتا۔ یہاں پر چار بج کر تیس منٹ پر جماعت ہوتی ہے اور اذان چار بج کر پندرہ یا بیس منٹ پر ہوتی ہے تو صحیح وقت کیا ہے؟ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جس ٹائم ٹیبل (تقویم) میں چار بج کر تیس منٹ کا وقت بتلایا ہے وہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق ہے احناف کا مسلک یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ سایہ اصلی (یعنی وہ سایہ جو ٹھیک استواء کے وقت ہوتا ہے) اس کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ دو چند (دو مثل) ہو جائے اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور اس سے پہلے یعنی دو مثل ہونے تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔ مالا بدمنہ میں ہے۔ وروایتے مفتی بہ از امام اعظم آن ست کہ وقت ظہر باقی ماند تا آنکہ سایۂ چیز دو چندے آن شود سوائے سایۂ اصلی و بعد گذشتن وقت ظہر بر دو قول وقت عصر است (ص ۲۵ کتاب الصلاۃ)

مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ نے تعلیم الاسلام میں تحریر فرمایا ہے جب ہر چیز کا سایہ

اصلی سایہ کے علاوہ دو مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو کر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔(تعلیم الاسلام ج۲ص ۴۵)ماہ دسمبر میں سایۂ اصلی ایک مثل کے قریب ہوتا ہے لہذا علاوہ اس کے دو مثل سایہ ہونے کے بعد عصر کی اذان ہونی چاہئے اور فی الحال چار بج کر تیس منٹ کا وقت ہے اور اسی میں احتیاط ہے راندیر میں اسی پر عمل ہے، راندیر میں ماہ دسمبر میں اذان چار بج کر تیس منٹ پر اور چار بج کر ۴۵ منٹ پر جماعت ہوتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

مثلین سے پہلے عصر کی نماز پڑھی جاتی ہے:

(سوال ۹۳)محلّہ کا امام عصر کی نماز مثلین سے پہلے، اسی طرح عشاء کی نماز شفق ابیض کے غائب ہونے سے پہلے پڑھتا ہے تو مجھے کیا کرنا چاہئے۔بینوا توجروا۔

(الجواب)دوسری مسجد میں جہاں صحیح وقت پر نماز پڑھی جاتی ہو جا کر پڑھنی چاہئے۔اگر یہ ممکن نہ ہو یا دشوار ہو تو امام کے ساتھ پڑھ لیں اور وقت آنے پر منفرداً اعادہ کرلیں۔ثم رائت فی آخر شرح المنية ناقلاً عن بعض الفتاویٰ انه لو كان امام محلة يصلي العشاء قبل غياب الشفق الا بيض فالا فضل ان يصليها وحده بعد البياض .اه(ص ۳۷۲ ج ا)(اعلاء السنن ص ۷ ج ۲) كتاب الصلاة باب المواقيت)والا ولى ماقلنا انه يصلي مع الا مام ثم يعيد ها ولا تكره اعاده العصر في هذ ه الصور ة لان الا ولى لم تصح عند الامام فيكون الفرض هي الثانية لم اره صريحاً ولكنه مقتضى القواعد.فقط و الله اعلم بالصواب.(اعلاء السنن ج۴ ص ۲۷۶ باب مايفعل المأموم اذا أخر الامام الصلاة)

وقت عصر کی تفصیل:

(سوال ۹۴)ہماری مسجد میں دو ٹائم ٹیبل ہیں ایک میں نماز عصر کا وقت چار بج کر تیس (۴-۳۰) منٹ ہے اور دوسرے میں چار بج کر پچیس (۴-۲۵) منٹ ہے۔تو اذان کب دی جائے یہاں پر چار بج کر تیس (۴-۳۰) منٹ پر جماعت ہوتی ہے۔اور اذان چار بج کر پندرہ یا بیس منٹ کو ہوتی ہے تو صحیح وقت کیا ہے؟

(الجواب)جس ٹائم ٹیبل میں چار بج کر تیس (۴-۳۰) منٹ کا وقت ہے۔وہ مفتی بہ قول کی مطابق ہے۔حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ ظہر کا وقت ہر چیز کا سایہ علاوہ سایۂ اصلی کے دو مثل ہونے تک رہتا ہے۔دو مثل ہونے کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے،"مالا بدمنہ" میں ہے۔ور وایت مفتی بہ از امام اعظم آنست کہ وقت ظہر باقی ماندہ تا کہ سایۂ اصلی ہر چیز دو چندے آں شود سوائے سایۂ اصلی و بعد گذشتن وقت ظہر بر ہر دو قول وقت عصر است(ص ۲۵)

مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ ؒ نے بھی تعلیم الاسلام میں اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔

جب ہر چیز کا سایہ سایۂ اصلی کے علاوہ دو مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو کر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔(تعلیم الاسلام ص ۴۵ ج ۲)

وقت عشاء کی تفصیل:

(سوال ۹۵) اس موسم (ماہ جون) میں غروب آفتاب سات بج کر انیس (۱۹ـ۷) منٹ پر ہے۔ اور شفق کا فاصلہ ایک گھنٹہ چونتیس (۳۴ـ۱) منٹ کا ہے تو عشاء کی اذان کب دی جائے؟ ہمارے امام صاحب آٹھ بج کر پینتالیس (۴۵ـ۸) منٹ کو اذان پڑھواتے ہیں اور جماعت نو بجے۔ تو کیا اذان وقت پر ہوتی ہے؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ نماز وقت پر ہوتی ہے۔ اور اذان قبل از وقت۔ اذان آٹھ بج کر ترپن (۵۳ـ۸) منٹ کے بعد ہونی چاہئے تو کیا ہمارا کہنا غلط ہے؟

(الجواب) آپ کی بات صحیح ہے۔ عشاء کا وقت غروب شفق کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ ''شفق'' سے کون سی شفق مراد ہے۔ احمر یا ابیض، اس میں اختلاف ہے۔ لغت عربی میں سرخی اور (سرخی کے بعد کی) سفیدی دونوں کو شفق کہتے ہیں۔ علامہ ابن الرشید تحریر فرماتے ہیں۔ **وسبب اختلافهم في هذه المسئلة اشتراک اسم الشفق في لسان العرب بانه كما ان الفجر بلسانهم فجران كذا لک الشفق شفقان احمر وابیض الخ** (بداية المجتهد ص ۹۲ ج ۱)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وقت عشاء کے بارے میں شفق سے وہ سفیدی مراد لیتے ہیں۔ جو سرخی کے غائب ہونے کے بعد تھوڑی دیر رہتی ہے اور یہی راجح اور قابل عمل ہے۔ ''کتاب الاختیار'' میں ہے **الشفق البیاض الذی بعد الحمرة** ترجمہ:۔ شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد رہتی ہے (ص ۳۹ ج ۱ کتاب الصلاۃ) حدیث شریف میں ہے کہ حضرت انسؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ میں عشاء کب پڑھوں؟ تو آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:۔ **حین اسود الافق** ۔ترجمہ:۔ جب افق یعنی آسمان کا کنارہ تاریک ہوجائے۔ اور مرفوع روایت میں ہے کہ **یصلی العشاء حین یسود الافق** ۔ یعنی آنحضرت ﷺ عشاء اس وقت ادا فرماتے تھے جب افق پر تاریکی چھا جاتی تھی ۔(ابوداؤد ص ۶۳ ج ۱)(زجاجة المصابيح ص ۱۶۸ ج ۱ باب المواقیت)

اسی لئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے شفق سے شفق ابیض مراد لی ہے۔ افق پر تاریکی سفیدی کے بعد چھاتی ہے نہ کہ سرخی کے بعد لہٰذا عشاء کی اذان بھی سفیدی (شفق) غائب ہونے کے بعد پڑھنی چاہئے۔ آپ کے امام صاحب کو اس سے اطمینان نہ ہو تو تعلیم الاسلام میں مولانا کفایت اللہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمالیں۔ تعلیم الاسلام پر ہے۔

(سوال) نماز عشاء کا وقت کیا ہے؟

(الجواب) سفید شفق جاتے رہنے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔ (حصہ سوم)

عشاء کا وقت غروب آفتاب کے بعد کب شروع ہوتا ہے:

(سوال ۹۶) غروب آفتاب کے بعد کب تک شفق ابیض باقی رہتی ہے۔ اور کب سے عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے؟

(الجواب) یہ فاصلہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا، ماہ بماہ یا کچھ کچھ دنوں میں گھٹتا بڑھتا رہتا ہے لیکن یہ فاصلہ ایک گھنٹہ اڑتیس (۳۸ـ۱) منٹ سے زیادہ نہیں ہوتا اور ایک گھنٹہ اکیس (۲۱ـ۱) منٹ سے کم نہیں ہوتا۔ ماہ جون میں یہ

فاصلہ ایک گھنٹہ اڑتیس (۳۸۔۱) منٹ کا ہوتا ہے اور ستمبر میں سب سے کم۔ یعنی ایک گھنٹہ اکیس (۲۱۔۱) منٹ کا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ نقشہ پیش کیا جاتا ہے جس کے مطابق عشاء کی نماز میں تغیر و تبدیل کریں۔ (محمد کفایت اللہ دہلی)

نقشہ

مہینے مع تاریخ	گھنٹہ	منٹ	مہینے مع تاریخ	گھنٹہ	منٹ
یکم جنوری	۱	۲۷	یکم جولائی	۱	۳۴
یکم فروری	۱	۲۴	یکم اگست	۱	۳۰
یکم مارچ	۱	۲۲	یکم ستمبر	۱	۲۵
یکم اپریل	۱	۲۳	اکیسویں ستمبر	۱	۲۱
یکم مئی	۱	۲۷	یکم اکتوبر	۱	۲۲
یکم جون	۱	۳۴	یکم نومبر	۱	۲۳
تیئسویں جون	۱	۳۸	یکم دسمبر	۱	۲۷
پچیسویں جون	۱	۳۷	اکتیسویں دسمبر	۱	۲۸

نوٹ:۔ جس ماہ کی جس تاریخ میں غروب آفتاب اور غروب شفق میں جس قدر فاصلہ رہتا ہے تقریباً اتنا ہی فاصلہ صبح صادق اور طلوع آفتاب میں بھی ہوتا ہے۔

''شامی'' میں ہے (**فائدہ) ذکر العلامة المرحوم الشیخ خلیل الکاملی فی حاشیتة علی رسالةالاسطر لاب لشیخ مشائخنا العلامة المحقق علی افندی الداغستانی ان التفاوت بین الفجرین و کذا بین الشفقین الا حمر والا بیض انماھم بثلث درج (ص ۳۳۲ ج ۱ کتاب الصلاۃ)** دوسری جگہ ہے (**تنبیہ) قد مناقریباً ان التفاوت بین الشفقین بثلاث درج کما بین الفجرین فلیحفظ (شامی ص ۳۳۵ ج ۱ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب.**

نماز فجر کی جماعت اسفار میں افضل ہے:

(سوال ۷۹) فجر کی نماز میں لوگ کم آتے ہیں اور جس مسجد میں صبح صادق کے تھوڑی دیر بعد جماعت کا وقت مقرر ہے وہاں تو لوگ جماعت چھوڑ کر تنہا تنہا نماز پڑھتے ہیں اور جماعت کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ اگر ملازم تجارت پیشہ لوگوں کا لحاظ کرتے ہوئے اخیری وقت جماعت کی جائے تو بہتر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صبح کی نماز غلس (اندھیرے) اور اسفار (اجالے) میں پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔ اسلام کے دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے ان میں عبادت کا ذوق و شوق بے پناہ

تھا۔آنحضرت ﷺ کی معیت میں اکثر مسجد میں شب باشی کرتے ،عبادات سیکھتے ۔نوافل اور تہجد میں مشغول رہتے ان حضرات کے لئے غلس میں نماز پڑھنا آسان تھا(جیسا کہ ہمارے لئے رمضان المبارک میں نماز فجر جلد ادا کر لینے میں سہولت ہوتی ہے) کسی کی جماعت فوت ہونے کا اندیشہ نہ تھا، پھر جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی اوران کے لئے صبح کی نماز تاخیراوراسفار میں پڑھنے میں سہولت ہونے لگی اوراس وقت لوگوں کا جماعت میں شریک ہونا آسان ہونے لگا توان کی جماعت فوت نہ ہو جائے اس بنا پر حضوراکرم ﷺ اورصحابہ اسفار میں نماز پڑھنے لگے اور ساتھ ساتھ حضوراکرم ﷺ نے اس کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے۔ارشادنبوی ﷺ ہے۔**اصبحوا بالصبح فانه اعظم الا جر** . یعنی نماز فجر خوب اجالے میں پڑھواس میں بہت زیادہ اجر ہے(ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۶۷ باب المواقیت باب وقت الصبح) نیز حدیث میں ہے **اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر** . ترجمہ: نماز اجالے میں پڑھواس میں بڑا اجروثواب ہے۔(ترمذی شریف ج ص ۴۰ باب ماجاء فی الاسفار بالفجر) دیگر کتب احادیث میں بھی قریب قریب یہی الفاظ مبارکہ ہیں۔جیسے مسلم شریف ج ا ص ۲۲۳)نسائی شریف ج ا ص ۵۰ (ابن ماجہ ج ا ص ۴۹) .... (مجمع الزوائد ج ا ص ۱۳۲) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۲۱) (طحاوی شریف ج ا ص ۱۰۶) وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔

اس لئے فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز اجالے میں ادا کی جائے۔یعنی طلوع آفتاب سے اس قدر پہلے شروع کی جائے کہ سنت کے مطابق (کم از کم چالیس پچاس آیات) پڑھ کر نماز پوری کرسکیں اوراگر نماز میں فساد آجائے تو مسنون قرائت کے ساتھ نماز کا اعادہ کرسکیں۔(اس کے لئے پچیس ۲۵ تمیں ۳۰ منٹ کافی ہیں) یعنی طلوع آفتاب سے پچیس ۲۵ سے تمیں ۳۰ منٹ پہلے جماعت کا وقت مقرر کرنا مستحب ہے۔یہ اس لئے کہ صبح کا وقت سونے اورغفلت کا ہے۔غلس میں جماعت کرنے سے اکثر لوگوں کی جماعت فوت ہوگی۔اس لئے تاخیر افضل ہے مگر اس قدر تاخیر نہ ہو کہ سلام پھیرنے کے بعد اعادہ کا وقت نہ رہے۔"مالا بدمنہ" میں ہے۔ودر روشنی روز خواندن صبح بحد یکہ بہ قراءت مسنونہ نماز ادا کند واگر فساد ظاہر شود باز بہ قراءت مسنونہ ادا کند مستحب است۔یعنی :صبح کی نماز اتنے اجالے میں پڑھنا مستحب ہے کہ..... مسنون قرائت سے ادا کرنے کے بعد اتنا وقت رہے کہ نماز فاسد ہو جائے۔تو دوبارہ مسنون قرأت کے ساتھ ادا کرسکے(مالا بدمنہ ص ۲۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تہجد کا وقت:

(سوال ۹۸) تہجد کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟

(الجواب) مختار مذہب یہ ہے کہ تہجد کا وقت نصف شب کے بعد شروع ہوتا ہے خواہ اس سے پہلے سویا ہو یا نہ سویا ہو (سونا شرط نہیں) ہاں سونے کے بعد اٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔فتاوی عزیزی میں ہے"اول وقت آں بعد از نصف شب است۔**سواء سبقه النوم ام لا** (ص ۵ کتاب الصلاۃ)فقط **(و اللہ اعلم بالصواب)**

چاشت کی نماز کا وقت اوراس کی رکعتیں:

(سوال ۹۹) چاشت کی نماز کا وقت کیا ہے۔اوراس کی کتنی رکعتیں ہیں؟

(الجواب) چاشت کی نماز کا وقت آفتاب طلوع ہونے سے زوال تک ہے لیکن افضل اور مختار یہ ہے کہ ایک چوتھائی دن گذرنے کے بعد پڑھے مثلاً آج کل ۳۵-۶ پر طلوع آفتاب اور ۵۲-۶ پر غروب آفتاب ہے تو ۴۰-۹ سے زوال تک چاشت کی نماز پڑھ سکتے ہیں اس کی چار رکعتیں ہیں۔ دو رکعت بھی پڑھ سکتا ہے اور زیادہ پڑھنا چاہے تو بارہ رکعت بھی پڑھ سکتا ہے۔ درمختار میں ہے۔ وندب اربع فصاعداً فی الضحی من بعد الطلوع الی الزوال ووقتها المختار بعد ربع النهار وفی المنیه اقلها رکعته واکثر ها اثنا عشر ووسطها ثمان وهوافضلها کما فی الذخائر لثبوته بفعله الخ. (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۹ مطلب سنة الضحیٰ) فقط واللہ اعلم بالصواب. ۲. جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۸. مارچ ۱۹۸۲ء۔

اشراق کی نماز کا وقت:

(سوال ۱۰۰) اشراق کی نماز کا وقت کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اشراق کی نماز کا وقت طلوع آفتاب کے بعد تقریباً بارہ پندرہ پر شروع ہو جاتا ہے۔ اولها (عند طلوع الشمس الیٰ آن تر تفع الشمس وتبیض قدر رمح او معین (طحطاوی علی الفلاح ص ۱۰۶ فصل فی الا وقات المکروهة) فقط واللہ اعلم بالصواب. ۳. جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ.

مجبوراً عصر کی نماز جماعت کے ساتھ ایک مثل پر پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۰۱) محترم المقام حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم۔ بعد سلام مسنون۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ مندرجہ ذیل سوال کا جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

ہم لوگ سعودیہ عربیہ کے مقام جدہ میں بغرض ملازمت مقیم ہیں۔ ایک کمپنی میں کام کرتے ہیں۔ جس میں بہت سے لوگ ہندوستانی حنفی ہیں اور بہت سے لوگ یمنی بھی ہیں۔ کمپنی میں ایک مسجد بھی بنائی گئی ہے۔ اس مسجد میں یمنی حضرات بضد ہو کر عصر کی نماز ایک مثل پر جماعت کر کے پڑھتے ہیں ہم نے ان کو بہت سمجھایا کہ ہمارے اعتبار سے عصر کا وقت نہیں ہوتا مگر وہ لوگ نہیں مانتے اور ایک مثل پر ہی جماعت کر کے نماز پڑھتے ہیں ایسی حالت میں اگر حنفی ان کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائیں اور نماز پڑھ لیں تو کیا حکم ہے؟ نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عصر کا وقت ایک مثل سایہ سے شروع ہوتا ہے یا دو مثل سے اس میں اختلاف ہے۔ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل کے اندر پڑھ لی جائے اور عصر کی نماز دو مثل ہونے کے بعد ادا کی جائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ عن عبد اللہ بن رافع مولیٰ ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم انهٗ سئل ابا هریرة عن وقت الصلوٰة فقال ابو هریرة انا اخبرک صل الظهر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذا کان ظلک مثلیک. یعنی عبداللہ بن رافع مولیٰ ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نماز کے اوقات کی بابت سوال کیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں تم کو بتلاتا ہوں ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے برابر ہو اور عصر کی نماز ایسے وقت ادا کرو جب تمہارا سایہ تم سے دو چند ہو (مؤطا امام مالک ص ۳ وقوت الصلوٰۃ)

اگر عصر کی نماز دو مثل سے پہلے پڑھ لی جائے (جیسا کہ آپ کے یہاں ہوتا ہے) تو نماز مشتبہ ہوگی دو مثل کے بعد پڑھنے میں شبہ نہ رہے گا بلکہ بالاتفاق ادا ہو جائے گی عبادت احتیاط لازم ہے۔ یہ حضرات دو مثل سے پہلے ہی پڑھنے پر بضد ہوں تو دوسری مسجد میں جہاں احتیاط پر عمل ہوتا ہو چلے جائیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو یا دشوار تر ہو تو مجبوراً جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلیں اور دو مثل سایہ کے بعد تنہا تنہا اعادہ کرلیا کریں۔ **والا ولی ما قلنا انه یصلی مع الا مام ثم یعید ها ولا تکره اعادة العصر فی هذه الصورة لان الا ولیٰ لم تصح عند الا مام فیکون الفرض هی الثانیة لم اره صریحا ولکنه مقتضی القواعد (اعلاء السنن ج ۴ ص ۲۷۶ باب مایفعل المأموم اذا أخر الا مام الصلاة) فقط و الله اعلم بالصواب.**

مجبوری کے وقت ایک مثل سایہ کے بعد عصر کی نماز پڑھنا:

(سوال ۱۰۲) بس کا وقت ایسا ہے کہ اگر مذہب حنفی کے موافق عصر کی نماز پڑھی جائے تو بس چھوٹ جاتی ہے اور اگر یہ پڑھی جائے تو درمیان میں اتنا وقت نہیں ملتا کہ نماز پڑھی جاسکے ایسی پریشانی کے وقت امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق ایک مثل سایہ ہوجانے کے بعد عصر کی نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بس سے سفر کرنے میں مذکورہ پریشانی ہو تو ریل سے سفر کیا جائے اور اگر ریل سے بھی سفر کرنے میں یہ پریشانی اور الجھن پیش آتی ہو تو مجبوری کی وجہ سے ایک مثل سایہ کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے اور یہ صاحبین رحمہما اللہ کا قول بھی ہے حوالہ بالا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز فجر میں اسفار:

(سوال ۱۰۳) فجر کی نماز کے لئے افضل وقت کون سا ہے، اسفار میں اولیٰ ہے یا غلس میں ہمارے یہاں صبح کی نماز خوب روشن ہونے پر ہوتی ہے، یعنی طلوع آفتاب سے پچیس تیس منٹ قبل نماز شروع ہوتی ہے، مگر ایک صاحب کا کہنا ہے کہ نماز فجر اسفار میں پڑھنا حدیث سے ثابت نہیں تو کیا نماز فجر اسفار میں خلاف سنت ہے، حدیث کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرماویں۔؟

(الجواب) صبح صادق ہوتے ہی فجر کا وقت شروع ہوکر طلوع آفتاب سے کچھ پہلے تک رہتا ہے، اس عرصہ میں کسی بھی وقت نماز پڑھنا درست ہے مگر اسفار یعنی خوب اجالا ہونے کے بعد نماز پڑھنا افضل و مستحب ہے، اس میں بڑا ثواب ہے اور یہ بہت سی احادیث سے ثابت ہے، حدیث سے عدم ثبوت کا قائل حدیث سے ناواقف ہے۔

حدیث جبرائیل میں ہے کہ بار دیگر جبرائیل علیہ السلام نے فجر کی نماز اسفار میں پڑھائی **وصلی بی الفجر فاسفر (مشکوٰة ص ۵۹ باب المواقیت الفصل الا ول عن بریدة)**

احادیث سے فجر کی نماز غلس و اسفار میں پڑھنے کا ثبوت بھی ملتا ہے، چنانچہ ابتدائی دور نبوت میں نماز فجر کچھ اندھیرے میں پڑھی جاتی تھی کیونکہ وہ زمانہ شدت عمل کا تھا، صحابۂ کرام میں حدیث الاسلام ہونے کی وجہ سے حاضر باشی وشب بیداری کا جذبہ تھا، رات کا اکثر حصہ مسجد میں گزرتا ان کے لئے غلس میں نماز پڑھنا ہی سہل تھا جیسا کہ ماہ مبارک میں بعد تہجد وسحری صبح صادق ہوتے ہی نماز فجر پڑھنا آسان ہوا کرتا ہے، زیادہ تر خواتین بھی فجر کی نماز

میں آتی تھیں، ان کے حق میں پردہ کا لحاظ بھی اسی کا مقتضی تھا کہ نماز فجر غلس میں پڑھ لی جائے، پھر جب اشاعت اسلام عام ہوئی، مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی عام لوگوں کے لئے سہولت اسی میں تھی کہ نماز اسفار میں پڑھی جائے تاکہ جماعت کے ثواب سے کوئی محروم نہ رہے، اسی لئے حضور ﷺ نے ہدایت فرمائی۔

اصبحوا بالصبح فانه اعظم للاجر. ترجمہ:۔ نماز فجر اسفار میں پڑھو اس میں تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔ (ابوداؤد، باب وقت الصبح عن رافع بن خدیج ج ۱ ص ۶۱، نسائی ج ۱ ص ۹۴، ابن ماجہ ص ۴۹، طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۰۶)

ترمذی شریف کے الفاظ یہ ہیں، اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر. ترجمہ:۔ نماز فجر خوب روشنی کی بعد پڑھو اس میں اجر عظیم ہے (ترمذی باب ماجآء فی الاسفار بالفجر ج ۱ ص ۲۲، مسند امام اعظم ج ۱ ص ۳۰۴) مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۳۲۱۔ امام ترمذیؒ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں " حدیث رافع بن خدیج حدیث حسن صحیح . رافع بن خدیج کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مسلم شریف میں "فنور بالصبح" کے الفاظ ہیں (مسلم باب اوقات الصلوات الخمس ج ۱ ص ۲۲۳ اور حدیث شریف میں ہے عن عبد الله قال مارأیت النبی صلی الله علیه وسلم صلی صلوة لغیر میقاتها الا صلوتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتها (بخاری باب متی یصلی الفجر مجمع ج ۱ ص ۲۲۸ پ ۷، مسلم ج ۱ ص ۴۱۷) ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دو نماز کے علاوہ ہر نماز کو اس کے مقررہ وقت پر پڑھتے دیکھا ہے وہ دو نماز یہ ہیں (۱) مزدلفہ میں مغرب اور عشاء میں جمع بین الصلوتین کیا (۲) اور نماز فجر عام معمول کے خلاف غلس میں پڑھی۔

مذکورہ تمام احادیث اسفار میں نماز پڑھنے میں مؤید ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت ہی ایسی احادیث ہیں جن سے نماز فجر اسفار میں پڑھنے کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے فقہائے احناف فرماتے ہیں ویستحب الاسفار بالفجر لقوله علیه السلام اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر. (هدایه فصل فی الاوقات المستحبة ج ۱ ص ۶۱)

لہذا آپ حضرات کا اسفار میں نماز پڑھنا حدیث وسنت کے موافق ہے، حدیث کے خلاف یا بدعت نہیں۔

نیز فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز اجالے میں پڑھے یعنی طلوع آفتاب سے اتنا پہلے شروع کرے کہ مسنون قرأت (جس کی مقدار کم از کم ۴۰ سے ۴۵ آیات ہیں) پڑھ سکے اور اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے نماز فاسد ہو تو دوبارہ قرأت مسنونہ سمیت لوٹا سکے، اس لحاظ سے ۲۵ سے ۳۰ منٹ کافی ہیں۔

پس طلوع آفتاب سے ۲۵ سے ۳۰ منٹ قبل جماعت کا قیام مستحب ہے چونکہ صبح کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہے نماز جلدی پڑھنے میں بہت سے لوگوں کی جماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہے لہذا تاخیر ہی اولی ہے مگر اس قدر تاخیر بھی نہ کرے کہ سلام پھیرنے کے بعد نماز دوبارہ پڑھنے کا وقت نہ رہے، مالا بدمنہ میں ہے "و در روشنی روز خواندن صبح بہ حدیکہ بقرأت مسنون نماز ادا کند و اگر فساد ظاہر شود باز بقرائت مسنون ادا کند مستحب است (مالا بدمنہ ص ۲۵) ترجمہ:۔ نماز فجر اس قدر اجالا ہونے کے بعد پڑھنا مستحب ہے کہ نماز قرأۃ مسنونہ سے پڑھنے کے بعد اتنا وقت رہے کہ اگر کسی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے تو مسنون قرأۃ کے ساتھ دوہرا سکے۔

لہذا آپ حضرات کا عمل حدیث وسنت کے مطابق ہے بدعت اور خلاف سنت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اوقات ممنوعہ ومکروہ

عصر کے بعد تحیۃ الوضو یا کوئی نماز:

(سوال ۱۰۴) عصر اور مغرب کے درمیان تحیۃ الوضو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) نہیں پڑھ سکتے۔ عصر اور مغرب کے درمیان نفل نماز پڑھنا مکروہ اور منع ہے۔(۱)

(سوال ۱۰۵) عصر اور مغرب کے درمیان کون سی نماز پڑھنا درست ہے؟

(الجواب) آفتاب کے زرد ہونے سے پہلے یعنی آفتاب کی تیزی باقی رہے وہاں تک فرض وواجب کی قضا پڑھ سکتے ہیں (لیکن تنہائی میں پڑھے لوگوں کے سامنے نہ پڑھے) نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت بھی جائز ہے۔ آفتاب کی تیزی ختم ہونے کے بعد یعنی آفتاب زرد ہونے کے بعد اجازت نہیں۔ ہاں اگر اس وقت جنازہ آیا یا سجدۂ تلاوت واجب ہوا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے اگر اس دن عصر کی نماز نہ پڑھی ہو تو ایسی حالت میں بھی پڑھنا چاہئے (اگر چہ اتنی تاخیر سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے) قضا نہ ہونے دے کیونکہ قضا کا گناہ بہت بڑا ہے۔(۲)

فقط و اللہ اعلم بالصواب.

صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان نفل نماز:

(سوال ۱۰۶) صبح صادق سے طلوع تک نفل پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) نہیں پڑھ سکتے اس وقت نفل نماز مکروہ اور منع ہے۔ طلوع کے بعد جب تک آفتاب ایک نیزہ بلند ہوکر تیزی نہ پکڑے اس وقت تک کسی نماز کی اجازت نہیں۔(۳)

فجر کی نماز فوت ہو جائے تو پہلے فرض پڑھے یا سنت:

(سوال ۱۰۷) فجر کی جماعت فوت ہوئی تو پہلے سنت پڑھ کر فرض پڑھے یا فقط فرض پڑھے اور سنت طلوع کے بعد پڑھے؟ اگر طلوع کے بعد فرض کی قضا کرے تو سنت پڑھے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر وقت میں گنجائش نہیں ہے تو سنتیں نہ پڑھے صرف فرض پڑھ لے۔ سنتوں کی قضا نہیں ہوتی۔ اگر چاہے تو بطور نفل طلوع آفتاب کے بعد جب اشراق کا وقت ہو جائے دو رکعت پڑھ لے۔ اگر فجر کی نماز قضا ہوگئی

---

(۱) وكره نفل قصداً ولو تحية مسجد بعد صلاة فجر و صلاة عصر ولو المجموع بعرفة. درمختار على هامش شامی ج. ۱ ص ۳۷۵.

(۲) وكره تحريماً صلاة مطلقاً ولو قضاء او واجبة او نفلاً او على جنازة وسجدة تلاوة وسهو مع الشروق واستوآء وغروب الا عصر يومه وينعقد نفل بشروع فيها وسجدة تلاوت وصلاة جنازه تليت الآية فى كامل و حضرت الجنازة لو جوبه كاملا فلا يتأدى ناقصاً در مختار على هامش شامى. ج ۱ ص ۳۷۰. ۳۷۴.

(۳) تسعة اوقات يكره فيها النوافل وما فى معناها لا الفرائض ... ومنها ما بعد صلاة الفجر قبل طلوع الشمس فتاوى عالمگيرى الفصل الثالث فى بيان الا وقات التى لا تجوز فيها الصلاة ج. ۱ ص ۵۳.

اور اسی روز زوال سے پہلے قضا کرے تو پہلے سنت پڑھے پھر فرض۔زوال کے بعد قضا کرے تو فقط فرض پڑھے۔(۱)
فقط و اللہ اعلم بالصواب.

صبح صادق کے بعد نوافل پڑھنا:

(سوال ۱۰۸) ہماری مسجد کے بعض مصلی فجر کے فرض اور سنت سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو، پڑھتے ہیں تو ان کا یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے؟ ان کو روکنے پر بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی قضا پڑھتے ہیں۔تو کیا قضا نماز پڑھنے کی اجازت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مذہب حنفی میں صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب تک فجر کی فرض وسنت، کے علاوہ تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو ،وغیرہ نوافل پڑھنا جائز نہیں ہے۔قضا نماز پڑھنا جائز ہے لیکن لوگوں سے چھپ کر پڑھی جائے۔لوگوں کے سامنے پڑھنا ممنوع ہے۔لہٰذا ان حضرات کو اگر اس وقت قضا نماز پڑھنا ہی ہے تو گھر میں پڑھیں مسجد میں لوگوں کے سامنے نہ پڑھیں، درمختار میں ہے (وکذا الحکم من کراھة نفل وواجب لعینه (بعد طلوع فجر سوی سنته لشغل الوقت به تقدیرا الخ (درمختار مع الشامی ج ا ص ۳۴۹ کتاب الصلاة)فقط و اللہ اعلم بالصواب.

زوال سے کتنی دیر پہلے نماز موقوف کرنا چاہئے:

(سوال ۱۰۹) ہمارے گاؤں کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں مسجد میں بورڈ پر لکھا ہوا رہتا ہے کہ نصف النہار سے زوال تک یعنی زوال سے قبل چالیس ۴۰ منٹ تک کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے، یہ چالیس منٹ والی بات کہاں تک صحیح ہے؟ اسی طرح جمعہ کے دن بھی نصف النہار سے زوال تک کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے، آپ اس کی وضاحت فرمادیں کہ کتنے منٹ تک نماز پڑھنا درست نہیں۔بینوا توجروا۔

(الجواب) قلم یا لکڑی کھڑی کر کے زوال کا وقت دیکھا جا سکتا ہے۔زوال کے وقت سے آٹھ دس منٹ پہلے سے نماز موقوف کردے اور آٹھ دس بعد تک موقوف رکھے بادلوں کے زمانہ میں زوال کا وقت معلوم کرنا دشوار ہے اس لئے تقویم کے حساب سے دس بارہ منٹ پہلے سے نماز پڑھنے سے رک جائے اور دس بارہ منٹ بعد تک رکا رہے اس میں احتیاط ہے اور یہ جو قول ہے کہ نصف نہار شرعی سے زوال تک نماز نہ پڑھی جائے۔یہ مزید احتیاط پر مبنی ہے۔شامی میں ہے۔وفی شرح النقایه للبر جندی قد وقع فی عبارات الفقهاء ان الوقت المکروہ ھو عند انتصاف النهار الیٰ ان تزول الشمس ولا یخفی ان زوال الشمس انما ھو عقیب انتصاف النهار بلا فصل وفی ھذا القدر من الزمان لا یمکن اداء صلاة فیه فلعل المراد انه لا تجوز الصلوٰةبحیث یقع جزء منها فی ھذا الزمان. او المراد بالنهار ھو النهار الشرعی وھو من اول طلوع الصبح الی غروب الشمس وعلیٰ ھذا یکون نصف النهار قبل الزوال

(۱) والسنن اذا فاتت عن وقتها لم یقضیهما الا رکعتی الفجر اذا فاتتامع الفرض یقضیهما بعد طلوع الشمس الی وقت الزوال ثم یسقط ھکذا فی محیط السرخسی وھو الصحیح ھکذا فی البحر الرائق فتاویٰ عالمگیری الباب التاسع فی النوافل. ج ا ص ۱۱۲

بزمان یعتد بہ اھ(شامی ج ۱ ص ۳۴۴،ص ۳۴۵ کتاب الصلوٰۃ تحت قولہ واستواء)
والثانی (عند استوائها) فی بطن السماء (الی ان تزول) ای تمیل الیٰ جهة المغرب (مراقی الفلاح)
(قولہ والثانی عند استوائها) وعلامته ان یمتنع الظل عن القصر ولا یأخذ فی الطول واذا صادف انه شرع فی ذلک الوقت بفرض قضاء او قبله وقارن هذا الجزء اللطیف شیئاً من الصلوٰة قبل القعود قدر التشهد فسدت،(طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۱۰۷ فصل فی الاوقات المکروهة)فقط واللہ اعلم بالصواب. ۵ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ.

فجر کی نماز سے پہلے اور خطبہ کے وقت تحیۃ المسجد پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۱۱۰) فجر کی سنت مؤکدہ اور جمعہ سے قبل کی سنت گھر پر ادا کر کے مسجد جائے تو مسجد پہنچ کر تحیۃ المسجد ادا کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صبح صادق کے بعد صرف فجر کی دو سنت مؤکدہ پڑھ سکتے ہیں فجر کی نماز سے قبل اور نماز کے بعد نفل نماز مکروہ ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے (ویکره التنفل بعد طلوع الفجر باکثر من سنته) قبل اداء الفرض لقوله صلی اللہ علیه وسلم لیبلغ شاهد کم غائبکم الا، لا صلوٰة بعد الصبح الا رکعتین ولیکون جمیع الوقت مشغولا بالفرض حکما ولذا تخفف قراءة سنة الفجر ویکره التنفل (بعد صلاته) ای فرض الصبح (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۰۱ فصل فی الاوقات المکروهة) لہذا اگر فجر کی دو سنت گھر پر ادا کر لی ہوں تو اب مسجد پہنچ کر مستقلاً تحیة المسجد نہ پڑھی جائے فرض نماز ادا کرنا اس کے قائم مقام ہوجاتا ہے مراقی الفلاح میں ہے. (سنن تحیة المسجد رکعتین یصلیها فی غیر وقت مکروه بینهما (مراقی الفلاح) طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله فلذا خیره القدوری) ای لا ختلاف الآثار خیره القدوری وکذا خیره محمد بن الحسن بین ان یصلی رکعتین او اربعاً کما فی الفتح (طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی تحیة المسجد وصلاة الضحی واحیاء اللیالی ص ۲۱۳)فقط واللہ اعلم.

(۱) فجر کی نماز کے بعد فجر کی سنت پڑھنا

(۲) فجر سے پہلے اور فجر کے بعد نیز عصر کے بعد قضا اور نوافل پڑھنا:

(سوال ۱۱۱) ایک شخص صبح کی نماز کے لئے مسجد گیا، جماعت کھڑی ہوگئی تھی وضو کر کے فارغ ہوا تو امام صاحب قعدہ میں تھے وہ شخص جماعت میں شریک ہوگیا، فجر کی سنت پڑھنے کا موقع نہ ملا تو جماعت کے بعد وہ فجر کی سنت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر فجر کے بعد نہ پڑھ سکتا ہو تو طلوع آفتاب کے بعد پڑھنا کیسا ہے؟ اسی طرح فجر وعصر کے بعد نوافل اور قضاء نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ حوالہ اور عبارت نقل فرما کر جواب عنایت فرمائیں تو بہت بہتر ہوگا۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) فجر کی سنت فجر کی نماز کے بعد پڑھنا سخت مکروہ ہے مراقی الفلاح میں ہے ویکره التنفل (بعد صلوته)

ای فرض الصبح (و) یکرہ التنفل (بعد صلاۃ) فرض (العصر) وان لم تتغیر الشمس لقولہ علیہ السلام لا صلوۃ بعد صلوۃ العصر حتی تغرب الشمس و لا صلوۃ بعد صلوۃ الفجر حتیٰ تطلع الشمس رواہ الشیخان. طحطاوی میں ہے (قولہ بعد صلوتہ) ای فرض الصبح ولو سنةسواء ترکھا بعذر او بدونہ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۰۱ فصل فی الا وقات المکروھۃ)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ صبح کی نماز کے بعد نفل نماز مکروہ ہے اگرچہ فجر کی سنت ہواور عصر کی نماز کے بعد بھی نفل نماز مکروہ ہے اگرچہ آفتاب میں تغیر پیدا نہ ہوا ہو حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا عصر کی نماز کے بعد آفتاب غروب ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے اور فجر کی نماز کے بعد آفتاب طلوع ہونے تک کوئی نماز نہیں، بخاری و مسلم نے اس کو روایت کیا ہے (مراقی الفلاح و طحطاوی)

طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک فجر کی سنت قضا کر لینا امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور بہتر ہے، اور اگر فجر کی سنت و فرض دونوں قضا ہو گئیں اور اسی روز زوال سے پہلے قضا کرے تو فرض اور سنت دونوں کی قضا کرے، زوال کے بعد قضا کرے تو اصح قول کے مطابق صرف فرض کی قضا کرے، درمختار میں ہے (و لا یقضیھا الا بطریق التبعیة لقضاء فرضھا قبل الزوال لا بعدہ) فی الاصح لورود الخبر بقضائھا فی الوقت المھمل بخلاف القیاس فغیرہ علیہ لایقاس ۔شامی میں ہے (قولہ و لا یقضیھا الا بطریق التبعیة الخ) ای لا یقضی سنة الفجر الا اذا فاتت مع الفجر فیقضیھا تبعا لقضائہ لو قبل الزوال و اما اذا فاتت وحدھا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراھة النفل بعد الصبح، و اما بعد طلوع الشمس فکذلک عندھما وقال محمد رحمہ اللہ احب الی ان یقضیھا الی الزوال کما فی الدرر قیل ھذا قریب من الاتفاق لان قولہ احب الی دلیل علی انہ لو لم یفعل لا لوم علیہ وقالا لا یقضی و ان قضی فلا بأس بہ کذا فی الخبازیہ (قولہ لورود الخبر) وھو ماروی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاھا مع الفرض غداۃ لیلة التعریس بعد ارتفاع الشمس کما رواہ مسلم فی حدیث طویل (شامی ص ۶۶۲ ج ۱ باب ادراک الفریضة)(طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۴۶ باب ادراک الفریضة)

ترمذی شریف میں ایک روایت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے " ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما دخل علیھا بعد العصر الا صلی رکعتین" یعنی حضور اقدس ﷺ کا ہمیشہ کا معمول یہ تھا کہ عصر کے بعد جب مکان میں تشریف لاتے تو دو رکعت نماز پڑھتے (ترمذی شریف ص ۲۶ ج ۱ باب ماجاء فی الصلوٰۃ بعد العصر) ممکن ہے اس روایت سے کسی کو یہ اشکال ہو کہ اس روایت سے عصر کے بعد نفل پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے حالانکہ آپ مکروہ کہتے ہیں، جواب یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت پر ان احادیث کو ترجیح دی جائے گی جن میں نہی وارد ہے کیونکہ وہ قولی احادیث ہیں اور یہ فعلی حدیث ہے اور قولی احادیث کو فعلی احادیث پر ترجیح ہوتی ہے۔ایک جواب حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے دیا ہے۔

فالا ولیٰ ان یقال انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من خصوصیاتہ الصلوٰۃ بعد العصر و لا تجوز لغیرہ من الناس و البداھة تدل علی انھا من خصوصیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نھا لو لم

تکن من خصوصیاته لما زجر عمر رضی الله عنه الناس علی الصلوٰة بعد العصر و قد نقل عنه انه کان یضرب بالدرة علی الصلوٰة بعد العصر یعنی بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ عصر کے بعد نماز پڑھنا آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے دوسرے لوگوں کے لئے (یعنی امت کے لئے) جائز نہیں ہے اور بداہتہً بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ آپ ﷺ کی خصوصیت نہ ہوتی تو حضرت عمرؓ عصر کے بعد نماز پڑھنے والوں کو ہرگز نہ ڈانٹتے، حضرت عمرؓ سے یہاں تک مروی ہے کہ عصر کے بعد نماز پڑھنے والے کو درہ سے مارتے تھے (التقریر للترمذی ص ۹ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی یہ رسالہ ترمذی شریف کے ساتھ طبع ہوا ہے)

قضاء نماز فرائض کے معنی میں ہے لہٰذا فجر کی نماز سے پہلے اور نماز کے بعد اور اسی طرح عصر کی نماز کے بعد قضا پڑھنا جائز ہے مگر لوگوں کے دیکھتے ہوئے نہ پڑھے، اپنے گناہ پر لوگوں کو گواہ بنانا ہے یا ان کو بدگمانی یا غلط فہمی میں مبتلا کرنا ہے۔

کبیری شرح منیہ میں ہے (واما الوقتان) الآخران من الخمسة (فانه یکره فیهما التطوع) فقط (ولا یکره فیهما الفرض) ای اللازم عملا . الی قوله . یعنی الفوائت وصلوٰة الجنازة وسجدة التلاوة ......(هما) ای الوقتان المذکوران (ما بعد طلوع الفجر الی ان ترتفع الشمس) فانه یکره فی هذا الوقت النوافل کلها (الا سنة الفجر) لما روی مسلم عن حفصة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا طلع الفجر لا یصلی الا رکعتین خفیفتین وفی ابی داؤد والترمذی واللفظ له عن ابن عمر رضی الله عنه علیه السلام لا صلوٰة بعد الفجر الا سجدتین (ومابعد صلوٰة العصر الی غروب الشمس الخ) (کبیری شرح منیة ص ۲۳۸، ص ۲۳۹ الشرط الخامس)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے ویجوز ان یصلی فی هذین الوقتین الفوائت ویسجد للتلاوة ولا یصلی رکعتی الطواف ، لان النهی لمعنی فی غیره وهو شغل جمیع الوقت بالفرض، اذ ثواب الفرض اعظم فلا یظهر النهی فی حق فرض مثله وظهر فی رکعتی الطواف لانه دونه (الاختیار لتعلیل المختار اوقات ص ۴۱ ج ۱) (هدایه اولین ص ۷۰) (درمختار مع رد المحتار ص ۳۴۹ ج ۱) فقط و الله اعلم بالصواب.

طلوع وغروب آفتاب کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کا حکم:

(سوال ۱۱۲) ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ جس طرح طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز ممنوع ہے اسی طرح قرآن مجید پڑھنا بھی منع ہے، کیا یہ درست ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! طلوع وغروب اور استواء کے وقت قرآن شریف پڑھنا مکروہ اور ممنوع نہیں ہے بلا کراہت جائز ہے البتہ ان اوقات مکروہہ میں قرآن شریف پڑھنے کے بجائے درود شریف، تسبیح وغیرہ ذکر الله میں مشغول رہنا افضل اور اولیٰ ہے: الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم فیها افضل من قرأة القرآن وکأنه لا نها من ارکان الصلوٰة فالا ولی ترک ما کان رکنا لها (درمختار) (قوله فالا ولی) ای فالافضل لیوافق کلام البغیة فان مفاده انه لا کراهة اصلا لان ترک الفاضل لا کراهة فیه (شامی ۱/۳۴۷ کتاب الصلاة) فقط و الله اعلم بالصواب.

کتاب الاذان والاقامۃ

مؤذن کیسا ہونا چاہئے :

(سوال ۱۱۳) جاہل، داڑھی منڈے اور فاسق کو مؤذن بنانے میں کوئی حرج ہے؟

(الجواب) ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے۔ وینبغی ان یکون المؤذن رجلا عاقلا صالحاً تقیا عالما بالسنة مؤذن عاقل (سمجھدار) نیک، پرہیزگار اور عالم بالسنہ ہونا چاہئے) آگے چل کر فرماتے ہیں:۔ ویکرہ اذان الفاسق (فاسق کی اذان مکروہ ہے) (ج ۱ ص ۵۳ الباب الثانی فی الاذان الفصل الاول فی صفة المؤذن)

لہذا جاہل۔ داڑھی منڈے۔ اور فاسق فاجر کو موذن نہ بنایا جائے۔ اذان پر نماز روزے کا دارومدار ہوتا ہے لہذا موذن ایسا ہونا چاہئے جو اوقات سے واقف ہو۔ عموماً اذان کے لئے اونچی جگہ جانا پڑتا ہے جہاں سے پردہ نشین خواتین پر نظر ڈالی جاسکتی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ مؤذن محتاط متدین اور پرہیزگار ہو۔ آنحضرت کا ارشاد ہے:۔ لیؤذن لکم خیارکم (اذان وہ دیں جو اچھے اور نیک مانے جاتے ہیں (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۹۴ باب من احق بالامامۃ عن ابن عباس)۔

(سوال ۱۱۴) (۱) مسجد کا مؤذن کیسا ہونا چاہئے؟

(سوال ۱۱۵) (۲) ایک مسجد میں ایک مؤذن بڑی مدت سے ہے مگر اس کی بعض عادتیں خلاف شریعت ہیں، وہ جواباز ہے، شراب بناتا ہے، سینما (گاہے گاہے) دیکھتا ہے، تو ایسے شخص کو مؤذن بنایا جائے یا نہیں؟ اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(سوال ۱۱۶) (۳) نمبر دو میں بتلائی ہوئی چیزوں سے مسجد کے متولی واقف ہوں، پھر بھی اس مؤذن کی عادات کو مدنظر رکھ کر اس کو معزول نہ کریں تو اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) (۱) مسجد کا موذن پڑھا لکھا اور نماز اور اذان سے متعلق مسائل اور اوقات کا عالم اور دیندار، متقی اور بلند آواز والا (جہیر الصوت) ہونا چاہئے۔ (۱)

(۲) مذکورہ بالا عادات سے متصف مؤذن فاسق ہے اور فاسق کو مؤذن بنانا ممنوع ہے ویکرہ اذان الفاسق (فاسق کی اذان مکروہ ہے) (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۳ الباب الثانی الفصل الاول فی صفة المؤذن)

(۳) مذکورہ مؤذن اگر صدق دل سے توبہ کر کے خراب عادتیں ترک کر دینے کا نمازیوں کو یقین دلادے تو فبہا ورنہ اسے معزول کر دینا ضروری ہے ورنہ متولی گنہگار ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) یستحب ان یکون المؤذن صالحا ای متقیاً لأ امین فی الدین عالماً بالسنة فی الاذان وعالماً بدخول اوقات الصلاة لتصحیح العبادة باب الاذان مراقی الفلاح علی هامش طحطاوی ص ۱۰۶ .

اذان کا جواب حاضرین مسجد پر واجب نہیں اس کی کیا وجہ

(سوال ۱۱۷) اذان اور اقامت کا جواب دینا سامع پر واجب ہے مگر جو شخص حاضر مسجد ہے اس پر اذان کا جواب دینا واجب نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

(الجواب) اذان و اقامت کا جواب مستحب ہے، بعض علماء جواب اذان کو واجب کہتے ہیں مگر زیادہ معتمد یہی ہے کہ اجابت فعلی (اذان سن کر مسجد کی طرف جانا) واجب ہے اور اجابت قولی (اذان سن کر منہ سے اس کا جواب دینا) مستحب ہے حاضرین مسجد کے لئے ایک ہی صورت ہے کہ منہ سے جواب دیں اور یہ مستحب ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۱۱۸) گھر میں تنہا نماز پڑھے تو اقامت کہے یا نہیں؟

(الجواب) مکان میں منفرد کے لئے محلہ کی اقامت کافی ہے تاہم کہہ لے تو بہتر ہے۔(۱) ہاں عورتوں کے لئے اقامت مکروہ ہے۔ نور الایضاح میں ہے وکرہ للنساء یعنی اور عورتوں کے لئے اذان و اقامت مکروہ ہے (ص ۶۱ باب الاذان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کیا دوسرا شخص اقامت (تکبیر) کہہ سکتا ہے:

میں نے ایک استفتاء اور اس کا جواب دیکھا جو حسب ذیل ہے۔ مہربانی فرما کر آپ اس بارے میں فیصلہ فرمایئے:۔

(سوال ۱۱۹) صرف مغرب کی اذان اور اقامت کون کہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو اذان کہے وہی اقامت کہے۔ گذارش یہ ہے کہ مغرب کی اذان مؤذن صاحب اوپر اذان کی جگہ پر پڑھتے ہیں پھر ابھی وہ چھت سے صحن میں نہیں آتے کہ دوسرے صاحب تکبیر پڑھ دیتے ہیں اس طرح روزانہ ہوتا ہے یہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا فتویٰ کی رو سے مغرب کی تکبیر وہی کہے جس نے اذان پڑھی ہو۔ بنابریں احقر نے مؤذن صاحب سے مؤدبانہ گزارش کی کہ آپ خود چھت سے صحن میں آ کر تکبیر پڑھیں تو بہت اچھا ہے مگر وہ نہیں مانتے اور ضد ہٹ دھرمی کرتے ہیں اور کہتے ہیں آپ اس مسجد میں نہ آیئے میں نے کہا کیوں؟ تو کہتے ہیں کہ میرے باپ کی مسجد ہے۔ اس طرح کہنا کیسا ہے، مؤذن صاحب کبھی اقامت نہیں کہتے ان کو یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسرے کو اذان کہنے دو تب وہ انکار کرتے ہیں۔ یہ مؤذن صاحب لاؤڈ اسپیکر پر زور سے اذان پڑھتے ہیں اور حرف مدہ ہو یا غیر مدہ آٹھ دس منٹ تک زور سے کھینچتے رہتے ہیں یہ آواز یہاں کی دوسری مساجد کی نماز ختم ہونے تک سنائی دیتی ہے جس بنا پر اماموں کی قرأت بھی سنائی نہیں دیتی اس طرح کھینچ کر اذان پڑھنا کیسا ہے؟

(الجواب) بے شک افضل یہی ہے کہ جو اذان کہے وہی اقامت کہے، اقامت کا حق مؤذن کو ہے البتہ مؤذن کی غیر حاضری میں یا اس کی اجازت سے کوئی دوسرا اقامت کہے تو بدون حرج اور بلا کراہت جائز ہے اس میں

---

(۱) ولا یکرہ ترکھما لمن یصلی فی المصر اذا وجد فی المحلة ولا فرق بین الواحد و الجماعة. فتاوی عالمگیری. الباب الثانی الفصل الاول فی صفة المؤذن

مغرب کی کوئی خصوصیت نہیں۔حدیث شریف میں ہے آنحضرت ﷺ نے قبیلۂ صداء کے ایک صاحب کو جن کا نام زیاد بن حارث تھا، صبح کے وقت اذان پڑھنے کا حکم دیا۔حضرت زیاد نے اذان پڑھی۔جب تکبیر کا وقت ہوا تو حضرت بلالؓ نے تکبیر پڑھنے کا ارادہ کیا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔صدائی نے ......(حضرت زیاد نے) اذان پڑھی تھی جو اذان پڑھیں وہی تکبیر پڑھیں۔ **ترمذی شریف ص ۲۸ ج ۱ باب ماجآء ان من اذن فھو یقیم** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان پڑھنے والے ہی کو تکبیر پڑھنے کا حق ہے۔لیکن یہ حق لازمی ہے یا استحبابی اور اختیاری اس کی تشریح دوسری حدیثوں سے ہوتی ہے۔مثلاً ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حکم سے حضرت بلالؓ نے اذان پڑھی اور حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے تکبیر پڑھی۔ **شرح معنی الآثار ج ۱ ص ۸۵ باب الرجلین یؤ ذن احدھما ویقیم الآخر.**

دوسری روایت میں ہے کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ نے اذان پڑھی اور حضرت بلالؓ نے تکبیر کہی یا حضرت بلالؓ نے اذان پڑھی اور حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ نے تکبیر پڑھی۔مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۱۹ باب الاذان۔اسی بنا پر حنفی علماؤ فقہاء رحمہم اللہ کا اجماع ہے کہ مؤذن دوسرے کی اقامت کہنے سے ناراض نہ ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے افضل یہی ہے کہ جو اذان کہے وہی اقامت بھی کہے اگر کسی نے اذان دی اور دوسرے نے اقامت کہی اگر مؤذن حاضر نہ ہو تو بلا کراہت جائز ہے اگر حاضر ہو اور دوسرے کے اقامت سے ناراض ہوتا ہو تو مکروہ ہے اگر راضی ہو تو ہمارے نزدیک مکروہ نہیں **(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۴ الباب الثانی فی الاذان الفصل الاول فی صفتہ واحوال المؤذن)** ہاں بلا عذر اس کو معمول بنا لینا درست نہیں ہے۔مغرب کا وقت تنگ ہوتا ہے مغرب کی اذان اور تکبیر میں صرف اتنا وقفہ ہونا چاہئے۔جتنی دیر میں تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھی جاتی ہے(نور الایضاح وغیرہ) باقی اس معاملہ میں جس کے متعلق آپ نے استفتا کیا ہے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ مؤذن صاحب لوجہ اللہ اذان پڑھتے ہیں۔تنخواہ نہیں لیتے۔خوش الحان اور بلند آواز ہونے کے ساتھ اذان نہایت درست پڑھتے ہیں مگر جسم بھاری ہے اور پاؤں میں عذر ہے جس کی وجہ سے چھت سے اتر کر جلد نہیں پہنچ سکتے اس لئے انہوں نے مغرب میں دوسرے کو اقامت کہنے کی اجازت دی ہے تاکہ تکبیر میں [illegible] حقیقت ہے تو جھگڑنا غلط ہے۔مؤذن پر لازم قرار دینا کہ وہی تکبیر بھی پڑھے یہ ایک قسم کی تعدی؟ [illegible] ان کا عذر ماننا چاہئے عذر نہ ہو تب بھی اس سے اذان واقامت اور نماز میں کسی قسم کی کراہت نہیں آتی [illegible] نے اور تشدد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ مسئلہ بتانے کے ذمہ دار ہیں جبراً منوانا اور عامل بنانا آپ کے ذمہ نہیں، بالخصوص فتنہ کا اندیشہ ہو تو سکوت بہتر ہے۔موذن صاحب نے اگر یہ کہا ہے کہ مسجد میں مت آؤ میرے باپ کی مسجد ہے تو بے شک یہ خطا وار ہیں ان کو معذرت پیش کرنی چاہئے اور بارگاہ خداوندی میں توبہ کرنی چاہئے لیکن مؤذن صاحب نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر اذان دی جاتی ہے اس کی ناراضگی میں اول فول بکتے ہیں اور طوفان وفتنہ برپا کرتے ہیں اور غضبناک ہو کر مجھے کہتے ہیں کہ اذان کہہ کر تکبیر بھی پڑھو تو اذان دو میں نے کہا کہ میں اقامت نہیں کہوں گا تو مجھے کہا کہ کیا تیرے باپ کی مسجد ہے؟ یوں سوال کیا۔میں نے بھی غصہ سے جواب دیا کہ ہاں میرے باپ کی مسجد ہے بس اس قدر گفتگو ہوئی ہے۔اگر یہ بات صحیح ہے تو آپ بھی خطا وار ہیں آپ کو بھی معافی مانگنی چاہئے اور توبہ کرنی

چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دو گالی گلوچ کرنے والوں میں وبال اور ذمہ داری اس پر ہے جس نے پہل کی جب تک دوسرا شخص اس سے بڑھ نہ جائے (ترمذی شریف ج۲ ص ۱۹ ابواب السر والصلۃ باب ماجآء فی الشتم) دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ والدین کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا یارسول اللہ کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''آدمی کسی کے والدین کو گالی دے گا تو (جواب میں) وہ اس کے والدین کو گالی دے گا اس طرح اس نے اپنے والدین کو گالی دی، کیونکہ یہ اپنے والدین کے سب وشتم کا سبب بنا (ترمذی شریف ج۲ ص ۱۲ . ابواب البرو الصلة باب ماجآء في عقوق الوالدین) اسی طرح مذکورہ صورت میں بدکلامی اور گستاخی کا سبب آپ ہی ہیں، لہٰذا آپ کو معافی مانگنی چاہئے اور توبہ کرنی چاہئے زمانہ بڑا نازک ہے معمولی باتوں میں لڑائی جھگڑا اچھا نہیں۔ خداء پاک آپ لوگوں میں اتفاق اور اخلاص پیدا فرمائے اور ایک دوسرے کو پست وذلیل کرنے کی نازیبا حرکت سے باز آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ۔لاؤڈ اسپیکر کی اذان سے اور مساجد میں نمازیوں کو حرج ہوتا ہو تو ان کے متولی اور امام بیٹھ کر تصفیہ اور فیصلہ کر سکتے ہیں ۔فتویٰ بازی سے معاملہ طول پکڑے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مغرب کی اذان واقامت میں وقفہ ہے یا نہیں :

(سوال ۱۲۰) مؤذن مغرب کی اذان چھت پر کہہ کر فوراً اتر آتا ہے اور تکبیر شروع کرتا ہے اس میں کوئی حرج ہے؟ اذان واقامت میں وقفہ کرنے کا حکم ہے یا نہیں؟

(الجواب) مغرب کی اذان ختم کر کے چھوٹی تین آیتیں پڑھیں۔ اتنی دیر بیٹھے (جیسا کہ دو خطبوں کے بیچ میں بیٹھتے ہیں) یا اس قدر کھڑا رہ کر اقامت کہے۔ چھت سے اترنے میں اتنا وقت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کوئی حرج نہیں ۔تاہم وقفہ کر کے اقامت کہے تو بہتر ہے۔ وفي المغرب بسكتة قدر قراء ة ثلٰث آيات قصار او ثلث خطوة . یعنی مغرب میں اذان واقامت میں اس قدر وقفہ کرے کہ چھوٹی تین آیتیں پڑھ سکے یا تین قدم چل سکے۔ (نور الایضاح ص ۱۲ کتاب الصلاۃ باب الاذان) واللہ اعلم بالصواب۔

اقامت کے وقت ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہے:

(سوال ۱۲۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ جب مؤذن تکبیر کہتا ہے تو بعض نمازی ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں اور اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے ہاتھ باندھتے ہیں تو اس طرح جماعت کی صف میں کھڑا رہنا سنت ہے یا مستحب؟ اگر یہ سنت یا مستحب نہ ہو تو اس پر عمل نہ کرنے والے کو بے وقوف، جاہل وغیرہ کہنا کیسا ہے؟ اور مستحب ومستحسن طریقہ کیا ہے؟

(الجواب) نماز شروع ہونے سے قبل قیام کی حالت میں جب صف لگائی جارہی ہو۔ اور قدم درست اور برابر کئے جارہے ہوں اس وقت ہاتھ باندھنا نہ مسنون ہے نہ مستحب۔ لہٰذا اس وقت ہاتھ باندھنے کو مسنون سمجھنا اور نہ باندھنے والے کو بے وقوف جاہل کہنا غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وقت سے پہلے اذان اور بعد وقت نماز کا حکم:

(سوال ۱۲۲) وقت سے پہلے اذان دی جائے اور وقت آنے کے بعد نماز پڑھی جائے تو اذان اور نماز کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) نماز اپنے وقت میں پڑھی ہو تو وہ ادا ہوگئی۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فرق صرف یہ ہوا کہ نماز بلا اذان پڑھی گئی۔ مگر اس سے نماز کے صحیح ہونے میں فرق نہیں آتا۔ البتہ اذان نماز کے وقت سے پہلے کہنا درست نہیں۔ وقت آنے کے بعد اعادہ ضروری ہے۔ اذان سنت مؤکدہ اور دین کا شعار ہے۔ اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ ''فتح الباری'' میں ہے۔ ان الا ذان شعار الا سلام وانہ لا یجوز ترکہ. یعنی:۔ بے شک اذان اسلامی شعار ہے۔ اس کو چھوڑنا جائز نہیں (ص ۶۱ ج ۲) ''فتح القدیر'' میں ہے۔ لان الا ذان من اعلام الدین. یعنی:۔ اذان دین کی علامت ہے۔ (ص ۹۳ ج ۲ باب الاذان تحت قولہ الاذان سنۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

داڑھی منڈا اذان واقامت کہے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۲۳) داڑھی منڈا اذان واقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) داڑھی منڈا فاسق معلن ہے۔ (جس کا فسق ظاہر ہے۔ ''مالا بدمنہ'' میں ہے۔ ''تراشیدن ریش پیش از قبضہ حرام است یعنی:۔ اس سے پہلے کہ داڑھی ایک مٹھ کی مقدار ہو داڑھی تراشنا حرام ہے۔ (ص ۱۳۰) فاسق کی اذان واقامت دیندار آدمی کی موجودگی میں مکروہ ہے۔ نور الایضاح میں ہے۔ ویکرہ اقامۃ الفاسق واذانہ. یعنی فاسق کی اذان واقامت مکروہ ہے (ص ۶۲ کتاب الصلاۃ باب الاذان) لہذا داڑھی منڈے کو اذان واقامت کا عہدہ دینا جائز نہیں مکروہ تحریمی ہے۔ ''جوہرہ نیرہ'' میں ہے۔ **ویکرہ ان یکون المؤذن فاسقاً.** یعنی فاسق کو مؤذن بنانا مکروہ ہے۔ (ج ا ص ۴۴ باب الاذان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مؤذن دو مسجد میں اذان دے سکتا ہے:

(سوال ۱۲۴) ہمارے یہاں دو مسجدیں۔ دونوں کے لئے علیحدہ مؤذن ہیں۔ مگر کبھی ایک مسجد کا مؤذن پندرہ دن کی چھٹی پر ہو تو دوسرا مؤذن اپنی مسجد میں اذان پڑھ کر دوسری مسجد میں اذان دیتا ہے۔ بعض اعتراض کرتے ہیں تو کیا ان کا اعتراض درست ہے؟

(الجواب) ہاں! ایک مؤذن دو مسجد میں اذان پڑھے یہ مکروہ ہے۔ لہذا دوسرے آدمی کا انتظام کیا جائے۔ **ویکرہ ان یؤذن فی مسجدین لانہ یکون داعیاً الی مالا یفعل (غنیۃ المستملی ص ۳۶۱ ج ۱ باب الا ذان) فقط و اللہ اعلم بالصواب.**

مسجد کی مرمت کے وقت اذان کہاں سے دی جائے:

(سوال ۱۲۵) ہمارے محلہ میں ایک مسجد ہے اس کے جماعت خانہ کی چھت توڑ دی ہے اس مسجد میں اذان ونماز

نہیں پڑھی جاتی ۔ یہ مسجد بڑے بڑے سیلاب کے وقت بھی بند نہ ہوتی تھی صرف چھت توڑنے پر امام صاحب اذان واقامت کے لئے منع کرتے ہیں ۔ مسجد کے قریب میں نماز پڑھ سکیں اتنی جگہ ہے ۔ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۷۱ء کو نماز عشاء کے بعد امام صاحب نے اعلان کیا تھا ۔ کہ آئندہ کل سے نہ جمعہ اور نہ دوسری نمازیں یہاں ہوں گی ۔ اور مسجد میں بورڈ بھی لگا دیا ہے ۔ تو آپ اس بارے میں وضاحت فرمائیں ۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مسجد کے قریب ایسی جگہ ہے کہ وہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے ۔ تو اس جگہ جماعت سے نماز پڑھی جائے اور اذان بھی اپنے وقت پر دی جائے ۔ تاکہ معذور جو مسجد میں نہیں آسکتے ۔ (مثلاً مریض اور عورتیں) وہ گھروں میں اذان سن کر نماز ادا کریں ۔ اور جو معذور نہیں وہ نماز باجماعت ادا کریں ۔ ہاں ! نماز جمعہ کے لئے جگہ ناکافی ہو تو دوسری مسجد میں ادا کی جائے ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

گھر میں منفرد اقامت کہے یا نہیں :

(سوال ۱۲۶) گھر میں تنہا نماز پڑھنے والا اقامت کہے یا نہیں؟

(الجواب) مکان میں تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے محلہ کی مسجد کی اقامت کافی ہے ۔ لیکن کہنا بہتر ہے ۔ مگر عورتوں کے لئے اقامت مکروہ ہے ۔ '' نور الایضاح '' میں ہے ۔ '' وکرہ للنساء '' ترجمہ :۔ اور عورتوں کے لئے اقامت مکروہ ہے ۔ باب الاذان (ص ۶۱) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

اعادۂ نماز کے لئے اقامت کہی جائے یا نہیں :

(سوال ۱۲۷) نماز عشاء میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد معلوم ہوا کہ تین رکعت ہوئی ہیں ۔ چار رکعت نہیں ہوئی ۔ تو اب اقامت کہہ کر جماعت شروع کرے یا بلا اقامت؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں بلا تاخیر نماز شروع کرے تو اقامت کے اعادہ کی ضرورت نہیں ، پہلی اقامت کافی ہے ۔ اور اگر تاخیر ہوگئی ہے تو اقامت دوبارہ کہے ۔ شامی میں ہے ۔ لان تکرارها غير مشروع اذا لم يقطعها قاطع من كلام كثير او عمل كثير . (ص ۳۷۲ ج ۱ کتاب الصلاة باب الاذان) و الله اعلم بالصواب .

اذان کے وقت وضو کرنا کیسا ہے :

(سوال ۱۲۸) اذان ہو رہی ہو اس وقت وضوء کرنا کیسا ہے ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خاموش بیٹھ جاؤ اذان ہو جائے پھر وضوء کرو ۔ اسی طرح قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہو اور اذان کی آواز سنائی دے تو کیا ایسی صورت میں تلاوت بند کر کے اذان سننا ضروری ہے یا تلاوت جاری رکھی جائے ۔

(۲) امام کے ساتھ نماز پڑھتے وقت مقتدی سے کوئی غلطی ہو جائے تو کیا امام کے سلام پھیرتے وقت مقتدی کے لئے سجدہ سہو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(الجواب) وقت میں گنجائش ہو تو اذان کا جواب دے پھر وضوء کرنے میں مشغول ہو اگر وقت میں گنجائش نہ ہو تو

اذان کی حالت میں وضوء کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ مکان میں تلاوت کرتا ہو تو مستحب یہ ہے کہ اذان سنتے ہی تلاوت موقوف کرے مسجد میں تلاوت کرنے والے کو اختیار ہے بند کرے یا پڑھتا رہے۔[1]

(۲) اس صورت میں مقتدی سجدۂ سہو نہ کرے۔[2] ہاں! امام کے سلام کے بعد مسبوق مقتدی (باقی رہی ہوئی نماز کو پوری کرنے میں) کوئی ایسی غلطی کرے جو موجب سجدۂ سہو ہو تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گھر میں نماز پڑھے تو اقامت کہے یا نہیں :

(سوال ۱۲۹) گھر میں نماز پڑھے تو اقامت کہے یا نہیں؟

(الجواب) گھر میں نماز پڑھنے والے کے لئے مسجد کی اذان واقامت کافی ہے تاہم اقامت کہنا اچھا ہے۔ قال (فان صلی رجل فی بیته فاكتفی باذان الناس واقامتهم اجزاه) لماروی ان ابن مسعود رضی الله عنه صلی بعلقمة والا سود فی بیت فقیل له ألا تؤذن فقال اذان الحی یکفینا بخلاف المسافر فانه یکره له تركهما وان كان وحده لان المكان الذی هو فیه لم یؤذن فیه لتلک الصلوٰة فاما هذا الموضع الذی فیه المقیم وقد اذن واقیم فیه ..... لهذه الصلوٰة فله ان یتركها قال (وان اذن و اقام فهو حسن) لان المنفرد مندوب الی ان یؤدی الصلوٰة علی هیئة الصلوٰة بالجماعة و لهذا كان الافضل ان یجهر بالقراءة فی صلوٰة الجهر و كذلک ان اقام ولم یؤذن فهو حسن لان الاذان لاعلام الناس حتیٰ یجتمعوا وذلک غیر موجود ههنا والاقامة لاقامة الصلوٰة وهو یقیمها .(مبسوط سرخسی ص ۱۳۳ ج ۱) فقط و الله تعالیٰ اعلم بالصواب باب الاذان.

مؤذن کیسا ہونا چاہئے:

(سوال ۱۳۰) مؤذن کیسا ہونا چاہئے۔ ایسا شخص جو پابند شرع نہ ہو۔ صحیح تلفظ نہ کر سکتا ہو۔ اس کو مؤذن رکھ سکتے ہیں بینوا توجروا۔

(الجواب) مؤذن دیندار اور صالح ہونا چاہئے جو شخص پابند شرع نہ ہو۔ فاسق ہو اس کو مؤذن بنانا درست نہیں ہے خدا کے گھر کا مؤذن دیندار تعلیم یافتہ احکام دینیہ خصوصاً اذان ونماز کے مسائل، سنن، اوقات نماز صبح کاذب وصبح صادق، زوال، سایۂ اصلی، ایک مثل، دومثل، شفق ابیض وغیرہ کا جاننے والا، بلند آواز، خوش الحان۔ اذان کے کلمات صحیح ادا کرنے والا ہونا چاہئے، حدیث شریف میں ہے۔ "لیؤذن لکم خیارکم" یعنی تم میں جو صالح ہو وہ اذان کہے۔ (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۹۴ باب من احق بالامامة، عن ابن عباس) اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وینبغی ان یکون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقیاً عالماً بالسنة، یعنی مؤذن عاقل سمجھدار نیک، متقی

---

(۱) ولاینبغی ان یتکلم السامع فی خلال الاذان والاقامة ولا یشتغل بقراءة القرآن ولا بشیء من الاعمال سوی الاجابة ولو كان فی القراءة ینبغی ان یقطع ویشتغل بالاستماع والاجابة كذافی البدائع. عالمگیری الفصل الثانی فی كلمات الاذان والاقامة وكیفیتها ج ۱ ص ۵۷.

(۲) سهو المؤتم لا یوجب السجدة فتاوی عالمگیری الباب الثانی عشر فی سجدة السهو ج ۲ ص ۱۲۸.

اور طریقۂ سنت سے واقف ہونا چاہئے ج ا ص ۵۳ الباب الثانی فی الاذان الفصل الأول فی صفتہ واحوال المؤذن۔اور کبیری میں ہے وافاد ھذا ان الاولیٰ ان یتولی العلماء الاذان لانہ من باب الجماعۃ والدعاء الیھا فلا یفوض الیٰ غیرھم علیٰ مامر و فی الخلاصۃ عن واقعات الاوزجندی المؤذن اذا لم یکن عالما بالاوقات لا یستحق ثواب المؤذنین انتھیٰ (۳۹۲ باب الاذان)(نور الایضاح ص ۴۵ ایضاً) فی زماننا مؤذنوں میں یہ اوصاف مفقود ہیں، ارزاں اور کم سے کم تنخواہ والا مؤذن تلاش کیا جاتا ہے۔خواہ اذان صحیح نہ پڑھ سکتا ہو۔اذان کے کلمات کہیں۔دراز کہیں مختصر کر کے اذان کی روح ہی کو فنا کر دیتا ہو جس کی وجہ سے اعادہ ضروری ہو جاتا ہے مثلاً اشھد کو اشد،حیّ علی الصلوٰۃ کو حیّ للصلوٰۃ۔حی علی الفلاح کو حی للفلاح اللہ کی جگہ آللہ، اکبر کی جگہ آکبر اور آکبار اور اسی طرح حی میں بڑی ح کی جگہ چھوٹی ہ پڑھا جاتا ہے اس طرح کی اور بھی بہت سی غلطیاں کی جاتی ہیں، امام وغیرہ جاننے والے حضرات بھی اصلاح نہیں کرتے، اماموں پر اس کی بڑی ذمہ داری ہے۔اذان صرف اعلان ہی کا نام نہیں ہے بلکہ اذان عبادت بھی ہے۔مہتم بالشان اسلامی شعار بھی ہے اس کو اسی کے شایان شان طریقہ سے ادا کیا جائے کہ اسلامی شان معلوم ہو اور سامعین کے قلوب متاثر اور متوجہ ہوں اور اس کی برکتیں ظاہر ہوں" ان الاذان شعار الاسلام " (فتح الباری ج ا ص ۶۱ کتاب الاذان) اور فتح القدیر میں ہے (لان الاذان عن اعلام الدین باب الاذان تحت قولہ الاذان سنۃ ج ۲ ص ۹۳) اذان دین کی علامتوں میں سے ہے۔حق تعالیٰ متولیوں کو توفیق دے کہ اس کی اہمیت کو سمجھیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھڑے کھڑے اقامت کا انتظار کرنا:

(سوال ۱۳۱) مصلی حضرات مسجد میں آکر بیٹھ نہیں جاتے کھڑے کھڑے اقامت کا انتظار کرتے ہیں اور باتوں میں لگ جاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے۔بینوا توجروا۔

(الجواب) مسجد دربار الٰہی ہے دنیوی بادشاہوں کے دربار، دربار الٰہی کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔خدا کے مقرب بندے مسجد میں قدم رکھنے سے گھبراتے اور کانپتے تھے۔لیکن اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ مسجد کو بازار کی طرح سمجھتے ہیں۔کھڑے کھڑے اقامت کا انتظار کرتے ہیں باتوں میں مشغول رہتے ہیں، ثواب اور ملائکہ کی دعاؤں کے بجائے گناہ اور بددعا لے کر جاتے ہیں۔حدیث میں ہے کہ فرشتے لوگوں کو مسجد میں باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر کہتے ہیں اسکت یا ولی اللہ (اے خدا کے ولی خاموش رہ) اگر سلسلہ کلام جاری رہتا ہے......تو کہتے ہیں۔اسکت یا بغیض اللہ (اے خدا کے دشمن خاموش ہو جا) اس کے بعد بھی سلسلہ کلام بند نہ ہو تو کہتے ہیں اسکت لعنۃ اللہ علیک (تجھ پر خدا کی لعنت خاموش ہو جا) (کتاب المدخل ص ۵۵ ج ۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح یعنی اقامت کے وقت کوئی شخص مسجد میں آئے تو کھڑے کھڑے اقامت یا امام کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔اگر امام محراب کے پاس ہو تو حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے اور اگر

امام محراب سے دور ہو اور صفوں کے پیچھے سے مصلی پر جاتا ہو تو جس صف کے قریب امام پہنچے وہ صف کھڑی ہو جائے، اگر امام آگے کی جانب سے داخل ہو تو اسے دیکھ کر کھڑے ہو جائیں امام کو پیچھے چھوڑ کر کھڑے ہو جانا غلط طریقہ ہے (ج ا ص ۳۵۔ الباب الثانی فی الاذان الفصل الثانی فی کلمات الاذان و الا قامة و کیفیتهما)(شامی ج ا ص ۴۴۷)

خلاصہ یہ کہ جب مسجد میں آوے تو اگر مکروہ وقت نہ ہو تو تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو، پڑھے سنتوں کا وقت ہو تو سنتیں پڑھ کر جماعت کے انتظار میں بیٹھا رہے اور ذکر اللہ میں مشغول رہے۔ جس سے نماز میں خشوع و خضوع بھی نصیب ہوگا، ورنہ دنیوی خیالات میں بھٹکتا رہے گا جیسے ایک شاعر نے کہا ہے۔

ہاتھ باندھے کھڑے ہیں صف پر
سب اپنے اپنے خیال میں ہیں
امام مسجد سے کوئی پوچھے؟
نماز کس کو پڑھا رہا ہے

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اثناء تلاوت اذان شروع ہو جائے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۱۳۲) قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہو اور اس اثناء میں اذان شروع ہو جائی تو تلاوت کرتا رہے یا اذان کا جواب دے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسجد میں ہو تو تلاوت جاری رکھنے کی اجازت ہے۔ مکان میں ہو تو تلاوت موقوف کر کے اذان کا جواب دینا چاہئے، البتہ دوسرے محلہ کی مسجد کی اذان ہو تو مکان میں بھی تلاوت جاری رکھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ (واذا سمع المسنون منه) ای الا ذان وهو مالالحن فیه و لا تلحین(امسک)حتی عن التلاو ة لیجیب المؤذن ولو فی المسجد وهؤلاء فضل وفی الفوائد یمضی علیٰ قراء ته ان کان فی المسجد وان کان فی بیته فکذلک ان لم یکن اذان مسجده (قوله ان لم یکن اذان مسجده) ای فتندب اجابته(طحطاوی علی مراقی الفلاح) ص ۱۱۶ باب الاذان، ص ۱۷۰، ذکر و تسبیح ہر حال میں بند کر کے اذان کا جواب دیا جائے، مسجد میں ہو یا گھر میں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

متعدد مساجد میں اذان ہو تو کس کا جواب دیا جائے:

(سوال ۱۳۳) اپنے راندیر میں ... مساجد ہیں، یکے بعد دیگرے اذان ہوتی ہے تو کس مسجد کی اذان کا جواب دینا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلی اذان کا جواب دینا ضروری ہے۔ باقی اذانوں کا جواب دینا افضل ہے۔ محلہ کی مسجد کی اذان ہو یا غیر محلہ کی۔ واذا تعدد الا ذان یجیب الا ول. (مراقی الفلاح ص ۳۹ باب الا ذان) مطلقاً سواء کان اذان مسجده ام لا لا نه حیث سمع الا ذان فد بت له' الا جابة ثم لا یتکرر علیه فی

الاصح ذکرہ' الشهاب فی شرح الشفاء (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۱۷ باب الاذان)فقط و الله اعلم بالصواب.

اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا:

(سوال ۱۳۴)اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔بینوا توجروا۔

(الجواب)اقامت سے پہلے درود شریف سرّا پڑھنے کی اجازت ہے۔شامی میں مستحب لکھا ہے۔البتہ جہراً پڑھنے کا التزام مکروہ ہوگا۔وعن المکروهات الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم فی ابتداء الاقامة لا نه بدعة (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۱۵ باب الاذان) ونص العلماء علی استحبابها (ای استحباب الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم) فی مواضع یوم الجمعة ولیلتها ...... الیٰ قوله. وعند الا قامة (شامی ص ۴۸۳ ج ۱ ص ۴۸۴)فقط و الله اعلم بالصواب.

درمیانی صف میں اقامت کہے تو اس کا کیا حکم ہے:

(سوال ۱۳۵)نمازی زیادہ ہوں تو اقامت کہاں کہے۔صف اول میں یا درمیانی صف میں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)نمازی کم ہوں اور صف اول میں تکبیر کہنے سے سب کو آواز پہنچتی ہو تو تکبیر (اقامت) صف اول میں کہنا بہتر ہے۔ہاں اگر سب کو آواز نہ پہنچے اور درمیان کی کسی صف میں تکبیر کہی جائے کہ جس کی وجہ سے آگے پیچھے سب نمازی سن سکیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عندالاقامت امام کو آگاہ کرنے کے لئے مؤذن کھنکھارے تو کیسا ہے:

(سوال ۱۱۵۵)امام صاحب،صف اول میں بیٹھے ہیں جماعت کھڑی ہونے کے وقت مؤذن صاحب کھنکھارتے ہیں اس وقت امام صاحب مصلی پر جاتے ہیں اس کے بعد موذن اقامت کہتے ہیں تو یہ طریقہ کیسا ہے۔بینوا توجروا۔

(الجواب)جب امام صاحب صف اول میں بیٹھے ہوں تو کھنکھارنا فضول اور لغو ہے ہاں حجرہ میں ہوں تو جماعت کا وقت ہونے کی اطلاع دہی کے لئے کھنکھارے تو کوئی حرج نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ٹیپ ریکارڈ سے دی ہوئی اذان صحیح ہے یا نہیں:

(سوال ۱۳۶)ٹیپ ریکارڈ میں اذان ٹیپ کر لی جائے اور ہر نماز کے وقت اس کو چالو کردیں تو اس طرح ٹیپ میں دی ہوئی اذان صحیح ہے یا نہیں؟اور اسی ٹیپ پر دی ہوئی اذان پر نماز پڑھی جائے تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)ٹیپ ریکارڈ سے اذان دی جائے گی تو وہ اذان معتبر نہیں ہوگی۔(۱) پھر سے اذان دینا ضروری ہے اگر صحیح طریقہ سے دوبارہ اذان نہ دی گئی تو وہ نماز بغیر اذان کے پڑھی ہوئی شمار ہوگی۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) وجہ یہ ہے کہ اذان دینے والے کے لئے اہلیت شرط ہے وہ اوقات سے واقف ہو متورع ہو دین دار ہو یہ چیزیں ٹیپ ریکارڈ میں نہیں پائی جاتی۔

اقامت میں شہادتین وحیعلتین کے کلمات ایک ایک مرتبہ ثابت ہیں یا دو دو مرتبہ:

(سوال ۱۴۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں ''دوبئی'' میں بہت سے ہندوستانی و پاکستانی باشندے بسلسلۂ ملازمت مقیم ہیں۔ نماز کی ادائیگی کے لئے ایک عبادت خانہ بنا رکھا ہے۔ اقامت اسی طرح کہتے ہیں جس طرح ہمارے ہندوستان میں......شہادتین اور حیعلتین دو دو مرتبہ کہتے ہیں۔ اس پر بعض عرب حضرات نکیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہنا چاہئے، آپ اس کا جواب مع دلائل وحوالجات تحریر فرمائیں تاکہ ہم ان کو دکھا سکیں۔ بینوا توجروا۔ سید زبیر دوبئی۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً:۔ اس میں اہل علم حضرات کا اختلاف ہے کہ اقامت میں شہادتین اور حیعلتین کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہے جائیں یا دو دو مرتبہ۔ امام ابو حنیفہؒ امام سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور اہل کوفہ کے نزدیک دو دو مرتبہ کہنا مسنون ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے بلا دلیل نہیں ہے۔ ہم مختصراً چند روایات ذکر کرتے ہیں۔ جس کو مفصل دیکھنا ہو کتب احادیث میں ملاحظہ کرے۔

امام ابو حنیفہؒ وغیرہ محدثین رحمہم اللہ کی اذان واقامت کے سلسلہ میں سب سے قوی اور اصل دلیل حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ کا وہ خواب والا قصہ ہے کہ جس سے اذان ثابت ہوئی ہے۔ انہوں نے خواب میں ایک فرشتہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا اور صبح حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کیا آپ نے ان کا خواب سن کر حضرت بلالؓ کو اس خواب کے موافق اذان دینے کا حکم فرمایا اور اس اعتبار سے یہ وحی حکمی ہے، خواب والی حدیث یہ ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ (یہ حدیث کی مشہور کتاب ہے۔ اس کے مصنف کا نام ابوبکر عبداللہ ہے۔ ان کی جلالت شان کے لئے یہ کافی ہے کہ آپ امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤدؒ امام ابن ماجہ رحمہم اللہ کے اساتذہ میں سے ہیں، ۲۳۵ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ) نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ قال حدثنا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان عبد اللہ بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال. یارسول اللہ رأیت فی المنام کان رجلا قام وعلیہ بردان اخضران علی جذمۃ حائط فاذن مثنیٰ واقام مثنیٰ قعد قعدۃً قال فسمع ذلک بلال فقام فاذن مثنیٰ وقام مثنیٰ وقعد قعدۃً ..... الخ ۔ یعنی عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضور اکرم ﷺ کے اصحاب نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص دیوار پر کھڑا ہوا ہے اور دو سبز چادروں میں ہے اس شخص نے اذان کے کلمات کو دو دو بار ادا کیا، اور اقامت کے الفاظ بھی دو دو بار کہے اور اس کے بعد بیٹھ گیا، اس شخص کی اذان اور اقامت کو بلالؓ سن کر کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی اذان اور اقامت کے الفاظ بھی کہے اور بیٹھ گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۰۲ باقی)

اس حدیث کی سند کے متعلق علامہ محدث شیخ ابن دقیق العید نے ''امام'' میں فرمایا ہے وھذا رجالہ رجال

الصحيح وهو متصل على مذهب الجماعة فى عدالة الصحابة وان جهالة اسماء هم لا تضر. یعنی اس حدیث کے رجال بالکل صحیح ہیں اور یہ حدیث محدثین کے مذہب کی بناپر صحابہ کے عادل ہونے کی وجہ سے متصل السند ہے۔اور مروی عنہم صحابہ کے ناموں کا معلوم نہ ہونا مضر نہیں (آثار السنن ج ۱ص ۵۲ باب الاذان للعلامہ نیمویؒ)

وقال العلامه ابن التركمانى فى " الجوهر النقى" قال ابن جزم هذا اسناد فى غاية الصحة. یعنی علامہ ابن ترکمانی نے ''جوہر نقی'' میں فرمایا ہے کہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث کی سند بالکل صحیح ہے (آثار السنن ج ۱ص ۵۲ ایضاً)

اسی طرح اس حدیث کو بیہقی نے ''خلافیات'' میں ابوعمیس سے روایت کی ہے۔ عن ابى العميس قال سمعت عبد الله بن محمد بن عبد الله بن زيد الا نصارى يحدث عن ابيه عن جده انه ارى الاذان مثنىٰ مثنىٰ والا قامة مثنىٰ مثنىٰ وقال الحافظ فى الدراية اسناده صحيح. یعنی ابوعمیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہؓ سے سنا انہوں نے اپنے والد محمد سے اور انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن زید انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ ان کو خواب میں اذان اور اقامت دو دو مرتبہ کہتے ہوئے دکھائی گئی ہے، حافظ نے درایہ میں فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن ص ۵۲ جلد اول باب الاذان)

وروى الطحاوى عن عبدالرحمن بن ابى ليلىٰ قال اخبرنى اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم ..... الخ. یعنی امام طحاویؒ نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو حضور اکرم ﷺ کے اصحاب نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زیدؓ نے خواب میں اذان دیکھی پھر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور اپنا خواب بیان کیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (تم نے خواب میں اذان کے جو کلمات سنے ہیں وہ بلال کو سکھا دو، چنانچہ حضرت بلالؓ نے (اذان سیکھ کر) اذان دی، اور اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہے اور اقامت کے کلمات بھی دو دو مرتبہ کہے امام طحاویؒ فرماتے ہیں واسناده صحيح یعنی اس حدیث کی سند صحیح ہے (طحاوی شریف ج ۱ص ۸۰ کتاب الصلوٰۃ باب الاذان کیف هو) اور پھر فرماتے ہیں ففى هذا الأثر ان بلا لاً رضى الله عنه اذن بتعليم عبدالله بن زيد بامر النبى صلى الله عليه وسلم اياه بذلك فاقام مثنىٰ مثنىٰ، یعنی اس اثر میں صراحۃً یہ بات ہے کہ حضرت بلالؓ نے حضور اکرم ﷺ کے حکم پر حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ سے اذان واقامت سیکھی، پھر حضرت بلالؓ نے اذان واقامت میں شہادتین وحیعلتین کے کلمات دو دو مرتبہ کہے (طحاوی شریف ج ۱ص ۸۰ ایضاً)

دوسری دلیل!

قال عبد الرزاق سمعت الثورى واذن لنا بمنى فقال ..... الخ یعنی عبدالرزاق فرماتے ہیں میں نے منیٰ میں امام ثوریؒ کی اذان سنی، انہوں نے اذان اس طرح دی الله اكبر. الله اكبر، اشهد ان لا اله الا الله. دو مرتبہ اشهد ان محمد أرسول الله. دو مرتبہ پھر آخر تک اسی طرح اذان واقامت دی جس طرح اوپر عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی حدیث میں ذکر ہوا (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۶۲ باب الاذان ایضاً)

تیسری دلیل:

اخبرنا عبدالرزاق قال اخبرنا معمر عن حماد عن ابراهیم عن الا سود یزید ان بلا لاً کان یثنی الا ذان ویثنی الا قامة وانه کان یبدأبالتکبیر ویختم بالکتبیر۔ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہم کو معمر نے بیان کیا کہ حضرت بلالؓ اذان اور اقامۃ کے الفاظ دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے اور اذان واقامت کی ابتدا بھی تکبیر سے کرتے اور اختتام بھی تکبیر سے کرتے۔ (مصنف عبدالرزاق ص۴۶۲ ج۱)

چوتھی دلیل:

اخبرنا عبدالرزاق عن الثوری أ بی معشر عن ابراهیم عن الأسود عن بلال قال کان اذانه واقامته مرتین ۔اسود حضرت بلالؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی اذان اور اقامت کے کلمات دو دو تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج۱ص۴۶۳ باب الاذان)

پانچویں دلیل:

روی الترمذی عن عبد الله بن زید قال کان اذان رسول الله صلی الله علیه وسلم شفعاً شفعاً فی الا ذان والا قامة.

ترمذی نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی اذان و اقامت کے الفاظ دو دو تھے۔ (ترمذی شریف ص۲۷ ج۱ باب ماجآء فی ان الاقامۃ مثنیٰ مثنیٰ)

چھٹی دلیل:

عن الا سود بن یزید عن بلال انه کان یثنی الا ذان ویثنی الا قامة. اسود بلالؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ یعنی حضرت بلالؓ اذان اور اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ کہتے تھے (طحاوی شریف ج۱ص۸۱ کتاب الصلوٰۃ باب الاذان کیف ھو)

ساتویں دلیل:

عن عبدالعزیز بن رفیع قال سمعت ابا محذورة رضی الله عنه یوذن مثنیٰ مثنیٰ ویقیم مثنیٰ مثنیٰ.

عبدالعزیز بن رفیع سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو محذورہؓ کو اذان دیتے ہوئے سنا ہے۔ وہ اذان کے الفاظ دو دو مرتبہ کہتے تھے اور اقامت کے الفاظ بھی دو دو مرتبہ کہتے تھے (طحاوی شریف ص۸۱ ج۱ ایضاً)

آٹھویں دلیل:

عن مکحول ان ابن محیریز حدثه' ابو محذورة ان النبی صلی الله علیه وسلم علمه'

الاذان تسع عشرة كلمة واقامة سبع عشرة كلمة.
مکحول سے روایت ہے کہ ابن محیریزؒ نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے ابومحذورۃ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اقامت کے سترہ ۱۷ کلمات سکھائے ہیں (اور سترہ ۱۷ کلمات اسی وقت ہوں گے جب شہادتین اور حیعلتین کے کلمات دو دو مرتبہ کہے جائیں۔ (طحاوی شریف ج ۱ ص ۸۱ ایضاً)

نویں دلیل:

عن ابراھیم قال كان ثوبان يؤذن مثنى ويقيم مثنىٰ ابراہیمؒ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ثوبانؓ اذان کے کلمے دو ۲ دو ۲ مرتبہ کہتے تھے اور اقامت کے کلمات بھی دو دو بار ادا کرتے تھے۔ (طحاوی شریف ج ۱ ص ۸۱ ایضاً)

خلاصہ کلام یہ کہ ان احادیث وآثار کے پیش نظر حنفیہ کے نزدیک اقامت میں شہادتین وحیعلتین کے کلمات دو ۲ دو ۲ مرتبہ کہنا مسنون ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲۔ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ۔

فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم چھوٹ گیا:

(سوال ۱۳۸) اگر مؤذن فجر کی اذان میں " الصلوٰۃ خیر من النوم" کہنا بھول جائے تو اذان صحیح ہو جائے گی یا دوبارہ دینا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر اذان کے درمیان ہی یاد آ جائے تو جو کلمہ چھوٹ گیا ہے وہاں سے آخر تک کے کلمات کہہ کر اذان پوری کرے۔ اور اگر اذان پوری کرنے کے بعد یاد آئے تو غلطی درست کر کے آخر تک کلمات کا اعادہ کرے اگر کافی وقت گذر جائے تو دوبارہ اذان دینا ضروری نہیں۔ عالمگیری میں ہے۔ ويرتب بين كلمات الا ذان والا قامة كما شرع كذا في محيط السرخي، واذا قدم في اذانه او في اقامته بعض الكلمات على بعض نحوان يقول اشهدان محمداً رسول الله قبل قوله اشهد ان لا اله الا الله فالافضل في هذا ان ما سبق علىٰ اوا نه لا يعتد به حتىٰ يعيده في اذانه و مو ضعه وان مضىٰ علىٰ ذلک جازت صلوتهم كذا في المحيط (عالمگیری ج ۱ ص ۳۴

(الفصل الثانی الباب الثانی فی الا ذان الفصل الثانی فی كلمات الا ذان والا قامة وكيفيتهما) فقط و الله تعالىٰ اعلم بالصواب.

امام صاحب اذان دیتے ہوں تو اقامت کون کہے؟ کوئی دوسرا شخص اقامت کہے تو ان کی اجازت ضروری ہے یا نہیں:

(سوال ۱۳۹) کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین ذیل کے مسئلہ میں ہمارے محلہ کی ایک مسجد میں مؤذن متعین نہیں ہے۔ اس وجہ سے اکثر امام صاحب ہی اذان دیتے ہیں۔ تکبیر کہنے کے لئے امام صاحب جس کو اجازت دیدے وہی تکبیر کہے یا ان کی اجازت کے بغیر کوئی بھی شخص تکبیر کہہ سکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) افضل یہی ہے کہ جو اذان کہے وہی اقامت (تکبیر) کہے اقامت کا حق مؤذن کو ہے البتہ مؤذن کی

غیر حاضری میں یا اس کی اجازت سے کوئی دوسرا اقامت کہے تو بلا کراہت جائز ہے۔والا فضل ان یکون المؤذن ھو المقیم کذا فی الکافی وان اذن رجل واقام اخر ان غاب الا ول جاز من غیر کراھۃ وان کان حاضراً ویلحقہ' الوحشۃ باقامۃ غیرہ یکرہ وان رضی بہ لا یکرہ .(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۳الباب الثانی فی الا ذان الفصل الثانی فی کلمات الاذان والا قامۃ و کیفیتھما)

آپ کے یہاں مؤذن متعین نہیں ہے امام صاحب ہی اذان بھی دیتے ہیں تو وہ جماعت کے وقت تکبیر کہہ کر مصلی پر پہنچ جائیں۔والا حسن ان یکون المؤذن اماماً فی الصلوۃ کذا فی المعراج الدرایۃ ، (عالمگیری ج ۱ ص ۳۳ ایضاً) یا ان کی اجازت سے کوئی دوسرا شخص تکبیر کہے۔ان کی اجازت کے بغیر اگر دوسرا شخص اقامت کہے اور وہ اس کی اقامت سے ناراض ہوتے ہوں تو مکروہ ہے۔(عالمگیری ا ج ص ۳۳ ایضاً) (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو) (فتاویٰ رحیمیہ ج ا ص ۲۰۱ ـ ۲۰۲ (جدید ترتیب میں اسی باب میں، کیا دوسرا شخص اقامت (تکبیر) کہہ سکتا ہے کے عنوان سے دیکھئے ص ۹۱ از مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔۱۵ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ۔

اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں :

(سوال ۱۴۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔جب جماعت کھڑی ہوتی ہے اور مکبر تکبیر کہنے لگتا ہے اس وقت مقتدیوں کو صفیں درست کرنے کے لئے کب کھڑا ہونا چاہئے؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ابتداء اقامت ہی سے کھڑے ہو کر صف درست کرنا چاہئے اور کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا چاہئے اور وہ لوگ اس پر بہت مصر ہیں۔بلکہ بعض جگہ تو شروع سے کھڑے ہونے والوں پر لعن وطعن بھی کرتے ہیں آپ وضاحت فرمائیں۔بینوا توجروا۔

(الجواب) جب امام مصلی پر یا محراب کے قریب ہو اور مقتدی پہلے سے صف بندی کر کے بیٹھے ہوں ادھر ادھر منتشر نہ ہوں تو حی علی الفلاح کے وقت امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا مستحب اور آداب میں سے ہے واجب اور تاکیدی سنت نہیں ہے۔درمختار میں ہے۔ولھا آداب نماز کے کچھ آداب ہیں اور آگے آداب کا حکم بیان فرماتے ہیں۔ترکہ' لا یوجب اساءۃ ولا عتاباً کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل. یعنی اس کا ترک نہ موجب کراہت ہے اور نہ عتاب کا باعث (یعنی اس کے چھوڑنے سے نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ ملامت ہوتی ہے) جیسے سنن زوائد کو ترک کرنا ہاں اس کا کرنا ایک افضل فعل ہے (درمختار مع الشامی ج ا ص ۴۴۶ آداب الصلاۃ) لہذا اقامت شروع ہوتے ہی کھڑا ہو جانا جب کہ امام سامنے موجود ہو مکروہ نہیں ہے۔البتہ امام سامنے موجود نہ ہو تو پہلے سے کھڑا ہونا مکروہ ہے بیٹھے ہوئے امام کا انتظار کریں۔امام کو آگے سے آتا ہوا دیکھیں۔تو امام کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں۔اور اگر امام پیچھے سے داخل ہو تو جس صف کے پاس سے امام گذرے وہ صف کھڑی ہو جائے حدیث میں ہے۔فلا تقوموا حتیٰ ترونی قد خرجت الیکم (جب تک مجھے نکل کر اپنی طرف آتا ہوا نہ دیکھو کھڑے مت ہوا کرو) اور ایک حدیث میں ہے۔کان بلال یؤذن اذا دحضت الشمس فلا یقیم حتی یخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا خرج الا مام اقام الصلوۃ حین یراہ. یعنی

حضرت بلالؓ ظہر کی اذان اس وقت دیتے تھے جب زوال ہو جاتا۔ پھر اقامت اس وقت تک نہ کہتے تھے جب تک نبی کریم ﷺ مکان سے باہر نہ آ جاتے۔ جب باہر تشریف لاتے تو اقامت کہتے تھے (مسلم شریف ص ۲۲۰ ج ۱ ص ۲۲۱ باب متیٰ یقوم الناس فی الصلوٰۃ)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اقامت اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کا مدار امام پر ہے۔ اسی بنا پر فقہائے کرام نے تصریح کی ہے۔ **لان القیام لا جل الصلوۃ ولا یمکن ادائها بدون الا مام فلم یکن القیام مفیداً ثم ان دخل الا مام من قدام الصفوف فکما رأ وہ قاموا لانه کما دخل المسجد قام مقام الامامة وان دخل من وراء الصفوف فالصحیح انه کلما جاوز صفا قام ذلک الصف لانه صار بحال لو اقتدیٰ به جاز فصار فی حقهم کانه اخذ مکانه** یعنی اس لئے کہ قیام نماز ادا کرنے کے لئے ہے اور نماز ادا کرنا بدون امام کے ممکن نہیں لہذا قیام (بغیر امام کے) مفید نہ ہوگا۔ پھر اگر امام صفوں کے سامنے سے مسجد میں داخل ہو تو امام کو دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں کیونکہ امام مسجد میں داخل ہوتے ہی (گویا) امامت کی جگہ کھڑا ہو گیا۔ اور اگر امام صفوں کے پیچھے سے داخل ہو تو صحیح قول کی مطابق امام جس صف سے آگے بڑھتا جائے اس صف کے لوگ کھڑے ہوتے جائیں کیونکہ امام جس صف سے آگے بڑھ گیا، ان کے حق ایسی حالت پر ہو گیا کہ اگر اس کے پیچھے اقتداء کریں تو کر سکتے ہیں لہذا امام گویا کہ ان کے حق میں اپنی جگہ پر آ گیا۔ **(بدائع ج ۱ ص ۲۰۰ کتاب الصلاۃ فصل و اما سننها)**

درمختار میں ہے **(والقیام) لامام ومؤتم (حین قیل حی علی الفلاح ان کان الا مام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتهی الیه الا مام علی الاظهر وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرهم علیه. الی قوله (وشروع الامام) فی الصلوٰۃ مذ قیل قد قامت الصلوٰۃ ولو اخرحتیٰ اتمها لا بأس به اجماعاً. انه الا صح (درمختار)** شامی میں ہے **(قوله انه الا صح)لان فیه محافظةً علی فضیلة متابعة المؤذن واعانة له علی الشروع مع الا مام (شامی ج ۱ ص ۴۴۷ آداب الصلاۃ)**

یعنی:۔ مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدیوں کا جب کہ حی علی الفلاح کہا جائے اگر امام محراب کے قریب ہو اور اگر امام محراب سے دور ہو اور صفوں کے پیچھے سے امام داخل ہو تو جس صف کے پاس سے امام گذرے وہ صف کھڑی ہو جائے اور اگر آگے سے مسجد میں داخل ہو تو اس کو دیکھتے ہی سب مقتدی کھڑے ہو جائیں اور جب قد قامت الصلوٰۃ کہا جائے تو مستحب ہے کہ امام نماز شروع کر دے اور اگر امام نماز شروع کرنے میں تاخیر کرے اور اقامت ختم ہونے پر نماز شروع کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں بلکہ تاخیر کرنا ہی زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ اس صورت میں اقامت کہنے والا بھی امام کے ساتھ نماز شروع کر سکے گا۔ (غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۲۲۰، ۲۲۱ آداب الصلوٰۃ)

غور کیجئے! قد قامت الصلوٰۃ کے وقت امام اور مقتدیوں کا نماز شروع کر دینا مستحب اور آداب میں سے ہے لیکن اقامت کہنے والا امام کے ساتھ نماز شروع نہ کر سکے گا اس لئے اس کی رعایت کرتے ہوئے اقامت ختم ہونے کے بعد ہی نماز شروع کرنے کو زیادہ صحیح کہا گیا ہے۔ اسی طرح صفوں کو درست کرنے کی تاکید اور سیدھی نہ رکھنے پر جو وعیدیں ہیں ان کے پیش نظر شروع اقامت ہی سے کھڑا ہو جانا افضل بلکہ ضروری ہوگا حی علی الفلاح کے بعد کھڑے ہونے میں صفیں درست اور سیدھی نہیں ہو سکتیں۔ ٹیڑھی رہیں گی، نمازی آگے پیچھے ہوں گے۔ درمیان میں جگہ خالی رہ

جائے گی۔ اور وعید شدید کے مستحق ہوں گے۔

احادیث میں بہت تاکید کے ساتھ صفوں کی درستگی کا حکم کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے صفیں سیدھی رکھو، اپنے مونڈھوں کو برابر کرو اور آپس میں مل کر کھڑے ہو یا کرو درمیان میں خلاء (خالی جگہ) نہ چھوڑو، ورنہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح تمہارے درمیان جگہ پا کر گھس جائے گا۔ (اور پھر دلوں میں وسوسہ ڈالے گا)۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ صفیں سیدھی رکھا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے بگاڑ دے گا۔ اور ایک حدیث میں ہے صفوں میں سیدھے کھڑے رہا کرو، آگے پیچھے نہ ہوا کرو۔ ورنہ تمہارے دل بدل جائیں گے۔ (اور...... آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور نااتفاقی پھیل جائے گی (مشکوٰۃ ص ۹۸، ص ۹۹ باب تصویۃ الصفوف الفصل الثالث عن ابن عمر مسلم شریف) خود حضور اکرم ﷺ صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے۔ نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یسوی صفوفنا اذا قمنا الی الصلوٰۃ فاذا استوینا کبر ۔ یعنی جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو رسول اکرم ﷺ ہماری صفیں درست فرماتے تھے اور جب ہم سیدھے ہو جاتے تھے تو تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف ص ۹۸ باب تصویۃ الصفوف الفصل الثانی)

خلفائے راشدین کا بھی یہی عمل تھا، ترمذی شریف میں ہے روی عن عمر انہ کان یوکل رجلاً باقامۃ الصفوف ولا یکبر حتی یخبر ان الصفوف قد استوت وروی عن علی رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ انہما کانا یتعاھدان ذلک ویقولان استووا. یعنی حضرت عمرؓ نے صفیں درست کرنے کے لئے ایک شخص کو متعین کر دیا تھا اور جب تک آپ کو صفیں درست ہونے کی خبر نہ دی جاتی تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی روایت کر کے فرمایا ہے۔ کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ بھی اس کا اہتمام کرتے تھے اور فرماتے تھے، سیدھے کھڑے رہو (ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۱ باب ماجاء فی اقامۃ الصفوف)

الحاصل حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا محض آداب میں سے ہے۔ ترک کرنے میں کوئی کراہت نہیں۔ جب کہ صفوں کو درست رکھنے کی بہت تاکید ہے اور درست نہ رکھنے پر سخت وعیدیں ہیں لہذا کراہت اور ان وعیدوں سے بچنے کے لئے ابتداء اقامت ہی سے کھڑے ہو جانا افضل ہوگا۔ اور ابتداء اقامت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا کھڑا ہو جانا بھی ثابت ہے (پھر کیونکر اس کو مکروہ کہا جا سکتا ہے۔) مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرنی ابن شہاب ان الناس کانوا ساعۃ یقول المؤذن اللہ اکبر، اللہ اکبر، یقیم الصلوٰۃ، یقوم الناس الی الصلوٰۃ فلا یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقامہ یعدل الصفوف. ابن شہاب سے مروی ہے کہ جس وقت مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا تھا لوگ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور حضور ﷺ کے تشریف لانے تک صفیں درست ہو جاتی تھیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۰۷ باب قیام الناس عند الاقامۃ) علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں فقد ثبت عن الصحابۃ انہم کانوا یقومون اذ شرع المؤذن فی الاقامۃ۔ تحقیق کہ صحابہ سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ حضرات۔ جب مؤذن اقامت شروع کرتا اسی وقت کھڑے ہو جاتے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۹)

یہ بھی قابل غور ہے کہ یہ طریقہ (حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا) زیادہ سے زیادہ آداب میں سے ہے اور آداب کا

حکم یہ ہے کہ اس کا ترک نہ موجب کراہت ہے نہ عتاب کا باعث بلکہ اس کا کرنا ایک افضل فعل ہے۔اور اگر تھوڑی دیر کے لئے اسے سنت بھی مان لیا جائے اور صفوف کی درستگی کو بھی سنت کے درجہ میں رکھا جائے۔تب بھی اس طریقہ کا ترک اولیٰ ہوگا۔چنانچہ مجالس الابرار میں ہے۔ولا وجه لا شتغال سنة فيه ترك سنة اخرىٰ. یعنی ایسی سنت ادا کرنے کی کوئی وجہ نہیں جس میں دوسری سنت کا ترک ہوتا ہو (مجالس الابرار ص ۲۱۴ مجلس نمبر ۳۲) حالانکہ صفوف کی درستگی زیادہ مؤکد بلکہ واجب ہے اس لئے اس کا لحاظ کرنا اس ادب کے مقابلہ میں زیادہ اہم اور ضروری ہوگا۔نیز فقہ کا قاعدہ بھی ہے مکروہ کا ترک کرنا فعل مسنون پر عمل کرنے سے اہم ہے۔لان ترك المكروه اهم من فعل المسنون (کبیری ص ۳۵۶) ترك المكروه اولىٰ باد راك الفضيلة. فضیلت حاصل کرنے میں اگر کراہت پر عمل کرنا لازم آتا ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہے۔دیکھئے! وضو اور غسل میں غرغرہ سنت ہے مگر پانی حلق میں چلے جانے کے خوف سے غرغرہ ممنوع ہے اسی طرح سے وضو میں داڑھی کے بالوں کا خلال سنت ہے مگر حالت احرام میں بال ٹوٹ جانے کے خوف سے خلال مکروہ ہے۔خطبہ کے وقت خطیب کی طرف منہ کرکے بیٹھنا مستحب ہے۔لیکن صفوں کی درستگی کا خیال کرتے ہوئے قبلہ رو بیٹھنا اختیار کیا گیا ہے مجالس ابرار میں ہے ويستحب للقوم ان يستقبلو االامام عند الخطبة لكن الرسم الان انهم يستقبلون القبلة للحرج في تسوية الصفوف لكثرة الزحام، یعنی لوگوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ خطبہ کے وقت خطیب کی طرف چہرہ کرکے بیٹھیں لیکن اس وقت کثرت ازدحام کی وجہ سے صفوں کی درستی میں حرج آتا ہے اس لئے قبلہ رو بیٹھتے ہیں۔(مجالس الابرار ص ۲۹۶ مجلس نمبر ۴۹ صغیری ص ۲۸۱)

ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ البحر الرائق میں حنفیہ کے مذہب کی تفصیل لکھتے ہوئے حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے کی یہ علت بیان فرمائی ہے۔(قوله والقيام حين قيل حي على الفلاح) لانه' امر به فيستحب المسارعة اليه۔یعنی حی علے الفلاح پر کھڑا ہونا اس لئے افضل ہے کہ لفظ "حي على الفلاح" (آؤ کامیابی کی طرف) میں کھڑے ہونے کا امر ہے اس لئے کھڑے ہونے کی طرف مسارعت کرنا چاہئے۔(البحر الرائق ج ا ص ۳۰۴ باب صفة الصلاة)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس امر کے بعد بیٹھے رہنا خلاف ادب ہے نہ یہ کہ اس سے پہلے کھڑا ہونا خلاف ادب ہے۔کیونکہ پہلے کھڑے ہونے میں تو اور بھی زیادہ مسارعت پائی جاتی ہے۔چنانچہ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے۔قوله، والقيام لا مام ومؤتم حين قيل حي على الفلاح مسارعة لا متثال امره والظاهر انه احتراز عن التا خير لا التقديم حتى لو قام اول الا قامة لابأس به وحرر، یعنی امام اور مقتدیوں کا حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے امتثال امر کی طرف مسارعت کرتے ہوئے۔اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں احتراز ہے تاخیر سے نہ کہ تقدیم سے (یعنی مقصود یہ ہے کہ کھڑے ہونے میں حی علی الفلاح کہنے تک تاخیر کر سکتے ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے کھڑے نہیں ہو سکتے اسی بنا پر علامہ طحطاوی اس کے بعد فرماتے ہیں) یہاں تک کہ اگر شروع اقامت ہی سے کھڑا ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔(طحطاوی علی الدر المختار ج ا ص ۲۳۱ آداب الصلاة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مکان میں نماز پڑھنے والے کے لئے اذان واقامت کا حکم !:

(سوال ۱۴۱) مکان میں نماز پڑھنے والوں کی عادت ہے کہ اذان واقامت کہے بغیر ہی نماز فرض ادا کرتے ہیں۔ تو مسنون کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) گھر میں نماز پڑھنے والوں کے لئے اذان واقامت مسنون نہیں ہے مسجد کی اذان واقامت کافی ہے لہذا ترک کرنا مکروہ نہ ہوگا۔ **فلا یسن بھا اذا ادت فی البیوت لا نہ ' لایکرہ ترکھما لمصل فی بیتہ وکذا المصلی فی المسجد بعد صلوٰۃ الجماعۃ (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۸۱ باب الا ذان)** شامی میں ہے **لکن لا یکرہ ترکہ لمصل فی بیتہ فی المصر لان اذان الحی یکفیہ کما سیأتی(شامی ج ۱ ص ۳۵۷)فقط و اللہ اعلم بالصواب.**

اقامت کہنے کا افضل طریقہ کیا ہے:

(سوال ۱۴۲) ہمارے یہاں اقامت کہنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے کبھی امام کے پیچھے کھڑے ہوکر کہہ دی تو کبھی دائیں کنارے پر سے اور کبھی بائیں کنارے پر کھڑے ہوکر۔ اور یہ قصداً بلا عذر کرتے ہیں تو اقامت کا صحیح اور مسنون طریقہ کیا ہے تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام کے پیچھے محاذاۃ میں کھڑے ہوکر تکبیر کہنے کا تعامل ہے اس لئے یہی افضل ہوگا۔ البتہ حسب ضرورت وحسب موقع جس طرف اور جس موقع پر مکبر کھڑا ہوکر تکبیر کہے درست ہے، شرعی ضرورت کے بغیر ادھر ادھر کنارے پر کھڑے ہوکر تکبیر کہنے کی عادت خلاف اولیٰ ہوگی۔ مگر تکبیر قابل اعادہ نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

اقامت کہنے میں مؤذن وغیرہ امام کے تابع ہیں :

(سوال ۱۴۳) ابھی امام فجر کی سنت پڑھ رہے تھے کہ مؤذن نے اقامت شروع کردی تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مؤذن اقامت کہنے کے لئے امام کے حکم یا اشارہ کا تابع ہے لہذا امام حاضر ہوتو جب تک وہ خود آگے نہ بڑھے یا اقامت کہنے کا حکم یا اشارہ یا مستعدی نہ بتلائے اقامت کہنے میں جلدی نہ کرنی چاہئے۔ مقتدیوں کا بھی امام کے آگے بڑھنے سے پہلے کھڑا ہوجانا مکروہ ہے۔ **وان لم یکن حاضراً یقوم کل صف بین ینتھی الیہ الا مام فی الاظھر(مراقی الفلاح) واذا اخذ المؤذن فی الا قامۃ ودخل رجل المسجد فانہ یقعد ولا ینتظر قائماً فانہ' مکروہ. (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۶۱ فصل من آداب ای الصلوٰۃ)** حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مؤذن جب حضورﷺ کو آتے ہوئے دیکھتا تو اس وقت اقامت شروع کرتا۔ (مستدرک حاکم ج۱ص ۲۱۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اذان کے وقت باتیں کرنا:

(سوال ۱۴۴) اکثر لوگوں کی عام عادت ہو چکی ہے کہ اذان کا جواب دینا تو درکنار اس وقت دنیوی باتوں میں مشغول رہتے ہیں، اذان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، اس کے متعلق کوئی شرعی حکم اور وعید ہو تو بیان کیجئے؟

(الجواب) حدیث اور فقہ میں اس کی سخت وعید آئی ہے، اس سے احتراز ضروری ہے، اس کی عادت کر لینا ضعف ایمان کی دلیل ہے، رسم المفتی والسائل میں ہے۔ **ویکرہ الکلام والذھاب عند الا ذان کذا فی خزانۃ الروایات ناقلاً عن حاشیۃ السراجیۃ عن فتاویٰ الحجۃ وفیھا عن الفتاویٰ الصوفیۃ اجمعوا علی ان یترک الکلام الدنیوی، وروی عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم من تکلم عند الاذان خیف علیہ زوال الا یمان انتھیٰ قلت ھذا الحدیث لم یثبت بسند یحتج بہ.** یعنی فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ اذان کے وقت دنیوی باتیں چھوڑ دی جائیں۔ حضور اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص اذان کے وقت بات چیت کرے تو اس کے ایمان کے زوال کا خوف ہے، یہ حدیث اگرچہ ایسی مضبوط نہیں ہے کہ اس سے استدلال کیا جائے (مگر فضائل اعمال میں چل سکتی ہے) (رسم المفتی والسائل ص ۶۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر کہاں کھڑے ہو کر کہنا افضل ہے:

(سوال ۱۴۵) اقامت کے وقت مکبر کا امام کے پیچھے کھڑا ہونا کیسا ہے؟ بعض اس کو افضل کہتے ہیں، بندہ کو اس کی دلیل مطلوب ہے، براہ کرم تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

(الجواب) امام کے پیچھے محاذاۃ میں کھڑے ہو کر تکبیر کہنے کا تعامل ہے اس لئے یہی افضل ہوگا جیسے تراویح کی بیس رکعت کے بعد اجتماعی دعا منقول نہیں ہے لیکن امت اور اکابر کا عمل کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے اور دعا مانگی جاتی ہے، علیٰ ہذا عیدین کی نماز کے بعد صراحۃً دعا کا ثبوت نہیں مگر تعامل ہی کی بنا پر دعا مانگی جاتی ہے، علیٰ ہذا عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر ثابت نہیں ہے مگر توارث کی بنا پر تکبیر کہنے کی اجازت دی ہے، بعض نے واجب تک کہہ دیا ہے۔ **ولا بأس بہ عقب العید لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم وعلیہ البلخیون (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۸۶) باب العیدین مطلب کلمۃ لابأس قد تستعمل فی المندوب.**

البتہ حسب ضرورت اور حسب موقع جس طرف اور جس موقعہ پر مکبر کھڑا ہو کر تکبیر کہے درست ہے، شرعی ضرورت کے بغیر ادھر ادھر کنارے پر کھڑے ہو کر تکبیر کہنے کی عادت خلاف اولیٰ ہے، مگر تکبیر قابل اعادہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جس نے نسبندی کرالی ہو اس کو مؤذن رکھنا:

(سوال ۱۴۶) ہماری مسجد کے مؤذن نے عرصہ ہوا اپنی نسبندی (خصی) کروالی تھی، موذن کا کہنا ہے کہ میر لاعلمی کی بنا پر اپنی نسبندی کروائی اس صورت میں ایسے مؤذن کا اذان دینا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا۔

(الجواب) خصی ہونا اولاد سے محرومی اور بیزاری اور کفران نعمت ہے یہ فعل نصاً حرام بھی ہے، حدیث میں ہے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے معصیت سے بچنے اور دنیاداری سے بے فکر ہو کر خدا کی عبادت میں مشغول رہنے کے مقصد سے خصی ہونے کی خواہش ظاہر کی تو رسول اللہ ﷺ نے اجازت نہیں دی اور قرآن شریف کی آیت تلاوت فرمائی **یآیھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات مااحلّ اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین** اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے لئے حلال کی ہیں ان پاکیزہ چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۵۹ باب مایکرہ من التبتل والخصآء)

اس سے معلوم ہوا کہ خصی ہونا یعنی قطع نسل کا عمل بہ نص قرآنی حرام ہے اور حدود اللہ سے تجاوز ہے لہذا یہ عمل بالاتفاق حرام ہے (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری)۔

اور فقہاء نے بھی لکھا ہے **اما خصاء الادمی فحرام** ۔یعنی انسان کا خصی ہونا حرام ہے (درمختار مع الشامی ج۵ ص ۳۴۲ کتاب الحظر والاباحۃ) (فتاویٰ عالمگیری ج۶ ص ۲۳۷)

صورت مذکورہ میں موذن کی لاعلمی کا عذر مسموع نہ ہونا چاہئے فی زمانہ خصی ہونے کی قباحت عام ہو چکی ہے، ہر ایک شخص اس سے واقف ہے لہذا یہ رضا اور رغبت خصی ہونا باعث صد نفرین ہے، مبدل فطرت و مغیر خلق اللہ بھی ہے اور عوام وخواص کی نظر میں بھی یہ عمل قابل مذمت ہے، لہذا ایسے مخدوش آدمی کو مؤذن کا عالی منصب عطا کرنا یا اس معزز منصب پر قائم رکھنا خالی از کراہت نہیں، مسجد کی صفائی کی خدمت سپرد کی جاسکتی ہے ہاں کسی وقت مؤذن نہ ہو تو اذان دے سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سینما دیکھنے اور قوالی سننے والے کی اذان واقامت:

(سوال ۱۴۷) ایک شخص نمازی ہے مگر سینما بینی میں مبتلا ہے اور قوالی سننے کا بھی شوقین ہے، گاہے گاہے وہ اذان واقامت کہے تو کوئی حرج ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مصلیوں میں اس سے افضل اور پرہیز گار شخص اذان واقامت کہنے والا کوئی موجود ہے تو وہ اذان واقامت کہے اور اگر اس سے کوئی افضل موجود نہیں تو اس کی اذان واقامت جائز ہے۔[1] فقط۔

بلااذن مؤذن اقامت:

(سوال ۱۴۸) بدون اذن مؤذن کوئی شخص اقامت کہہ سکتا ہے؟

(الجواب) مؤذن صاحب بروقت موجود نہ ہوں اور ان کے انتظار میں مصلیوں کا حرج ہو تو ان کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے۔ **اقام غیر من اذن بغیبته ای المؤذن لا یکرہ مطلقا** (شامی ج ۱ ص ۲۶۵ یہ حوالہ درمختار کا ہے باب الاذان) فقط۔

---

(۱) واذان امراۃ وخنثیٰ وفاسق ولو عالما لکنه اولیٰ بامامة واذان من جاهل تقی قال فی الشامیة تحت قوله من جاهل تقی ای حیث لم یوجد عالم تقی ، درمختار مع الشامی باب الاذان مطلب فی المؤذن اذا کان غیر محتسب فی أذانه ج۲ ص ۳۹۲.

فجر کی اذان بعد صبح صادق متصلاً:

(سوال ۱۴۹) ہمارے یہاں فجر کی اذان صبح صادق کے پانچ منٹ بعد ہوتی ہے جب کہ بعض لوگ صبح صادق سے دس منٹ بعد بھی اذان دینے میں کراہت سمجھتے ہیں، لہذا صبح صادق کے بعد اذان دینا کیسا ہے. اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جنتری اور گھڑی کے وقت میں فرق ہوسکتا ہے لہذا احتیاط کی جائے دس منٹ نہ سہی تو سات منٹ کے وقفہ سے اذان دینا اچھا ہے۔ شمسی تقویم میں حسب ذیل ہدایت لکھی ہے۔

یاد رہے کہ یہ ٹائم ٹیبل (جنتری) حساب سے تیار شدہ ہے. اس پر ایسا اعتماد کرنا کہ ایک منٹ کا بھی فرق نہ ہو مناسب نہیں، اس کا مدار صرف حساب پر ہونے کی وجہ سے غلطی کا امکان ہے۔ ایسے ہی گھڑی کے وقت میں بسا اوقات تقدیم وتاخیر کے سبب نماز وروزہ کی ادائیگی میں حسب ذیل احتیاط ضروری ہے۔

(۱) صبح صادق کے تحریر کردہ وقت سے دس منٹ قبل ہی سحری کا آخری وقت سمجھا جائے۔
(۲) صبح صادق کے ذکر کردہ وقت سے پانچ (بلکہ دس) منٹ بعد ہی فجر کی اذان دی جائے۔
(۳) طلوع آفتاب کے بتائے ہوئے وقت سے پانچ منٹ قبل ہی فجر کی نماز سے فارغ ہوجائے۔
(۴) عصر کا ابتدائی وقت لکھا ہے اس کے پانچ منٹ بعد اذان دی جائے۔
(۵) غروب کے ذکر کردہ وقت کے پانچ منٹ بعد ہی اذان دی جائے۔
(۶) عشاء کا ابتدائی وقت لکھا ہے اس سے پانچ (بلکہ دس) منٹ بعد اذان کہے۔ (شمسی تقویم)

صبح صادق ہوتے ہی اذان کہنا درست ہے مگر صبح صادق کی پہچان مشکل ہے اور ٹائم ٹیبل (جنتری کے حساب) میں بھی غلطی کا امکان ہے، گھڑیوں کے وقت میں بھی فرق ہوتا ہے لہذا صبح صادق کے لکھے ہوئے وقت سے دس منٹ پہلے سحری کھانا بند کردے، اور دس منٹ کے بعد فجر کی اذان کہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بوقت اقامت امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں؟:

(سوال ۱۵۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں۔ فرض نماز کے لئے مکبر جب تکبیر کہنا شروع کرے اس وقت صفیں درست کرنے کے لئے مقتدی حضرات کو کب کھڑے ہونا چاہئے؟

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مکبر جب تکبیر کہنا شروع کرے اسی وقت صفیں درست کرنے کے لئے کھڑے ہوجانا چاہئے، جبکہ بعض دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ "حی علی الصلوٰۃ" یا "حی علی الفلاح" کہا جاوے اس وقت کھڑا ہونا چاہئے۔ اس سلسلہ میں شرعی حکم مع حوالہ تحریر فرمادیں۔

(الجواب) حدیث وفقہ حنفی میں نماز کے لئے صفوف کی درستگی کی بے حد تاکید واہمیت وارد ہوئی ہے، اس پر نماز کا کمال موقوف ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ امام کو صف کے بیچ میں رکھو۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توسطوا الامام (الحدیث) رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ ص ۹۹ باب تسویۃ الصفوف الفصل الاول)

دونوں طرف (دائیں بائیں) صف کا برابر ہونا ضروری ہے، ایک طرف کم دوسری طرف زیادہ ہونا مکروہ ہے، مصلی حضرات مل مل کر مونڈھا، مونڈھے کے محاذ میں رکھ کر اور ایک کا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنہ کے مقابل کر کے کھڑے ہوں، اس طور پر کہ درمیان صف خلا نہ رہے، کیونکہ شیطان خالی جگہ دیکھ کر بکری کے بچہ کے مانند درمیان میں گھس کر مصلیوں کے دلوں میں وساوس ڈالتا ہے۔

صفیں سیدھی نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں مسخ کر دے گا اور دلوں میں فساد واختلاف پیدا ہو جائے گا، صفیں برابر نہ کرنے پر اس جیسی بہت سی خرابیاں کتب حدیث وفقہ میں مذکور ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا معمول صفوں کی درستگی کے بعد ہی نماز شروع فرمانے کا تھا عن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسوی صفوفنا اذا قمنا الی الصلوٰۃ فاذا استوینا کبر رواہ ابو داؤد (باب تسویۃ الصفوف الفصل الثانی مشکوۃ ص۹۸) ایک مرتبہ ایک آدمی کا سینہ صف سے کچھ نکلا ہوا آپ ﷺ نے دیکھ لیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، اے اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی رکھو (یعنی آگے پیچھے نہ رہو) ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔

وفی حدیث عن النعمان بن بشیر خرج یوما فقام حتیٰ کا دیکبر فرأی رجلا بادیا صدرہ من الصف فقال عباد اللہ لتسون صفوفکم اولیخالفن اللہ بین وجوھکم (مسلم باب تسویۃ الصفوف واقامتھا وفصل الاول الخ ص ۱۸۲ ج ۱) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم لوگ اس طرف صف کیوں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے خدا کے حضور میں باندھتے ہیں، حضرات صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ فرشتے اپنے پروردگار کے حضور میں کس طرح صف باندھتے ہیں، فرمایا: اگلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں مل کر (سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح) کھڑے ہوتے ہیں قال الا تصفون کما تصف الملائکۃ عندربھا فقلنا یارسول اللہ وکیف تصف الملائکۃ عند ربھا قال یتمون الصفوف الاول ویتراصون فی الصف (مسلم ایضاً ص ۱۸۱ ج ۱) نیز فرمایا، صف میں سیدھے کھڑے رہو آگے پیچھے نہ رہو ورنہ اس کی زد تمہارے دلوں پر پڑے گی استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم (باب التسویۃ الصفوف)

اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ صفوں کو برابر رکھا کرو کیونکہ صفوں کو برابر رکھنا نماز کی تکمیل میں سے ہے۔ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من تمام الصلوٰۃ (مسلم حوالہ بالا ج ۱ ص ۱۸۲)

نیز فرمایا ہے اپنی صفیں خوب ملی ہوئی رکھو یعنی آپس میں خوب مل کر کھڑے رہو) اور اپنے مونڈھوں کو محاذات میں رکھو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں شیطان کو تمہاری صفوں کی کشادگی میں چھوٹی بھیڑوں کی طرح گھستے دیکھتا ہوں۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رصوا صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ انی لا ری الشیطان یدخل من خلل الصف کانھا الحذف (مشکوۃ باب تسویۃ الصفوف الفصل الثالث ص ۹۸، ابو داؤد ص۹۷، ج ۱)

صفیں درست کرنے پر جو فضائل اور اس میں کوتاہی کرنے پر جیسی وعیدیں وارد ہوئی ہیں ایسی بوقت " حی علی الفلاح " کھڑے ہونے پر وارد نہیں ہوئی ہیں، پھر درستگی صفوف کی اہمیت نظر انداز کر کے " حی علی الفلاح " کے وقت ہی کھڑے ہونے پر اصرار کیوں کیا جا رہا ہے؟ نیز امام اس کا پابند نہیں کہ اقامت سے قبل مصلیٰ پر آ کر بیٹھے، آپ ﷺ اور حضرات صحابہؓ خلفائے راشدین اور ائمہ کرامؒ کے مبارک دور میں امام کا مصلی پر آ کر اقامت سے پہلے بیٹھنے کا اہتمام والتزام نہیں تھا، ملاحظہ ہو۔

(۱) حضرت جابر ابن سمرہؓ کی روایت میں ہے۔ کان بلال یؤذن اذا دحضت الشمس فلا یقیم حتی یخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا خرج اقام الصلوٰۃ حین یراہ (مسلم ص ۲۲۱ ج ۱ باب متیٰ یقوم الناس للصلوٰۃ) یعنی حضرت بلالؓ ظہر کی اذان زوال کے بعد دیتے پھر اقامت اس وقت تک نہیں کہتے جب تک آنحضرت ﷺ حجرہ شریف سے باہر نہ نکلتے جب آپ ﷺ باہر تشریف لاتے تب اقامت کہتے تھے۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ان الصلوٰۃ کانت تقام لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیاخذ الناس مصافھم قبل ان یقوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقامہ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۰ ج ۱)(۱) یعنی آپ ﷺ کی امامت میں نماز کی اقامت کہی جاتی تھی اور لوگ (یعنی حضرات صحابہؓ) آپ ﷺ کی تشریف آوری مصلی پر ہو اس سے پہلے ہی صف میں اپنی اپنی جگہ لے لیتے۔

(۳) حضرت ابوہریرہؓ سے ایک اور روایت منقول ہے کہ اقیمت الصلوٰۃ فقمنا فعدلنا الصفوف قبل ان یخرج الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم باب متیٰ یقوم الناس للصلوٰۃ ج ۱ ص ۲۲۰) یعنی ایک مرتبہ نماز قائم کی گئی ہم (صحابہؓ) کھڑے ہوگئے، آپ ﷺ کے ہماری طرف نکلنے سے پہلے ہم نے صفیں درست کرلیں۔

(۴) حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی (بخاری ج ۱ ص ۸۸، مسلم ج ۱ ص ۲۲۰ باب متی یقوم الناس للصلوٰۃ، مشکوٰۃ ص ۶۷) آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو تم کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے اپنی طرف آتے دیکھ نہ لو۔

(۵) حضرت ابن شہاب زہریؒ سے مروی ہے کہ ان الناس کانوا ساعۃ یقول المؤذن اللہ اکبر، اللہ اکبر، یقیم الصلوٰۃ یقوم الناس الی الصلوٰۃ فلا یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقامہ حتی یعدل الصفوف (مصنف عبدالرزاق ص ۵۰۷ ج ۱ باب قیام الناس عند الاقامۃ) یعنی جب مکبر "اللہ اکبر" کہتا اس وقت لوگ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور آپ ﷺ کی تشریف آوری تک صفیں درست ہو جاتی تھیں۔

(۶) حضرت عبداللہ ابن اوفیؓ فرماتے ہیں کہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال بلال قد قامت الصلوٰۃ نھض فکبر (مجمع الزوائد ۵/۲) باب ما یفعل اذا اقیمت الصلاۃ یعنی جب حضرت بلالؓ " قد قامت الصلوٰۃ " کہتے اس وقت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوتے تھے۔

---

(۱) یہ مسلم کا حوالہ ہے کاتب سے غلطی ہوئی ہے، دیکھئے مسلم باب متی یقوم الناس الصلوٰۃ ج ۱ ص ۲۲۰)

ذکر کردہ احادیث (از اول تا پنجم) سے ثابت ہوتا ہے کہ تعامل صحابہ ابتدائے اقامت میں کھڑے ہو کر صفیں درست کرنے کا تھا اسی لئے حضرات فقہائے کرام ومحدثین عظام نے اس طریقہ کو مسنون کہا اور توارث بھی یہی ہے۔

غالباً حدیث نمبر ۶ کے پیش نظر فقہاء نے تحریر فرمایا ہے کہ "حی علی الصلوٰۃ" یا "حی علی الفلاح" یا "قد قامت الصلوٰۃ" کے وقت کھڑا ہونا نماز کے آداب میں سے ہے "ولہا آداب" یعنی نماز کے چند آداب ہیں، مع ان آداب کا حکم شرعی بھی تحریر کردیا ہے۔ ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتاباً (شامی ۱/ ۴۴۶ آداب الصلاۃ)(مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۵۱ آداب الصلوٰۃ) یعنی اس کے ترک کرنے سے نہ تو مکروہ تنزیہی کا ارتکاب ہوتا ہے نہ عتاب کا باعث ہے، محض ایک مستحب چیز ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب امام موجود ہو اس وقت ابتدائے اقامت میں کھڑے ہو کر صفیں درست کرنا مکروہ نہیں البتہ جب امام موجود نہ ہو تو کھڑے کھڑے امام کا انتظار مکروہ ہے، والظاھر انہ احتراز عن التاخیر لا التقدیم حتی لو قام اول الاقامۃ لاباس بہ (طحطاوی علی الدر المختار ۱/ ۱۳۳ ایضاً) واما اذالم یکن الامام فی المسجد فذھب الجمہور الی انہم لا یقومون حتی یروہ (فتح الباری ۲/ ۱۰۰)

(نماز کے آداب ومستحبات کے بارے میں فقہی اصول)

(۱) فقہاء نے تصریح کی ہے کہ تارک المستحب لا یلام (مستحب شئی کا ترک کرنے والا قابل ملامت نہیں)

(۲) ان المندوب ربما ینقلب مکروھا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ (بے شک مستحب شئی جب اپنی حد سے بڑھادی جائے یعنی اسے سنت اور لازم سمجھ لیا جائے تو وہ مکروہ بن جاتی ہے)(مجمع البحار ۲/ ۲۴۴، وفتح الباری شرح بخاری ۲/ ۲۸۱)

(۳) لان ترک المکروہ اھم من فعل المسنون (کبیری ص ۳۶۵ فروع) مکروہ کا ترک کرنا مسنون پر عمل کرنے کی بنسبت اہم ہے)

(۴) ترک المکروہ اولی من ادراک الفضیلۃ (حصول فضیلت کے لئے کسی مکروہ شئی کا ارتکاب لازم آتا ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہے۔

فقہ کی کتب معتبرہ درمختار شامی وغیرہ میں ہے سجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوٰۃ لان الجھلۃ یعتقد ونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ (شامی ۱/ ۷۳۱ مطلب فی سجدۃ الشکر) سجدۂ شکر مستحب ہے لیکن نماز کے بعد لوگوں کی موجودگی میں سجدۂ شکر مکروہ ہے کیونکہ ناواقف لوگ اسے مسنون یا واجب اعتقاد کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جس مباح یا مستحب شئی کو اپنے حدود سے بڑھا دیا جائے (یعنی مستحب کو مسنون اور واجب سمجھ لیا جائے تو) وہ مکروہ بن جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مستحب کو مسنون سمجھنا اور اس کے تارک کو قابل ملامت سمجھنا اور برا بھلا کہنا جائز

نہیں بلکہ خود وہ کام قابل ترک ہے۔

مغرب کی اذان کے بعد اقامت سے پہلے دو رکعت پڑھنا مستحب ہے آنحضرت ﷺ نے تیسری بار فرمایا" لمن شاء" (یعنی جس کا جی چاہے پڑھے) اس کی وجہ خود راوی بیان فرماتے ہیں"کراهية ان يتخذها الناس سنة" یعنی آپ ﷺ کو یہ پسند نہ تھا کہ لوگ ان دو رکعتوں کو سنت سمجھ لیں (مشکوٰۃ ص ۱۰۴ باب السنن وفضائلها الفصل الاول عن عبد الله ابن مغفل)

بعض علماء نے اپنے دور میں ایام بیض (ہر ماہ کی تیرہویں چودہویں، پندرہویں تاریخ) کے روزوں کے متعلق مکروہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے، کیونکہ ان کے زمانہ میں ایام بیض کے روزے رکھنے کا اس کثرت سے رواج ہو چکا تھا کہ اس بات کا خوف لاحق ہو گیا کہ لوگ واجب اور لازم سمجھنے لگیں گے حالانکہ ایام بیض کے روزے مستحب ہیں ان کی فضیلت بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔

مجالس الابرار میں ہے وكل مباح ادى الى هذا فهو مكروه (مجلس نمبر ۵۰ ص ۲۹۰) ہر وہ مباح جسے سنت کا مرتبہ دیا جائے وہ مکروہ ہے) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔ قال الطيبي ان من اصر على امر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الا ضلال فكيف من اصر على بدعة او منكر (جلد اول ص ۲۵۳) (غاية الاوطار ج ۱ ص ۲۲۰ و ص ۲۲۱) جو کوئی امر مندوب و مستحب پر مصر رہا اسے لابدی اعتقاد کر لیا اور رخصت پر عمل نہ کیا گویا اسے شیطان نے راہ ضلالت پر ڈال دیا، تو اگر کوئی آدمی بدعت یا ناجائز پر مصر ہے اس کے متعلق کیا خیال ہے؟

امام کے چار حالات اور ہر ایک کا حکم

(۱) امام صاحب عین اقامت کے وقت حجرے سے نکلیں تو مقتدیوں کو چاہئے کہ کھڑے ہو جاویں۔

(۲) امام صاحب پشت کی جانب سے آویں تو جس جس صف کے پاس سے امام کا گذر ہو وہ کھڑے ہوتے جاویں والا فيقوم كل صف ينتهي اليه الامام (شامی آداب الصلاة ۱/ ۴۴۷)

(۳) امام کو آگے سے مسجد میں داخل ہوتا دیکھیں تو ان پر نظر پڑتے ہی سب کھڑے ہو جاویں وان دخل من قدام قاموا حين يقع بصر هم عليه (ایضاً)

(۴) اگر اتفاق سے امام محراب کے قریب ہو تو " حي على الفلاح" کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے لازم نہیں اور" قد قامت الصلوٰۃ" کے وقت امام کا نماز شروع کرنا مستحب ہے اور اقامت پوری ہونے کے بعد نماز شروع کی جائے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اجماعاً اولیٰ ہے وشروع الامام في الصلوة مذ قيل قد قامت الصلوة ولو اخر حتى اتمها لاباس به اجماعاً (قوله لا بأس به اجماعاً) اى لان الخلاف فى الافضلية فنفى البأس اى الشدة ثابت فى كلا القولين وان كان الفعل اولى فى احدهما (شامی ۱/ ۴۴۷) (طحطاوی على الدرا لمختار ۱/ ۲۸۹ آداب الصلاة)

حاصل یہ کہ تنویر الابصار اور درمختار میں جہاں آداب کے ذیل میں "والقيام لا مام ومؤتم حين قيل

حی علی الفلاح" تحریر کیا ہے وہیں اس کا استحباب بھی تحریر کیا ہے کہ نظره الی موضع سجوده حال قیامه والی ظهر قدمیه حال رکوعه والی ارنبة انفه حال سجوده والی حجره حال قعوده والی منکبه الایمن والا یسر عن تسلیمة الاولی والثانیة (شامی ۱/۴۴۶ آداب الصلوٰۃ)

مستحب یہ ہے کہ (۱) مصلی قیام کے وقت سجدہ کی جگہ نظر رکھے (۲) رکوع میں ظاہر قدم پر (۳) سجدے میں ناک کے سرے پر (۴) قعدہ میں اپنی گود میں (۵) دائیں طرف سلام کے وقت داہنے کندھے پر اور بائیں طرف سلام کے وقت بائیں کندھے پر نظر رکھے، یہ آداب ازراہ تواضع وانکساری ہیں، جب یہ تمام آداب زیر بحث مسئلہ قیام عند حی علی الفلاح کے مانند آداب و مستحبات میں سے ہیں جن سے خشوع وانکساری حاصل ہوتی ہے پھر اس پر عمل کے لئے کیوں زور نہیں دیا جاتا۔

امام طحطاوی اور کرخی رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہما حضرات نے تصریح کی ہے کہ الظاهر انه عند وجود مشغل فی هذاه المحلات لاینظر الیها لانه یضیع الخشوع الذی هو اعلیٰ من المستحب (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۳۱ ایضاً) یعنی مذکورہ بالا (یعنی نماز میں جہاں نظر رکھنا مستحب ہے ان جگہوں میں سے کسی جگہ میں کوئی ایسا نقش ونگار ہو جسے دیکھ کر نماز میں توجہ تام نہ رہے اور خشوع وخضوع میں خلل واقع ہو تو پھر اس کا استحباب ختم ہو جاتا ہے کیونکہ خشوع وخضوع کی اہمیت بنسبت مستحب کے بہت زیادہ ہے۔

اور منجملہ آداب صلوٰۃ کے یہ بھی ہے کہ جب "قد قامت الصلوٰۃ" کہا جاوے اس وقت امام نماز شروع کردے اور اقامت کے اختتام پر نماز شروع کرے تب بھی مضائقہ نہیں بلکہ تاخیر ہی زیادہ صحیح ہے، اس لحاظ سے کہ مکبر بھی تکبیر اولیٰ میں امام کے ساتھ شرکت کر سکے گا۔ (قوله انه الاصح) لان فيه محافظة على فضيلة متابعة المؤذن واعانة له على الشروع مع الامام (شامی ۱/۴۴۷ ایضاً) (غایة الاوطار ۱/۲۲۰، ۲۲۱) اس سے اندازہ لگائیے کہ محض مکبر کی رعایت میں " قدقامت الصلوٰة" پر نماز شروع نہ کرنے کا حکم ہے اور ایک مستحب کے ترک کو صحیح تر کہا جانے لگا تو پوری جماعت (جس میں بے شمار افراد ہو سکتے ہیں) کی صفوں کی درستگی (جس کی حدیث وفقہ میں بہت تاکید آئی ہے) کے خاطر امام کی موجودگی میں ابتدائے اقامت سے کھڑے ہو جاویں تو کس بنیاد پر اسے مکروہ کہا جا سکتا ہے؟ بلکہ ازروئے حدیث وفقہ یہ عمل بہت ہی افضل واعلیٰ ہے اور تعامل صحابہ اس کا مؤید ہے۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے فقد ثبت عن الصحابة انهم كانوا يقومون اذا شرع المؤذن فی الاقامة (جلد ۲/۹۹ باب الجمعة) (مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۷) یعنی صحابہ کرام اس وقت کھڑے ہو جاتے تھے جب کہ موذن (مکبر) اقامت کہنا شروع کر دیتا۔

ایسے ہی بعض جاہل ائمہ نے یہ عادت بنالی ہے کہ بعد خطبۂ جمعہ کی مصلی پر بیٹھ جاتے ہیں اس کے بعد اقامت کہی جاتی ہے، اور " حی علی الفلاح " کے وقت امام اور مقتدی سب کھڑے ہوتے ہیں اس فعل کا حدیث اور فقہ حنفی کی کسی بھی کتاب میں ثبوت نہیں یہ طریقہ بھی خلاف سنت اور واجب الترک ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ بعد الخطبہ فوراً اقامت کہی جاوے اور امام کے مصلی پر پہنچنے تک اقامت پوری ہو جاوے، درمختار مع الشامی میں ہے (قوله اقيمت) بحيث يتصل اول الاقامة بآخر الخطبة وتنتهى الاقامة بقيام الخطيب مقام الصلوٰة (جلد اول

ص ۷۷۰ باب الجمعۃ) یعنی خطیب کا خطبہ پورا ہوتے ہی متصلاً اقامت کہی جاوے بایں طور کہ خطیب (امام) کے مصلی پر پہنچنے تک اقامت پوری ہو۔

مجالس الابرار میں ہے واذا فرغ من الخطبة وشرع المؤذن فی الا قامة ینزل من المنبر ویصلی بالناس رکعتین (مجلس نمبر ۴۹، ص ۳۱۵) اور جب خطیب خطبہ سے فارغ ہو جائے اور مؤذن اقامت شروع کرے تو امام کو چاہئے کہ منبر سے اتر کر لوگوں کو (صلوٰۃ جمعہ کی) دو رکعت پڑھاوے۔

صغیری (شرح منیۃ المصلی) میں ہے۔ واذا فرغ من الخطبة اقاموا وصلی بھم الرکعتین علی ما ھو المعروف (ص ۲۸۱) جب خطیب خطبہ سے فارغ ہوں اقامت کہی جائے اور امام لوگوں کو دو رکعت پڑھائے، یہی طریقہ معروف ہے۔ اور کبیری (شرح منیۃ المصلی) میں بھی ہے۔ واذا فرغ من الخطبة اقاموا الصلوة وصلی بالناس رکعتین علی ما ھو المتوارث المعروف ص ۵۲۰ باب الجمعة (یعنی) اور جب خطیب خطبہ سے فارغ ہو تو نماز کے لئے اقامت کہی جائے اور (امام) لوگوں کو دو رکعت پڑھاوے یہی متوارث و معروف ہے۔

(۱) قد قامت الصلوٰۃ کے وقت نماز شروع کرنا مستحب ہے لیکن مکبر کی رعایت کرتے ہوئے اس کو ترک کیا جاتا ہے۔

(۲) وضو و غسل میں غرغرہ سنت ہے مگر پانی حلق میں اتر جانے کے خوف سے روزہ دار کے لئے غرغرہ ممنوع ہے ومن فروع ذلک المبالغة فی المضمضة والا ستنشاق مسنونة وتکره للصائم (الا شباہ والنظائر ص ۱۱۵)

(۳) اسی طرح ڈاڑھی کے بالوں کا خلال سنت ہے مگر حالت احرام میں بال ٹوٹ جانے کے خوف سے خلال مکروہ ہے، وتخلیل الشعر سنة فی الطھارة یکره للمحرم (ایضاً)

ملاحظہ ہو مذکورہ تمام جگہوں میں کسی عارض کی وجہ سے مستحب کو چھوڑ دیا جاتا ہے بالکل اسی طرح " حی علی الفلاح" کے وقت کھڑے ہونے کے ادب کو صفوں کی درستی کا لحاظ کرتے ہوئے ترک کرنا اولیٰ کہا جائے گا، جیسا کہ خطبہ کے وقت خطیب کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مستحب ہے، لیکن صفوں کی درستی کا خیال کرتے ہوئے قبلہ رو بیٹھنے کو اختیار کیا گیا ہے۔

مجالس الابرار میں ہے: ویستحب للقوم ان یستقبلوا الا مام عند الخطبة لکن الرسم الا ن انھم یستقبلون القبلة للحرج فی تسویة الصفوف لکثرة الزحام (مجلس نمبر ۴۹، ص ۳۱۵) یعنی قوم (حاضرین) کے لئے مستحب ہے کہ خطبہ کے وقت خطیب کی طرف منہ کر کے بیٹھیں لیکن اس وقت طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو بیٹھتے ہیں کہ مجمع بڑا ہونے کی وجہ سے صفوں کی درستگی میں حرج ہوتا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صفوں کی درستگی کے تاکیدی حکم کا لحاظ کرتے ہوئے امام اور مقتدیوں کا اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جانا مکروہ نہیں البتہ امام جس وقت سامنے موجود نہ ہو اس وقت مقتدیوں کے لئے حکم ہے کہ کھڑے نہ ہوں بلکہ بیٹھے رہیں، نیز ایسے وقت کھڑے ہونا مکروہ ہے (شامی وغیرہ)

علاوہ ازیں مستحب شئی کو حدود سے بڑھا دینا اور اسے ضروری سمجھنا، اقامت کے شروع میں کھڑے ہونے والے کو ملامت کرنا، اس کو بدعقیدہ گردانا، بیٹھنے پر جبر کرنا مسجد سے باہر نکال دینا یہ سب کیسے جائز ہو سکتا ہے، فالی اللہ المشتکی. فقط واللہ اعلم بالصواب.

فتاویٰ رحیمیہ میں منقول ایک عبارت کی تحقیق:

(سوال ۱۵۱) مخدومنا المکرم حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔

حضرت والا کی کتاب ''فتاویٰ رحیمیہ'' سے خوب خوب فائدہ اٹھاتا ہوں، تفصیلی جواب لکھنے میں حضرت کی کتاب سے کافی مدد ملتی ہے، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے سایہ کو تادیر قائم فرمائے پوری امت مسلمہ کی طرف بہترین بدلہ عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے آمین۔

ایک اہم بات عرض ہے کہ فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۲۰ ج ۴ نیز ص ۲۱۰ ج ۸ (جدید ترتیب کے مطابق اس بارے میں اقامت کے لئے مقتدی کب کھڑے ہوں کے عنوان سے دیکھئے۔ از مرتب) پر فتح الباری ج ۲ ص ۹۹ کے حوالہ سے ایک عبارت لکھی ہے '' فقد ثبت عن الصحابة انهم كانوا يقومون اذا شرع المؤذن في الاقامة'' یہ عبارت فتح الباری میں کافی تلاش کی گئی لیکن نہیں مل رہی ہے، آپ سے عرض ہے کہ آپ رہنمائی فرماویں اور باب کے حوالہ کے ساتھ یہ عبارت تحریر فرماویں اور جس صفحہ پر یہ عبارت ہو مع باب اس کا حوالہ تحریر فرماویں، دعاؤں میں یاد رکھیں فقط والسلام۔

(الجواب) حامداً ومصلياً ومسلماً. محترم ومكرم مولانا مفتی صاحب دام مجده السامی.
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، مزاج گرامی.

عرض اینکہ آپ کا خط موصول ہوا، فتاویٰ رحیمیہ میں فتح الباری کے حوالہ سے جو عبارت لکھی گئی ہے سوء اتفاق سے تلاش کے باوجود فتح الباری میں وہ عبارت نہیں ملی، جس کا بے حد قلق ہے مگر اس عبارت کا مفہوم بالکل صحیح ہے اور جو بات لکھی گئی ہے وہ غلط نہیں ہے۔ جواب مرتب کرنے کے وقت مختلف کتابیں سامنے ہوتی ہیں، حوالہ نقل کرنے میں ممکن ہے ناقل سے خلط ملط اور تسامح ہو گیا ہوگا۔

عبارت کا مفہوم الحمدللہ بالکل صحیح ہے اور یہ مفہوم مصنف عبدالرزاق کی روایت سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے، مصنف عبدالرزاق کی روایت خود صاحب فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی نقل فرمائی ہے، مصنف عبدالرزاق کے اس صفحہ کی زیروکس کاپی ارسال خدمت ہے۔ روایت ملاحظہ ہو (یہ روایت فتاویٰ رحیمیہ ۴/ ۱۰۶ میں بھی ہے۔)

۱۹۴۲ . عبدالرزاق عن ابن جريج قال : اخبرني ابن شهاب ان الناس كانوا ساعة يقول المؤذن الله اكبر ، الله اكبر ، يقيم الصلوٰة يقوم الناس الى الصلوٰة ،فلا يأتى النبى صلى الله عليه وسلم مقامه حتىٰ يعدل الصفوف .(مصنف عبدالرزاق باب قيام الناس عند الاقامة ص ۵۰۷ ج ا فتح البارى ص ۱۰۰ ج ۲)

ترجمہ:۔ ابن شہاب سے مروی ہے کہ جس وقت مؤذن اللہ اکبر کہتا تھا، لوگ (صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین) نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور حضور ﷺ کے تشریف لانے تک صفیں درست ہو جاتی تھیں۔

اس روایت میں غور کیجئے! فتاویٰ رحیمیہ میں پیش کردہ عبارت کا مفہوم اس روایت سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبارت کا مفہوم بالکل صحیح ہے ہاں حوالہ نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے۔

اور یہ بات دیگر علمائے کرام نے بھی تحریر فرمائی ہے۔

(۱)...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے ''اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں'' یہ رسالہ جواہر الفقہ مطبوعہ عارف کمپنی دیو بند میں ص ۳۰۹ تا ص ۳۲۴ جلد اول میں چھپا ہوا ہے، پورا رسالہ قابل مطالعہ ہے، اس میں ایک جگہ حضرت مفتی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔

''ان سب روایات حدیث کے مجموعہ سے ایک بات قدر مشترک کے طور پر ثابت ہوئی کہ جب آنحضرت ﷺ پہلے سے مسجد میں تشریف فرما ہوتے بلکہ گھر ہی سے تشریف لاتے تھے تو آپ کو دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت شروع کرتے اور سب صحابہ کرام شروع اقامت سے کھڑے ہو کر تعدیل صفوف کرتے تھے، آپ نے اس کو کبھی منع نہیں فرمایا الخ (جواہر الفقہ ۱/۳۱۵)

(۲) عمدۃ الفقہ میں ہے۔''اسی طرح صفیں سیدھی کرنے کے لئے پہلے سے کھڑا ہو جانا زیادہ مناسب ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی اسی طرح منقول ہے۔'' (عمدۃ الفقہ ۲/۱۰۲، از مولانا سید زوار حسین صاحبؒ، مطبوعہ کراچی)

(۳) احسن الفتاویٰ میں ہے:

''جملہ احادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ قیام امام سے قبل قیام ناس مکروہ تنزیہی ہے، بہتر یہ ہے کہ قیام امام کے بعد قیام کیا جائے اور قیام امام کا اعلام ابتدائے اقامت (لفظ اللہ اکبر) سے ہوتا ہے اس لئے مقتدی اللہ اکبر کا لفظ سنتے ہی قیام کریں، اسی پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعامل تھا...... الخ۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۵۰ باب الاذان والاقامۃ، کامل مبوب مع حوادث الفتاویٰ، ناشر قرآن محل، کراچی، بہت تفصیلی جواب ہے، پورا جواب قابل مطالعہ ہے۔ واللہ اعلم۔

باب الامامۃ والجماعۃ

کیا ”جمع بین الصلوتین بلا عذر جائز ہے:

(سوال ۱۵۲) فروری ۱۹۶۰ء میں شائع شدہ (گجراتی) ماہنامے کے ص ۱۲ پر حسب ذیل عبارت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ساتھ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں، لہذا تفصیل سے جواب دیں، مذکورہ شمارہ کی عبارت یہ ہے ”ایک مرتبہ ابن عباسؓ نے عصر کے بعد ہمارے سامنے تقریر کی، یہاں تک کرتے رہے کہ آفتاب غروب ہوگیا اور ستارے نکل آئے لوگوں نے الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی آواز بلند کرنا شروع کیا، ایک تیمی نے مسلسل الصلوٰۃ کہنا شروع کیا، ابن عباسؓ غضبناک ہوکر بول اٹھے تو مجھے سنت کی تعلیم دیتا ہے، میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ ظہر، عصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھتے تھے، عبداللہ بن شقیق کے دل میں یہ بات کھٹکتی رہی انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاں صحیح ہے“ اس سے عوام میں عملی اور اعتقادی خرابی پیدا ہونے کا احتمال ہے!

(الجواب) مغرب کی نماز جلد پڑھنا مسنون ہے اور بغیر عذر شرعی کے تاخیر کرنا ممنوع ومکروہ ہے، حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز اس وقت پڑھ لیتے تھے جب آفتاب غروب ہوجاتا تھا۔ **عن سلمة رضی اللہ عنہ قال کنا نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم المغرب اذا توارت بالحجاب (بخاری شریف پ ۳ ج ۱ ص ۷۹ باب وقت المغرب)**

اور آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ مغرب کی نماز اس وقت پڑھو جب کہ روزہ دار کو افطار حلال ہوجائے اور ستارے نکلنے سے پہلے پڑھو“ **وعنہ (ابی ایوب رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا المغرب حین افطر الصائم مبادرۃ طلوع النجم رواہ ابن ابی شیبة (زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۱۷۳ باب تاخیر الصلوۃ وتعجیلھا)**

نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہے گی یا فرمایا کہ فطرت (طریقہ اسلام) پر رہے گی جب تک نماز مغرب میں ستاروں کے پھیل جانے تک تاخیر نہیں کرے گی۔ **عن مرثد بن عبد اللہ قال لما قدم علینا ابو ایوب غازیاً وعقبة بن عامر یومئذ علی مصر فاخّر المغرب فقام الیہ ابو ایوب فقال لہ ماھذہ الصلوٰۃ یاعقبة قال شغلنا قال اما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تزال امتی بخیر او قال علی الفطر مالم یؤخروا المغرب الی ان تشتبک النجوم (ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۶۲)(مشکوۃ ص ۶۱)(زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۱۷۳ ایضاً)**

اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھتے تھے. حضرت ابن عباسؓ کی روایت جو سوال میں نقل کی گئی ہے اگر اس کی کوئی تاویل اور توجیہہ نہ کی جائے تو قرآن پاک کی آیات اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک

روایت کے خلاف ہے۔ترمذی شریف میں ہے۔عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جمع بین الصلوتین من غیر عذر فقداتی بابا من ابواب الکبائر (ترجمہ) حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بلا کسی عذر کے جمع، بین الصلوتین کرے تو اس نے کبائر میں سے ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا۔(ترمذی شریف ج ا ص ۲۶ باب ماجآء فی الجمع بین الصلوتین)

پس اگر سوال میں نقل کردہ قصہ سند کے لحاظ سے صحیح مان لیا جائے تو بالا جماع متروک العمل ہے۔قرآن پاک کی آیتیں اور احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتبا موقوتاً (سورۃ نساء ۱۶ ع) ہندوستان کے مشہور عالم اور مترجمین قرآن شریف کے امام حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔یہ نماز ہے مسلمانوں پر وقت باندھا حکم یعنی ایسا فرض ہے جس کے اوقات محدود ہیں ان اوقات سے اسے نکال دینا درست نہیں۔

(۲) دوسرے مواقع پر ارشاد ہے حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ. تمام نمازوں کی پوری محافظت کرو، ان کو ان کے اوقات میں ادا کرو (جلالین شریف) خصوصا درمیانی نماز (عصر کی نماز) سورۂ بقرہ ع ۳۲۔

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نہایت صحیح سندوں سے ثابت ہے کہ جب بھی آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی اپنے وقت ہی میں پڑھی صرف دو نمازیں جو عرفات اور مزدلفہ میں (زمانہ حج میں) پڑھی جاتی ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں کہ عرفات میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ساتھ ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔عن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصلوٰۃ لو قتھا الا بجمع وعرفات (نسائی شریف ج ا ص ۱۷۱ کتاب الحج باب الجمع بین الظھر والعصر بعرفۃ) وفی الصحیحین عن ابن مسعود والذی لا الہ غیرہ ماصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ قط الا لو قتھا الا صلوتین جمع بین الظھر والعصر بعرفۃ وبین المغرب والعشاء بجمع (ج ا ص ۳۵۵ کتاب الصلاۃ قبیل باب الاذان) (شرح نقایہ ج ا ص ۵۴۔۵۳)

ایک واقعہ غزوۂ خندق کا ہے کہ دشمن چڑھ آئے، حفاظت کے لئے خندق کھودی گئی تھی تیروں کی بارش برس رہی تھی جس کی وجہ سے حضور ﷺ ظہر، عصر، مغرب وعشاء کی نماز بروقت نہ پڑھ سکے، جس کا اتنا صدمہ ہوا کہ خلاف عادت آپ ﷺ نے دشمنوں کے حق میں بددعا کی کہ خداء پاک ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔(بخاری شریف ج ا ص ۸۴ باب من صلی بالناس جماعۃ بعد ذھاب الوقت)

عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم الخندق حبسونا عن الصلوٰۃ الوسطی صلوۃ العصر ملأ اللہ بیوتھم وقبورھم ناراً متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۶۳ باب تعجیل الصلوٰۃ) عن عبد اللہ بن مسعود قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسم فحبسنا صلوٰۃ الظھر والعصر والمغرب والعشاء فاشتد ذلک علی فقلت فی نفسی نحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی سبیل اللہ فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالا قامۃ فصلی بنا الظھر الخ (نسائی

شریف ج ۱ ص ۵۵ باب الاذان الاکتفآء بالا قامۃ لکل صلوٰۃ)

آنحضرت ﷺ کو جنگ احد میں کتنی ایذائیں پہنچیں مگر بد دعا نہ کی لیکن غزوۂ خندق کے موقع پر نمازیں وقت پر ادا نہ کر سکے۔ حافظوا علی الصلوات. پر عمل نہ ہو سکا اللہ کے فرائض کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی یہ نا قابل برداشت تکلیف تھی جس کی وجہ سے بد دعا کی تو پھر یہ قول کہ آنحضرت ﷺ ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نمازیں بلا عذر کے ایک ساتھ پڑھتے تھے یہ کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہے؟

رحمۃ للعالمین ﷺ کا ارشاد ہے تلک صلوٰۃ المنافق یجلس یرقب الشمس حتی اذا اصفر وکانت بین قرنی الشیطان قام فنقر اربعا لا یذکر اللہ فیھا الا قلیلا (مشکوٰۃ ص ۶۰) (ترجمہ) یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا رہے آفتاب کا انتظار کرتا رہے جب آفتاب زرد پڑ جائے اور شیطان کے دو سینگوں کے بیچ میں پہنچ جائے (غروب ہونے لگے) تو چار ٹھونگیں مار لے۔ نہ یاد کرے خدا کو مگر تھوڑا سا (برائے نام کچھ خدا کو یاد کر لے)

نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میرے بعد تم پر ایسے سردار بنیں گے کہ نمازوں میں تاخیر کریں گے تمہیں اپنی نمازوں کا ثواب ملتا رہے گا مگر ان سرداروں کے حق میں یہ وبال ہوں گی۔ عن قبیصۃ بن وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون علیکم امراء من بعدی یؤخرون الصلوۃ فھی لکم وھی علیھم فصلوا معھم ماصلوا القبلۃ .رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ ص ۶۲ باب تعجیل الصلوٰۃ الفصل الثالث)

غور فرمائیے وقت مسنون سے ہٹی ہوئی نماز کو آنحضرت ﷺ منافق کی نماز فرما رہے ہیں تاخیر کرنے والے امراء اور سرداروں کو وبال کی خبر دے رہے ہیں تو ان کا کیا حکم ہوگا جو پورا وقت ختم کر کے قضا کر دیں۔ اس کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پہلے گذر چکی ہے جس میں بلا عذر جمع بین الصلوٰتین کو کبیرہ کا ایک باب فرمایا گیا ہے ایسے ہی سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان حضرت امام محمدؒ نے موطا میں نقل کیا ہے۔ انہ کتب فی الآفاق ینھاھم ان یجمعوا بین الصلوتین ویخبر ھم ان الجمع بین الصلوتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر (جمع بین الصلاتین فی السفر والمطر ص ۱۰۳) (ترجمہ) حضرت عمر بن الخطابؓ نے تمام اطراف میں (صوبوں میں) فرمان بھیج کر جمع بین الصلوٰتین سے ممانعت کر دی تھی اس فرمان میں یہ بھی خبر دے دی تھی کہ ایک وقت میں دو نمازوں کا جمع کرنا کبائر میں سے ایک کبیرہ ہے۔

اس فرمان میں اگر چہ آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک نہیں ہے مگر خبر دینے کا مطلب یہی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے لسان نبوت سے یہ سنا تھا اس کی خبر دی تھی۔ بہر حال جمع تاخیر یعنی یہ صورت کہ بلا کسی عذر کے ظہر کی نماز ٹلا دیں اور عصر کے وقت ظہر کی قضا اور عصر کی ادا پڑھیں بلا عذر یہ نا جائز ہے ایسے ہی حج کے موقعہ پر یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) کے علاوہ باقی تمام سال میں عصر کی نماز کو مقدم کر کے ظہر کے وقت میں پڑھنا یہ بھی نا جائز ہے۔ اس کو جمع تقدیم کہتے ہیں البتہ ایک اور شکل ہے جس کو جمع صوری یا جمع فعلی کہا جاتا ہے اور جن احادیث اور روایات میں جمع کا تذکرہ آیا ہے اس سے یہی جمع مراد ہے یعنی ظہر کو موخر کر کے آخر وقت میں پڑھیں اور فوراً ہی عصر کا وقت ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھ لیں۔ مثلاً سفر میں یہ مشکل ہے کہ ظہر کی نماز مستحب وقت پر پڑھیں تو شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ سفر جاری رکھیں اور ظہر کا وقت ختم ہونے لگے تو منزل کر کے ظہر کی نماز پڑھ لیں۔ پھر عصر کا وقت ہو جائے تو فوراً ہی عصر بھی پڑھ

لیں ،ایسے ہی مغرب کو آخر وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں پڑھ لیں ۔(اس کے علاوہ دوسری نمازوں کو مثلاً عصر کو مغرب کے ساتھ اور عشاء کو فجر کے ساتھ اور فجر کو ظہر کے ساتھ جمع کر کے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے) الغرض حنفی مذہب میں فقط حج کے موسم میں بعض شرائط کے ساتھ عرفات میں ظہر وعصر اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء جمع کر کے (ایک ساتھ) پڑھنے کا (بطور جمع حقیقی) حکم ہے،اس کے علاوہ دوفرض نمازوں کو ایک ہی وقت میں بطور جمع حقیقی یا بطور جمع تقدیم پڑھنا جائز نہیں ہے''درمختار'' میں ہے۔ **ولا جمع بین فرضین فی وقت بعذر سفر ومطر** (سفر اور بارش کے عذر کی وجہ سے (بھی) دوفرض نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں ہے) (درمختار مع شامی ج۱ص ۳۵۴ کتاب الصلاۃ قبیل باب الاذان)

جمع صوری (جو مسلک احناف ہے) اس کی تائید متعدد احادیث سے ہوتی ہے ۔مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اہلیہ محترمہ صفیہ کے شدت مرض کی اطلاع دی گئی وہ روانہ ہوئے ،مغرب کا وقت ہوا،ان کے فرزند رشید سالم رضی اللہ عنہ نے کہا الصلوٰۃ ۔نماز پڑھ لیجئے ۔حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا چلتے رہو۔حضرت سالم کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر بعد پھر میں نے کہا نماز پڑھ لیجئے ۔پھر یہی جواب دیا یہاں تک کہ ہم نے دوتین میل طے کر لئے تب حضرت ابن عمر نے منزل کی ۔مغرب کی نماز پڑھی ۔پھر فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ کو ایسا ہی دیکھا ہے ۔جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو آپ اندھیرا ہو جانے پر مغرب کی تین رکعتیں پڑھتے تھے ،پھر کچھ دیر توقف فرماتے تھے ،پھر عشاء کی دو رکعتیں پڑھتے تھے ۔ **بخاری شریف باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر ص ۱۴۸ وبمثلہ عن نافع ابو داؤد شریف ص ۱۷۷ وص ۱۷۸ ونسائی شریف ج ۱ ص ۱۵۲ .**

ایسے ہی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ وہ جب سفر میں دونمازیں ایک ساتھ پڑھنا چاہتے تو ظہر کو اخیر وقت تک مؤخر کرتے اور عصر کو اول وقت میں پڑھ لیتے اور مغرب کو اخیر وقت تک مؤخر کر کے پڑھتے اور عشاء اول وقت میں ادا فرماتے اور فرماتے کہ آنحضرت ﷺ سفر میں اسی طرح جمع بین الصلوتین کیا کرتے تھے ۔ **وعن انس انہ کان اذا اراد ان یجمع بین الصلوتین فی السفر اخر الظهر الی اخر وقتها وصلاها وصلی العصر فی اول وقتها ویصلی المغرب فی اخر وقتها ویصلی العشاء فی اول وقتها یقول هکذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الصلوتین فی السفر (مجمع الزائد ج ۱ ص ۲۰۶ باب الجمع بین الصلاتین فی السفر)**

سیدنا حضرت علیؓ سے بھی یہی روایت ہے کہ سفر میں غروب آفتاب کے بعد بھی چلتے رہتے یہاں تک کہ اندھیرا چھانے لگتا تب سواری سے اترتے اور مغرب پڑھتے پھر کھانا منگواتے کھانا کھاتے (اتنی دیر میں لامحالہ عشاء کا وقت ہو جاتا) پھر عشاء پڑھتے اور سفر شروع کرتے ۔اور فرماتے آنحضرت ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے ۔ **قال ابن المثنی قال اخبرنی عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ ان علیا کان اذا سافر صار بعد ما تغرب الشمس حتیٰ تکاد ان تظلم ثم ینزل فیصلی المغرب ثم یدعو بعشائہ فیتعشی ثم یصلی العشاء ثم یر تحل ویقول هکذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع (ابو داؤد ج ۱ ص ۱۸۱ باب متی یتیم المسافر)**

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے سفر میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ ظہر اور عصر کی نمازوں کو اس طرح جمع کیا کرتے تھے کہ ظہر کو ظہر کے آخر وقت میں پڑھتے اور عصر کو عصر کے اول وقت میں اور سفر شروع کر دیتے پھر مغرب کو مغرب کے آخر وقت میں ایسے وقت پڑھتے کہ شفق غائب نہ ہوا ہوتا۔ یعنی غروب آفتاب کے بعد مغرب کی جانب جو روشنی باقی رہتی ہے ابھی وہ ختم نہ ہوئی ہوتی تو مغرب کی نماز پڑھتے اور جیسے ہی وہ روشنی غائب ہو جاتی تو عشاء کی اول وقت میں عشاء پڑھ لیتے۔ **وعن معاذ بن جبل قال خرجنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غزوه تبوک فجعل یجمع بین الظهر والعصر یصلی الظهر فی اخر وقتها ویصلی العصر فی اول وقتها ثم یسیر ویصلی المغرب فی اخر وقتها مالم یغب الشفق ویصلی العشاء فی اول وقتها حین یغیب الشفق الخ(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۶ باب الجمع بین الصلاتین فی السفر)**

یہی مطلب ہے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا جو نسائی شریف میں ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ میں آٹھ رکعت ایک ساتھ (ظہر، عصر) اور سات رکعات ایک ساتھ (مغرب عشاء) اس طرح پڑھی کہ ظہر کو تاخیر سے اور عصر کو تعجیل سے نیز مغرب کو تاخیر سے اور عشاء کو تعجیل سے پڑھا۔ **عن بن عباس قال صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم بالمدینة ثمانیاً جمیعاً وسبعاً جمیعاً آخر الظهر وعجل العصر وآخر المغرب وعجل العشاء(نسائی شریف ج ۱ ص ۵۳ باب الوقت الذی یجمع فیه المقیم)**

ان تمام روایات سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ جمع حقیقی یا جمع تقدیم نہیں بلکہ جمع صوری کیا کرتے تھے۔ پھر جو روایتیں اس کے خلاف معلوم ہوں ان کی یہی تاویل کرنی ضروری ہے تاکہ قرآن پاک کی آیات اور احادیث صحیحہ سے مطابقت ہو جائے اور اختلاف کی شکل باقی نہ رہے علامہ قاضی شوکانی تحریر فرماتے ہیں۔ **فوجب المصیر الیٰ ذلک** (جمع صوری کی طرف رجوع واجب ہے کہ دلیل سے یہی ثابت ہوتا ہے) (نیل الاوطار ج ۳ ص ۹۳)

امامت کے لئے احق کون

(**سوال ۱۵۴**) امامت کے لئے احق کون ہے؟ سید جاہل اور بے عمل ہو اور غیر سید عالم دین اور باعمل ہو تو ان دونوں میں امامت کا کون زیادہ حق دار ہے؟

(**الجواب**) امام عاقل، بالغ، صحیح العقیدہ، نماز سے متعلق احکام و مسائل سے واقف صحیح طریقہ سے پڑھنے والا، دیندار ہونا چاہئے، حدیث شریف میں ہے کہ اگر تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہاری نماز درجہ مقبولیت کو پہنچے تو تم میں جو بہتر اور نیک ہو وہ تمہاری امامت کرے کہ وہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے مابین قاصد ہے۔ **ان سر کم ان تقبل صلوتکم فلیؤمکم علمائکم فانهم وفد کم فیما بینکم وبین ربکم رواه الطبرانی وفی روایة الحاکم فلیؤمکم خیارکم وسکت عنه (شرح نقایه ج ۱ ص ۸۶ کتاب الصلوٰة فصل اول باب الامامة)** دوسری حدیث میں ہے کہ تم میں جو سب سے بہتر ہو اس کو اپنا امام بناؤ کیونکہ وہ تمہارے

پروردگار کے درمیان ایلچی ہے۔(حوالہ مذکورہ)

فقہ کی مشہور کتاب نورالایضاح میں ہے۔ **فالا علم احق بالأ مامة ثم الا قرأ ثم الا ورع ثم الا سن ثم الا حسن خلقا ثم الا حسن وجها ثم الا شرف نسباً ثم ا لاحسن صوتاً ثم الانظف ثوبا** (ص ۸۳، ۸۲ **باب الامامة فصل فی الاحق بالامامة**) (امامت کا زیادہ حق دار وہ ہے جو دین کی امور کا زیادہ جاننے والا (خصوصاً نماز سے متعلق مسائل سے سب سے زیادہ واقف) ہو، پھر وہ جو تجوید سے پڑھنے میں زیادہ ماہر ہو، پھر جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو، پھر وہ جو عمر میں بڑا ہو، پھر وہ جو اچھے اخلاق والا ہو، پھر وہ جو خوبصورت باوجاہت ہو پھر وہ جو نسباً زیادہ شریف ہو پھر وہ جس کی آواز اچھی ہو، پھر وہ جو زیادہ پاکیزہ کپڑے پہنتا ہو")۔

الغرض جو شخص اس ترتیب کے بموجب ان اوصاف میں بڑھا ہوا ہوگا وہ دوسرے کے مقابلہ میں امامت کا زیادہ حق دار ہوگا اعلیٰ اور مستحق کو چھوڑ کر ادنیٰ کو امام بنانا غلط ہے۔ حدیث میں ہے **اذا أم الرجل القوم وفیھم من ھو خیر منه لم یزالوا فی سفال** (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۱۰۸) جب قوم کی امامت ایسا شخص کرے کہ اس کے پیچھے بہتر شخص موجود ہے تو وہ قوم ہمیشہ پستی میں رہے گی (کہ قابل قدر کی قدر نہیں کررہی)۔

دوسری ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی جماعت میں کسی کام کی ذمہ داری کسی شخص کے سپرد کردے اور اس جماعت میں ایسا شخص موجود ہو جو اس سے زیادہ اللہ کی رضامندی حاصل کرنے والا اور اللہ کے احکام کی زیادہ تعمیل کرنے والا ہے تو اس نے (اس غلط انتخاب سے) اللہ سے خیانت کی رسول خدا ﷺ سے خیانت کی نیز تمام مسلمانوں سے خیانت کی **من قلد رجلا علی عصا بة وھو یجد فی تلک العصابة من ھو ارضی للہ فقد خان اللہ وخان رسوله وخان المؤمنین** (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۱۰۸) جو سید مسائل نماز سے واقف نہ ہو قرآن شریف بھی صحیح نہ پڑھتا ہو۔ وہ عالم قاری دیندار غیر سید کے مقابلہ میں امامت کا حق دار نہیں ہے۔ سید السادات آقائے دوجہاں ﷺ کا ارشاد ہے۔ **من بطأ به عمله لم یسرع به نسبه** (ابو داؤد شریف ج ۲ ص ۱۵۷) جس کا عمل اس کو پیچھے ڈال دے اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔ ہاں علم و عمل کے ساتھ شرافت نسبی بھی ہو تو نور علیٰ نور۔ سونے پر سہاگہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چند روز بعد فرض لوٹانے پڑے تو جماعت سے پڑھے یا بغیر جماعت کے؟ اور کیا جماعت کا ثواب ملے گا

(سوال ۱۵۴) بعض آدمیوں نے نماز فجر ایک امام کے پیچھے ادا کی اس کے بعد نماز ظہر میں یا دوسرے دن کسی نماز کے وقت اس امام نے اعلان کیا کہ جس نے بھی میرے پیچھے فلاں دن کی فجر کی نماز پڑھی ہو وہ اپنی نماز قضا کرلے، اس لئے کہ شرعی عذر کی وجہ سے اس نماز میں پاکی کی حالت میں نہیں تھا، تو اس فجر کی قضا جماعت سے ادا کی جائے یا الگ الگ پڑھ لی جائے؟ اور اگر الگ الگ پڑھی گئی تو جس جماعت سے اولاً پڑھی تھی اور نماز نہ ہوئی تھی اس جماعت کا اجر ملے گا یا نہیں؟

(الجواب) اگر اس وقت امام کو یاد آجاتا تو عذر دور کرنے کے بعد اسی جگہ اذان واقامت کے بغیر جماعت سے

نماز ادا کر لی جاتی، بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نماز کے لئے تکبیر کہی گئی صفیں ٹھیک کر لی گئیں۔ آنحضرت ﷺ (حجرۂ مبارکہ سے) باہر تشریف لائے۔ جب آپ مصلے پر تشریف فرما ہوئے تو یاد آیا کہ آپ کو جنابت ہوگئی تھی۔ ہم سے فرمایا۔ اپنی جگہ پر قائم رہو (ابوداؤد شریف کی روایت کے الفاظ ہیں کہ شروع کر دینے کے بعد یاد آیا) پھر آپ واپس تشریف لے گئے۔ غسل کیا۔ پھر ابھی سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا کہ تشریف لا کر تکبیر تحریمہ کہی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ **عن ابی هريرة قال اقيمت الصلوٰة وعدلت الصفوف قياماً فخرج الينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قام ومصلاه ذكر انه جنب فقال لنا مكانكم ثم رجع فاغتسل ثم خرج الينا وراسه يقطر فكبر فصلينا معه (بخاری شريف پ ۲ ج ۱ ص ۱۴ باب اذا ذكر في المسجد انه جنب خرج كما هو ولا يتيمم)(وفي رواية ابي داؤد قال فكبر ثم او ماء الى القوم ان اجلسوا فذهب فاغتسل (ابو داؤد ج ۱ ص ۳۵ باب في الجنب يصلي بالقوم وهو ناس)**

لیکن نماز کا وقت ختم ہو جانے اور نمازیوں کے منتشر ہو جانے کے بعد یاد آئے تو تمام نمازیوں کو جمع کر کے جماعت سے نماز قضا کرنے کا اہتمام ضروری نہیں ہے، جس کو جب یاد آئے اور خبر ہو اسی وقت (اگر وقت مکروہ نہ ہو تو) نماز قضاء کر لے، ایسا ایک واقعہ حضرت علیؓ کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا تھا "مراقی الفلاح" میں ہے۔ **وعلى رضي الله عنه صلى بالناس ثم تبين له انه كان محدثا فاعاد وامرهم ان يعيدوا** (ص ۵۷) حضرت علیؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر آپ کو معلوم ہوا کہ آپ محدث تھے (وضو نہیں تھا) تو آپ نے نماز دہرائی اور لوگوں کو حکم دیا کہ نماز دہرا لیں (ص ۵۷ کتاب الطہارۃ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ایک جماعت نے اپنے وقت پر مسجد میں نماز جماعت سے پڑھی پھر وقت ہی میں معلوم ہو گیا کہ نماز فاسد ہوئی ہے تو اسی وقت اسی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ لیں۔ اذان اور اقامت نہ لوٹائیں اور اگر وقت کے بعد پڑھیں تو اس مسجد میں نہیں کسی دوسری جگہ بغیر اذان اور تکبیر کے پڑھیں۔ **قوم ذكروا افساد صلوٰة صلوها في المسجد في الوقت قضوها بجماعة فيه ولا يعيدون الاذان ولا الاقامة وان قضوها بعد الوقت قضوها في غير ذلك المسجد بلا اذان واقامة (فتاوىٰ عالمگيری ج ۱ ص ۵۵ الباب الثاني في الاذان الفصل الاول في صفته واحوال المؤذن)**

صورت مسئولہ میں از روئے حدیث نمازی جماعت کے ثواب سے محروم نہیں رہیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں گیا مگر جماعت نہیں ملی تو خداء پاک اسے جماعت سے نماز پڑھنے والے کے برابر ثواب عنایت فرمائیں گے اور جماعت والوں کے ثواب میں کوئی کمی (کٹوتی) نہیں ہوگی۔ **عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضأ فاحسن وضوءه ثم راح فوجد الناس قد صلوا اعطاه الله مثل اجر من صلاها وحضرها لاينقص ذلك من اجورهم شيئاً رواه ابو داؤد والنسائي(مشكوٰة شريف ص ۱۰۲ باب ماعلى الماموم من المتابعة وحكم المسبوق)**

نور الایضاح میں ہے۔ **اذا انقطع عن الجماعة لعذر من اعذارها المبيحة للتخلف يحصل**

له ثوابها(ص ۸۲ باب الا مامة)عذر کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہو سکا تو اس کو جماعت کا ثواب ملے گا۔

امام کے لئے امامت کی نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۵۵)امام کے لئے امامت کی یعنی اپنے امام ہونے کی نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(الجواب)امام کے لئے امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے،ہاں!مقتدی کے لئے ضروری ہے کہ امام کی اقتداء کی نیت کرے(قوله وینوی المقتدی) اما الا مام فلا یحتاج الی نیةالا مام(شامی ج ۱ ص ۳۹۰صفة الصلاة)

حنفی امام شافعی مقتدیوں کی کس طرح امامت کرے:

(سوال ۱۵۶)میں حنفی المذہب ہوں،شافعی المذہب کے مکتب میں پڑھاتا ہوں کبھی کبھی جہری نماز پڑھاتا ہوں تو اگر میں شافعی المذہب مقتدیوں کا لحاظ کر کے سورۂ فاتحہ کے بعد اتنی دیر خاموش رہوں جتنی دیر میں وہ لوگ جلدی سے سورہ فاتحہ پڑھ لیں،پھر دوسری سورت شروع کروں تو اس میں کوئی حرج ہے؟

(الجواب)حنفی امام کے لئے اس طرح (سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانے میں) تاخیر جائز نہیں ہے،ممنوع ہے، نماز ناقص اور واجب الاعادہ ہوگی یعنی دوبارہ پڑھنی پڑے گی،سجدۂ سہو بھی کافی نہ ہوگا اس لئے کہ صورت مسئولہ میں قصداً تاخیر کی گئی ہے،یہ سہو نہیں ہے کیونکہ جان بوجھ کر کیا ہے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام کس طرح نیت کرے :

(سوال ۱۵۷)امام صاحب جب نماز کے لئے کھڑے ہوں تو کس طرح نیت کریں؟

(الجواب)اس طرح نیت کریں(۱)میں خالص خدا کے لئے نماز پڑھتا ہوں(۲)فرض نماز پڑھتا ہوں (واجب وغیرہ ہو تو اس کا خیال کرے(۳)جس وقت کی نماز ہو(ظہر یا عصر)اس کا تصور کرے۔ وكفی مطلق نية الصلوٰة لنفل وسنةوتراويح ولا بد من التعيين عند النية الفرض ولو قضاءً وواجب دون عدد ركعاته وينوی المقتدی المتابعة(تنوير الا بصار)

امام کو امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔چنانچہ تنہا نماز پڑھنے والے کے پیچھے کوئی نیت باندھ لے تو اس کی امامت اور اس کی اقتداء صحیح ہے لیکن جب کوئی شخص پیچھے نیت باندھ رہا ہے تو اس کو امامت کی نیت کر لینی چاہئے تا کہ امامت کا ثواب مل جائے۔ہاں!مقتدی کے لئے اقتدا کی نیت کرنا ضروری ہے۔والا مام ينوی صلوته فقط ولا يشترط لصحة الا قتداء نية امامة المقتدی بل لنيل الثواب عند اقتداء احد به لا قبله(درمختار مع شامی ج ۱ ص ۳۹۴ باب شروط الصلاة)فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) فلا سجود فی العمد قيل الا اربع ترک قعدة الا ولی وصلاته فيه علی النبی صلی الله عليه وسلم وتفكره عمداً حتی شغله عن ركن، درمختار علی هامش شامی سجود السهو ج ۲ ص ۸۰.

حنفی مقتدی عید کی نماز شافعی کے پیچھے کیونکر پڑھے:

(سوال ۱۵۸) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حنفی مقتدی شافعی امام کے پیچھے عید کی نماز پڑھتا ہے، امام اپنے مذہب کے مطابق رکعت اولیٰ میں سات اور رکعت ثانیہ میں پانچ تکبیریں پڑھتا ہے، حالانکہ حنفی مذہب میں دونوں رکعتوں کی مل کر کل چھ تکبیریں ہیں تو ایسی صورت میں حنفی مقتدی، شافعی مذہب کے مطابق بارہ تکبیریں کہے یا تین تین تکبیریں پڑھ کر خاموش رہے؟

(الجواب) حنفی مقتدی، شافعی امام کے پیچھے نماز عید ادا کرے تو اسے تکبیرات عید میں شافعی امام کی اقتداء کرنی چاہئے۔ **ولو زاد تابعه الی ستةعشر لانه ماثور (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۸۰۷ مطلب تحت طاعة الا مام فیما لیس معصیة) فقط و الله اعلم بالصواب.**

ذاتی مخالفت کی بناپر صالح امام کی علیحدگی:

(سوال ۱۵۹) امام عالم باعمل اور متبع سنت ہے مگر بعض مصلی ذاتی عداوت اور اختلافات کی وجہ سے مخالفت کرتے ہیں اور امام کو معزول کرنے کی کوشش میں ہیں تو متولی کے لئے ان لوگوں کی فریاد پر امام کو معزول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب امام خطا کار نہیں تو مخالفین کی شکایت پر امام کو معزول کرنا جائز نہیں ہے، ذاتی عداوت اور اختلاف کی وجہ سے امام کو الگ کرنے والے خود ظالم و مجرم ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر فرض پڑھا سکتا ہے:

(سوال ۱۶۰) امام صاحب ظہر میں دیر سے آئے، جماعت کا وقت ہو گیا، چار رکعت سنت پڑھ کر نماز پڑھاتے ہیں تو لوگ کڑھن محسوس کرتے ہیں، انتظار نہیں کرنا چاہتے، تو امام صاحب فرض سے پہلے کی سنتیں پڑھے بغیر نماز پڑھائیں تو جائز ہے، یا نماز مکروہ ہوگی؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں امام سنتیں پڑھے بغیر فرض نماز پڑھا سکتا ہے، نماز مکروہ نہ ہوگی، فرض کے بعد دو رکعت سنت پڑھ کر فوت شدہ سنتیں پڑھ لی جائیں، حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ اگر ظہر سے پہلے چار سنتیں نہیں پڑھ سکتے تھے تو بعد میں پڑھ لیا کرتے تھے (اور ظاہر ہے آنحضرت ﷺ ہی امام ہوا کرتے تھے) **عن عائشة ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا لم یصل اربعا قبل الظهر صلاهن بعدها (ترمذی ج ۱ ص ۵۷ باب ماجاء فی الرکعتین قبل الظهر ورکعتین بعدها) فقط و الله اعلم بالصواب.**

مرد عورت کے ساتھ جماعت کر سکتا ہے یا نہیں:

(سوال ۱۶۱) جماعت فوت ہونے پر مکان پر عورت کی ساتھ جماعت سے نماز پڑھے تو صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) ہاں عورت کے ساتھ جماعت کر سکتے ہیں مگر عورت مرد کے ساتھ کھڑی نہ رہے پیچھے رہے اگر عورت مرد کے ساتھ کھڑی رہے گی تو دونوں کی نماز نہ ہوگی۔شامی میں ہے۔المرأة اذا صلت مع زوجها فی بیتها فی البیت ان کان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز بالجماعة (ج ۱ ص ۵۳۵ باب الامامة) فقط و الله اعلم بالصواب.

نماز باجماعت پڑھنے میں عذر پیش آتا ہے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۶۲) ایک آدمی وضو کر کے فوراً نماز مکان میں پڑھے تو عذر پیش نہیں ہوتا اور وضو کر کے مسجد جاکر باجماعت نماز پڑھے تو عذر پیش آتا ہے،یعنی وضو ٹوٹ جاتا ہے تو ایسی صورت میں باجماعت نماز پڑھنا ضروری ہے یا گھر میں پڑھے؟

(الجواب) مذکورہ صورت میں نماز گھر میں پڑھے (نفع المفتی والسائل ص ۹۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فتاویٰ رحیمیہ گجراتی کے ایک جواب کے متعلق سوال اور اس کا توضیحی جواب

(سوال ۱۶۳) ذیل کے مسئلہ کا جواب بحوالہ کتب مستندہ تفصیل بیان فرمائیں۔فتاویٰ رحیمیہ گجراتی (ج۱ص۸۶ فتویٰ نمبر ۵۶) کے تحت سوال کا جو جواب ہے وہ دوسری کتاب کے جواب سے متعارض ہے اس میں صحیح کون سا اور غلط کون سا؟ دونوں کتابوں کے سوال جواب ذیل میں تحریر ہیں فتاویٰ رحیمیہ کے سوال و جواب!

(سوال ۱۶۴) امام سے سہواً واجب چھوٹ گیا اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا۔جس کی بنا پر نماز کا اعادہ کیا تو جو نمازی پہلی جماعت میں شریک نہ تھا وہ اس جماعت میں شامل ہو جائے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) نماز صحیح نہیں پھر پڑھنی ہوگی کہ امام کی یہ دوسری نماز مستقل نماز نہیں تکمیل صلوٰۃ کے لئے ہے۔لہذا مستقل فرض پڑھنے والے) کی اقتداء ایسے امام کے پیچھے صحیح نہیں۔

دوسری کتاب میں ہے کہ۔

(سوال ۱۶۵) امام سے واجب سہواً فوت ہو گیا۔پھر سجدۂ سہو بھی بھول سے چھوٹ گیا سلام کے بعد نماز کا اعادہ کرتے وقت ایک آدمی جو شریک جماعت نہ تھا وہ شامل ہو گیا تو اس کی فرض نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) فقہ کی کتاب درمختار سے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والے کی فرض نماز ادا ہوگئی۔یہ دونوں مسئلے ایک ہی ہیں مگر جواب میں تعارض ہے۔اب کس پر عمل کیا جائے،رہبری فرمائیں۔

(الجواب) الحمدللہ فتاویٰ رحیمیہ کا جواب صحیح اور مختار قول کے مطابق ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جو نماز پہلے پڑھی تھی وہ بیکار نہیں گئی۔وہ اس درجہ میں قائم رہی کہ فرض ساقط ہو گیا کیونکہ اس نماز کے سارے ارکان ادا ہو گئے۔صرف ایک واجب رہ گیا تھا اس کے فوت ہونے سے نماز میں جو کمی رہی ہے اس کی تکمیل کے لئے اعادہ کا حکم ہے یہ اعادہ کردہ نماز بمنزلہ سجدۂ سہو ہے جس طرح سجدۂ سہو سے کمی و نقص دور ہوتا ہے اسی طرح نماز کے اعادہ سے بھی نماز کی تکمیل ہوتی ہے یہ (اعادہ کردہ) نماز اصل اور مستقبل فرض نماز نہیں ہے۔لہذا جو شخص پہلی نماز یعنی جماعت اول میں شامل نہ ہو وہ اگر اس دوسری میں شریک ہوگا تو اس کا فرض رہ جائے گا یعنی اس کی اصل نماز ادا نہ ہوگی۔ والمختار ان

المعادة لترک الواجب نفل جابر والفرض سقط بالا ولیٰ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۴ باب الامامة) ہاں البتہ اگر نماز میں کوئی فرض چھوٹ جائے تو نماز فاسد اور باطل ہوتی ہے سجدۂ سہو سے اس کی اصلاح نہیں ہوتی اس کو از سر نو پڑھنا پڑتا ہے اور یہ دوسری نماز بھی فرض اور اصل و مستقل ہی ہوتی ہے لہذا اس میں وہ بھی شامل ہو سکتا ہے جس نے پہلی نماز نہ پڑھی ہو اور اپنا اصل فرض پڑھ رہا ہو (باب صفة الصلاة درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۲۶)(فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۲)(الدر المنتقیٰ شرح الملتقی ج ۱ ص ۸۸) و الله تعالی اعلم بالصواب.

امام نے لفظ ''السلام'' کہا اور اس کی اقتدا کی تو وہ صحیح ہے؟:

(سوال ۱۶۶) امام نے نماز ختم کی پہلا سلام پھیرتے ہوئے ابھی ''السلام'' کا لفظ بولا ''علیکم'' نہیں بولا اور کسی نے اقتداء کی اس کی یہ اقتداء صحیح ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ بالا اقتداء معتبر نہیں ہے، دوبارہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔ قال فی التجنیس الا مام اذا فرغ من صلوته فلما قال السلام جاء رجل واقتدی به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلافی الصلوٰة لان هذا سلام (شامی ج ۱ ص ۴۳۶) فقط. و الله اعلم بالصواب.

اسلام میں جماعت کی اہمیت:

(سوال ۱۶۷) باجماعت نماز کا کیا حکم ہے؟ اکثریت نماز سے غافل ہے۔ جو پڑھتے ہیں وہ جماعت کا اہتمام نہیں کرتے اکثر گھروں میں پڑھ لیتے ہیں، جماعت کی پابندی اور مسجد کی حاضری کو خاص اہمیت نہیں دیتے، اس کے متعلق قرآن وحدیث اور کتب معتبرہ فقہیہ کے حوالوں سے تفصیل کریں۔

(الجواب) شریعت میں باجماعت نماز ادا کرنے کی بڑی فضیلت اور بڑی سخت تاکید آئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وارکعوا مع الراکعین. (سورہ بقرہ پ۱ ع۵) نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو (یعنی جماعت سے نماز ادا کرو) ای صلوا مع المصلین (جلالین پ ۷)(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۹۴) ای فی جماعتهم (بیضاوی ج ۱ ص ۱۷) وصلوها مع المصلین لا منفردین (تفسیر کشاف ج ۱ ص ۵۳)(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۱۱۲) ای صلوا بالجماعة (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۴۲)

اور فرمان نبوی ﷺ ہے۔ صلوٰة الجماعة تفضل صلوٰة الفذ بسبع وعشرین درجة. (ترجمہ) جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ بڑھ جاتی ہے اور افضل ہو جاتی ہے. (صحیح البخاری ج ۱ ص ۸۹ پ ۳ باب فضل صلوٰة الجماعة)(صحیح المسلم ج ۱ ص ۱۳۱)(جامع ترمذی ج ۱ ص ۳۰) خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین ﷺ کا ارشاد ہے۔ ان صلوٰة الرجل مع الرجل از کی من صلوته وحده وصلوته مع الرجلین از کی من صلوته مع الرجل وما کثر فهو احب الی الله عزو جل (ترجمہ) اکیلے نماز پڑھنے سے ایک کے ساتھ مل کر پڑھنا بہتر ہے اور دو کے ساتھ اس سے زیادہ افضل ہے اور جتنی

زیادتی ہوتی رہے وہ اللہ کے یہاں زیادہ محبوب ہے۔ (ابوداؤد شریف باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ج ۱ ص ۸۹)

اور فرمان نبوی ہے۔ من شهد العشاء في جماعة كان له كقيام نصف ليلة ومن صلى العشاء والفجر في جماعة كان له كقيام ليلة (ترجمہ) جو شخص عشاء کے وقت جماعت میں حاضر ہوا اس کو آدھی رات عبادت کرنے کا ثواب مل گیا اور جو شخص عشاء اور فجر دونوں نمازوں کی جماعت میں حاضر رہا تو اس کو پوری رات عبادت کرنے کا ثواب مل گیا (ترمذی شریف باب ماجآء فی فضل العشآء والفجر فی الجماعۃ ج ۱ ص ۳۰)

اسی لئے آنحضرت ﷺ نے کبھی بھی جماعت ترک نہیں کی، حالت مرض میں چلنا دوبھر تھا پھر بھی دو آدمیوں کے سہارے (ایسی حالت میں کہ قدم مبارک زمین پر گھسٹ رہے تھے) مسجد میں تشریف لائے اور جماعت سے نماز ادا فرمائی۔

ایک مرتبہ رحمت عالم ﷺ نے یہاں تک فرمادیا کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں مؤذن سے کہہ دوں کہ وہ تکبیر کہیں پھر کسی کو کہدوں کہ نماز پڑھادیں اور میں خود آگ کا انگارا لوں اور اس کا مکان جلادوں جو اب تک نماز کے لئے گھر سے نہ نکلا ہو۔ لقد هممت ان امر المؤذن فيقيم ثم امر رجلا يؤم الناس ثم اخذ شعلا من نار فاحرق على من لا يخرج الى الصلوٰة بعد (بخاری شريف باب وجوب صلوة الجماعة ج ۱ ص ۳۰) (مسلم شريف ج ۱ ص ۲۳۲) (واللفظ للبخاری) آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ کسی بستی یا جنگل میں صرف تین آدمی رہتے ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھتے ہوں تو ان پر شیطان غالب ہو جائے گا لہذا جماعت سے نماز پڑھنا اپنے اوپر لازم کرلو۔ ما من ثلثة في قرية ولا بدو ولا تقام فيهم الصلوٰة الا قد استحوذ عليهم الشيطان فعليك بالجماعة (ابو داؤد شريف باب التشديد في ترك الجماعة ج ۱ ص ۸۸) (وفی رواية فعليكم بالجماعة (نسائی شريف ج ۱ ص ۷۴)

سید الانبیاء علیہم السلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان سنے اور عذر نہ ہونے کے باوجود مسجد میں حاضری نہ دے تو اس کی اکیلے پڑھی ہوئی نماز قبول نہ ہوگی (اگر چہ ضابطہ کی خانہ پری ہو جائے گی جس سے فرض ساقط ہو جائے گا) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا۔ عذر کیا؟ فرمایا (جان۔ مال آبروکا) خوف یا مرض۔ من سمع المنادى فلم يمنعه من اتباعه عذر قالوا وما العذر قال خوف او مرض لم تقبل منه الصلوٰة التي صلى (ابو داؤد ايضاً ج ۱ ص ۸۸)

ارشاد ہوا! جماعت ترک کرنا چھوڑ دو ورنہ خدائے پاک دلوں پر مہر لگادے گا اور تم ان میں سے ہو جاؤ گے جن کو اللہ تعالیٰ نے غافل قرار دیا ہے (ابن ماجہ مصری ص ۲۶۰) نیز ارشاد ہوا آدمی کی کان گرم کئے ہوئے رانگ سے بھر جائیں (بہرے ہو جائیں) یہ بہتر ہے اس سے کہ اذان سنے اور اذان کی پکار کو قبول نہ کرے۔ (کتاب الصلوٰۃ لابن القیم)

ایک حدیث میں تین قسم کے آدمیوں پر خدا کی لعنت آئی ہے جن میں سے ایک وہ ہے جو اذان سنے اور مسجد میں حاضر نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ الجفاء كل الجفاء والكفر والنفاق من سمع منادى الله تعالىٰ ينادى بالصلوٰة ويدعو الى الفلاح فلا يجيبه (جامع الصغير ج ۱ ص ۱۲۱) (مجمع الزوائد

بـاب اجـابة المؤذن وما يقول عند الا ذان والا قامة ج ا ص ۱۵۸) (ترجمہ) سراسر ظلم اور کفر ونفاق ہے کہ اللہ کے منادی کو سنے کہ نماز کے لئے پکار رہا ہے۔ فلاح (اور ابدی کامیابی) کے لئے دعوت دے رہا ہے پھر بھی لبیک نہ کہے اور اس کی پکار کا جواب نہ دے۔ بخاری شریف مسلم شریف اور ترمذی شریف کی ایک حدیث پہلے گذر چکی ہے اسی مضمون کی حدیث ابوداؤد شریف میں ہے۔ لقد هممت ان امر فتيتي فيجمعوا الي حزما من حطب ثم اتى قوماً يصلون في بيوتهم ليست بهم علة فاحرقها عليهم بے شک میرا جی چاہتا ہے کہ جوانوں کو حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کریں پھر ان کے یہاں پہنچوں جو بلا عذر اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں انہیں مع گھروں کے جلا دوں (ابوداؤد باب التشديد في ترک الجماعۃ ج ا ص ۸۸) ترمذی۔

تنبیہ:

رحمت عالم ﷺ آگ لگا دینے کی سزا ان کے لئے تجویز فرماتے ہیں جو نماز تو پڑھتے ہیں مگر مسجد میں نہیں آتے گھر میں پڑھتے ہیں۔ اب غور فرمائیے اور سبق لیجئے کہ ان کی سزا کیا ہوگی جو معاذ اللہ نماز ہی نہیں پڑھتے۔

بے نمازی بھائیوں اور بہنو! غور کرو سوچو اور پابند نماز بن کر اپنی نجات کا سامان کر لو، قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی صحابی کو نماز با جماعت سے غائب نہیں پایا، جماعت سے وہی شخص غیر حاضر رہتا تھا جو کھلا منافق ہوتا تھا بیمار بھی دو آدمیوں کے سہارے جماعت میں شریک ہوتا تھا، آنحضرت ﷺ نے ہمیں ہدایت اور نجات کی جو راہیں بتلائی ہیں ان میں اذان سنکر مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا بھی ہے اور فرمایا کہ جس مسلمان کو کل (قیامت کے روز) خدا پاک سے ملنا ہو وہ پانچوں نمازیں جماعت سے ادا کرے اس لئے کہ خدا پاک نے تمہارے نبی کو ہدایت کے جو طریقے تعلیم فرمائے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ اگر تم منافق کی طرح اپنے گھروں میں نماز پڑھتے رہے تو یقیناً تم نے اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دیا اور جب تم نے اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دیا تو یقیناً تم گمراہ ہو گئے۔ (مسلم شریف باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ وبیان التشدید الخ ج ا ص ۲۳۲) (نسائی شریف ج ا ص ۷۵)

اسی لئے حاکم مکہ حضرت عتاب بن اسیدؓ نے آنحضرت ﷺ کی خبر وفات سن کر اہل مکہ کو جمع کر کے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا "اگر کسی کے متعلق مجھے معلوم ہوا کہ مسجد میں آ کر جماعت سے نماز نہیں پڑھتا تو خدا کی قسم! میں اس کی گردن اڑا دوں گا" (کتاب الصلوة لا بن القيم .)

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں۔" و الله ما اعرف من امر محمد صلى الله عليه وسلم شيئاً الا انهم يصلون جميعاً " خدا کی قسم حضرت محمد ﷺ کی امت کے لئے نماز با جماعت سے زیادہ اہم کوئی چیز مجھے معلوم نہیں (بخاری شریف باب فضل صلوٰۃ الفجر فی جماعۃ ج ا ص ۹۰) بے شک نماز با جماعت کی بہت تاکید آئی ہے اور اس میں کئی خوبیاں اور فوائد ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں "اس امت کو قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کا بول بالا ہو اور روئے زمین پر دین اسلام سے اعلیٰ اور کوئی دین نہ پایا جائے اور یہ بات

اس وقت متصور ہوسکتی ہے کہ اس کا یہ دستور ہو کہ اس عبادت کے لئے جو دین کا سب سے بڑا شعار اور عبادات میں سب سے مشہور عبادت ہے۔ ہر خاص و عام، شہری و دیہاتی اور چھوٹا و بڑا سب مجتمع ہوا کریں، اسی سبب سے عنایت شرعیہ جمعہ اور جماعات کے مقرر کرنے اور ان میں رغبت دلانے اور ان کے ترک سے سخت ممانعت کرنے کی طرف متوجہ ہوئی۔ **مراد الله من نصب هذه الامة ان تكون كلمة الله هى العليا وان لايكون فى الارض دين اعلىٰ من الاسلام ولا يتصور ذلک الابان يكون سنتهم ان يجتمع خاصتهم وعامتهم وحاضرهم وبادهم وصغيرهم وكبيرهم لما هو اعظم شعائره واشهر طاعاته فلهذه المعانى انصرفت العناية الشريعيةالى شرع الجمعةو الجماعاتِ الخ.** (حجة الله البالغة ج ۱ ص ۸۸)

ایک امریکی ماہر اجتماعیات ونفسیات مسٹر ہینی سنس اپنی کتاب ''ایموشن آف دی ہیسٹریسیو یلزیشن ۲۷۵'' پر رقم طراز ہے کہ ''تمام مورخین کہتے ہیں کہ اسلام کو جو حیرت انگیز کامیابی دنیا کو مسخر کرنے میں ہوئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے دائرے میں زبردست اتفاق واتحاد پیدا کر دیا تھا مگر خود یہ معجزہ کیونکر ممکن ہوا اس کو کوئی حل نہ کر سکا، اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اس کا بڑا اور نہایت مؤثر ذریعہ نماز (باجماعت) تھی ہر روز پنجوقتہ نمازیں مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں چاہے جنگل و بیابان میں ہوں، محمد (ﷺ) پہلے شخص ہیں جنہوں نے اتفاق پیدا کرنے اور متحد بننے کے لئے باجماعت نماز کی حیرت انگیز طاقت کا احساس کیا اور اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ اسلام کی طاقت پنجوقتہ نماز (باجماعت) کی سخت پابندی کا ثمرہ ہے۔''

الحاصل شریعت میں نماز باجماعت بے حد ضروری اور مہتم بالشان مسئلہ ہے، اسلام اور اہل اسلام کی شان و شوکت بڑھانے والی اور انہیں بلند و بالا مقام اور درجہ کمال پر پہنچانے والی چیز ہے، جماعت سے نماز پڑھنا واجب کے حکم میں ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ نماز باجماعت عظیم الشان اسلامی شعار اور دین اسلام کی بڑی علامات اور اس کی خصوصیات میں ہے جو کسی بھی دین میں نہ تھی، اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب اذان سنتے تھے تو دوکانیں چھوڑ کر مسجد میں چلے جاتے۔ اس لئے ترک جماعت کی عادت بنا لینے والا سخت گنہگار اور فاسق مردود الشہادت ہے پڑوسی اگر تنبیہ اور اصلاح کی کوشش نہیں کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ **ان تاركها من غير عذر يعزر و ترد شهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه** (كبيرى ص ۴۷۵ فصل فى الامامة وفيها مباحث)

اگر کسی جگہ کے مسلمان اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لینے پر اکتفا کرتے ہوئے جماعت سے نماز پڑھنا چھوڑ دیں تو ان سے بذریعہ اسلحہ جہاد کرنا واجب ہے۔ **حتىٰ لو تركها اهل بلدة يجب قتالهم بالسلاح** (مجالس الابرار م ۵۴ ص ۳۱۸) (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۷۳) (کتاب الصلوۃ ابن قیم ص ۱۰۵)

پہلے زمانہ کے بزرگ ایک وقت کی جماعت فوت ہوجانے کو اتنی عظیم الشان دینی مصیبت سمجھتے تھے کہ سات دن تک ماتم اور سوگ کرتے تھے اور تکبیر اولی فوت ہوتی تو تین دن تک ماتم کرتے تھے۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۵۵)

روایت ہے کہ میمون بن مہران مسجد میں آئے تو لوگوں نے کہا کہ جماعت ہوگئی تو آپ نے **انا لله وانا اليه راجعون** پڑھ کر فرمایا مجھے اس جماعت کی نماز حکومت عراق سے زیادہ محبوب ہے (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۵۴)

لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ پانچوں وقت کی نمازیں جماعت سے ہی ادا کریں اور تکبیر اولیٰ کا ثواب ترک

نہ کریں۔ اور صف اول میں امام سے قریب تر ہونے کی کوشش کریں، پہلی صف دوسری سے افضل ہے اور دوسری تیسری سے اسی طرح اخیر تک۔

حدیث شریف میں ہے کہ خدا پاک جب جماعت پر رحمت نازل فرماتے ہیں تو امام سے ابتدا فرماتے ہیں پھر اس پر جو امام کے پیچھے پہلی صف میں ہو پھر اس کی دائیں طرف پھر بائیں طرف اسی طرح دوسری صفوں پر۔

اور حدیث میں ہے۔ ''اس کے لئے جو امام کے مقابل (سیدھ میں) پیچھے ہوتا ہے ۱۰۰ نمازیں لکھی جاتی ہیں اور اس کے لئے جو داہنی طرف ہو پچھتر نمازیں اور اس کے لئے جو بائیں طرف ہو پچاس نمازیں اور اس کے لئے جو اور صفوں میں ہو پچیس نمازیں'' (مجالس الابرار م ۵۴ ص ۳۱۹)

خداء پاک ہر مسلمان کو نماز باجماعت کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔ **وصلی اللہ علی خاتم النبیین وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین وعلی سائر عباد اللہ الصالحین وعلینا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین.**

عالم کی خاطر جماعت میں تاخیر کرنا کیسا ہے:

(سوال ۱۶۸) کسی عالم کی خاطر جماعت کو ہمیشہ کے وقت سے مؤخر کرنا جائز ہے۔

(جواب) عالم اور نیک آدمی کی خاطر کسی وقت کچھ دیر کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ **فالحاصل ان التاخیر القلیل لاعانۃ اھل الخیر غیر مکروہ (شامی ج ۱ ص ۴۶۲ مطلب فی اطالۃ الرکوع للجائی)**

جماعت ثانیہ کا حکم:

(سوال ۱۶۹) تبلیغی جماعت ایک بستی میں ایسے وقت پہنچی کہ جماعت ہو چکی تھی تو ان کے لئے جماعت ثانیہ کرنا بہتر ہے یا فرادیٰ مع اذان واقامت یا بلا اذان واقامت ادا کرنا بہتر ہے؟

(الجواب) اس صورت میں فرادیٰ بلا اذان واقامت نماز ادا کی جائے کہ مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ **قال (واذادخل القوم مسجدا قد صلی فیہ اھلہ کرھت لھم ان یصلوا جماعتہ باذان واقامۃ ولکنھم یصلون وحداناً بغیر اذان ولا اقامۃ) لحدیث الحسن قال کانت الصحابۃ اذا فاتتھم الجماعۃ فمنھم من اتبع الجماعات ومنھم من صلی فی مسجدہ بغیر اذان ولا اقامۃ الخ (مبسوط للسرخسی ص ۱۳۵ ج ۱ باب الاذان) واللہ اعلم بالصواب.**

گھر میں اپنی عورت کے ساتھ نماز باجماعت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(سوال ۱۷۰) مسجد میں جماعت نہ ملے تو گھر میں عورت کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھے یا تنہا پڑھے؟

(الجواب) مسجد میں جماعت ہو گئی یا شرعی عذر کی بناء پر مسجد میں نہ جا سکے تو گھر میں بیوی، والدہ، بہن وغیرہا کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنا بہتر ہے۔ ایک عورت ہو تب بھی پیچھے کھڑی رہے۔ مرد کی طرح برابر میں کھڑی ہو جائے گی تو نماز نہ ہوگی۔ مگر یہ بھی یاد رکھئے کہ بلا عذر شرعی گھر میں نماز پڑھنے کی عادت بنانا گناہ ہے۔ عادت

بنانے والا سخت گنہگار ہے۔ اور بروئے حدیث منافق کہلانے کا مستحق ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔ **ولقد رأیتنا ما یتخلف عن الصلوٰۃ الا منافق قد علم نفاقه او مریض ان کان المریض لیمشی بین رجلین حتیٰ یاتی الصلوٰۃ** . یعنی:۔ میں نے یہ حالت دیکھی ہے کہ صرف وہی شخص جماعت سے پیچھے رہ جاتا تھا جو ایسا منافق ہوتا تھا جس کا نفاق سب کو معلوم ہوتا تھا۔ یا یہ کہ ایسا بیمار ہو جو دو آدمیوں کے سہارے بھی مسجد میں نہ پہنچ سکے۔ (مشکوٰۃ شریف باب الجماعۃ ص ۹۶)

پھر آپؐ نے فرمایا۔ **ولو انکم صلیتم فی بیو تکم کما یصلی ھذا المتخلف فی بیته لتر کتم سنة نبیکم ولو تر کتم سنة نبیکم لضللتم** . یعنی:۔ جس طرح یہ پس ماندہ اور پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہے اگر تم بھی اسی طرح گھروں میں نماز پڑھنے لگو تو بے شک تم اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دو گے . . اور اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کا طریقہ چھوڑ دیا تو بلا شبہ گمراہ ہو گئے۔ (مشکوٰۃ باب الجماعۃ ص ۹۷)

مسئلہ میں ایک مفتی صاحب کا اشکال اور اس کا جواب:

(استفتاء ۱۷۱) فتاویٰ رحیمیہ جلد اول ص ۲۰۵ پر ہے (جدید ترتیب میں اسی باب کے اندر بعنوان امام نے لفظ سلام کہا اور اس کی اقتداء کی تو وہ صحیح ہے ۱۲ از مرتب) دوبارہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے الخ“ اس جزئیہ سے یہ معلوم ہوا کہ امام کے ساتھ شرکت صحیح نہیں ہوئی لیکن دوبارہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرنے کی کیا حاجت ہے؟ نماز کے لئے تکبیر تحریمہ تو کہی جا چکی ہے۔ اور نماز شروع ہو چکی ہے۔ صرف اس قدر بات ہے کہ امام کے ساتھ شرکت نہیں ہوئی۔ اس لئے غور فرمائیں اور ترمیم کی ضرورت ہو تو اصلاح کر دی جائے۔

(الجواب) بعد سلام مسنون توجہ دلانے کا شکریہ! مسئلہ میں اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔ ”شامی“ میں ہے۔ **وافاد انه کما لا یصح اقتداؤہ لا یصیر شارعاً فی صلاۃ نفسه ایضاً وھو الا صح** (یعنی جب اقتدا صحیح نہیں ہوئی تو اس کی اپنی نماز کا آغاز بھی نہیں ہوا۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اپنی نماز شروع کر دی۔) (آداب الصلاۃ ص ۴۴۸ ج ۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جماعت ہونے کی حالت میں فجر کی سنت کا حکم:

(سوال ۱۷۲) نماز فجر کے لئے آدمی مسجد پہنچا مگر جماعت شروع ہو چکی تو سنت پڑھے یا جماعت میں شامل ہو جائے؟

(الجواب) ایک رکعت ملنے کی توقع ہو تو سنت پڑھے پھر جماعت میں شامل ہو۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ قعدہ مل جاتا ہو تب بھی سنت نہ چھوڑے لیکن سنت گھر نزدیک ہو تو گھر آ کر پڑھے۔ یا مسجد سے خارج دروازے پر پڑھے۔ اگر دروازہ پر جگہ نہ ہو تو مسجد کے دوسرے حصہ میں سنت ادا کرے یعنی جماعت خانہ میں جماعت ہو رہی ہو تو صحن میں پڑھے اگر صحن میں جماعت ہو رہی ہو تو جماعت خانہ میں یا حوض پر پڑھے اگر مسجد کا ایک ہی حصہ ہو تو اس حصہ میں ستون وغیرہ کی آڑ میں ادا کرے۔ اگر ستون وغیرہ کی آڑ نہ ہو تو سنت چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے۔ اس لئے کہ صف کے ساتھ یا صف کے پیچھے بغیر آڑ کے سنت پڑھنی مکروہ ہے۔ ”درمختار“ میں ہے۔ بل

یصلیها عند باب المسجدان وجد مکاناً والاترکها لان ترک المکروه مقدم علی فعل السنة ۔اور ''شامی'' میں ہے ۔فان لم یکن علی باب المسجد موضع للصلوٰة یصلیها (قوله عند باب المسجد) ای خارج المسجد کما صرح به القهستانی وقال فی العنایة لانه لو صلاها فی المسجد کان متنفلاً فیه عند اشتغال الا مام بالفریضة وهو مکروه فان لم یکن علی باب المسجد موضع للصلوٰة یصلیها فی المسجد خلف سارية من سواری المسجد. واشدها کراهة ان یصلیها مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة والذی یلی ذلک خلف الصف من غیر حائل الخ .(شامی السنن والنوافل ص ۶۷۱ ج ۱)فقط و الله اعلم بالصواب .

محلّہ کی مسجد میں جماعت چھوٹ گئی تو جماعت کے لئے دوسری مسجد میں جانا ضروری ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۷۳) محلّہ کی مسجد میں جماعت ہوگئی تو دوسرے محلّہ کی مسجد میں جماعت حاصل کرنے کے لئے جانا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسجد پہنچ کر معلوم ہوا کہ جماعت ہوچکی ہے تو دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جانا واجب نہیں ہے۔ جانا چاہے تو جا سکتا ہے منع نہیں ہے۔ واتفقوا علی انها ان فاتت فی مسجد فلا یجب طلبها فی مسجد اخر (رسائل الارکان ص ۵۵ فصل فی المواقیت) فقط و الله اعلم بالصواب .

نماز تہجد کی جماعت کا حکم:

(سوال ۱۷۴) ماہ رمضان المبارک میں بعض امام حنفی المذہب ہوتے ہوئے تہجد کی نماز بڑی جماعت کے ساتھ اہتمام سے ادا کرتے ہیں اور اس کو بڑی فضیلت سمجھتے ہیں۔ اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) و باللہ التوفیق:۔ تہجد کی نماز رمضان یا غیر رمضان میں باجماعت پڑھنے کا اہتمام آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام سے منقول نہیں ہے۔ ماہ مبارک میں آنحضرت ﷺ کا معمول اعتکاف کا تھا لیکن آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کے ساتھ تہجد باجماعت پڑھی ہو یہ ثابت نہیں اس لئے فقہاء کرام لکھتے ہیں ۔ کہ تہجد وغیرہ نفل نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ بلا تداعی ایک دو مقتدیوں کے ساتھ مکروہ نہیں ہے یہ حدیث سے ثابت ہے اس سے زیادہ کا ثبوت وارد نہیں ۔لہذا فقہاء لکھتے ہیں کہ امام کے ساتھ تین مقتدی ہونے میں اختلاف ہے اور چار یا اس سے زیادہ مقتدی ہوں تو بالا جماع مکروہ ہے۔ یکره ذلک علیٰ سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد (درمختار) (قوله اربعة بواحد) اما اقتداء واحد بواحد اواثنین بواحد فلا یکره وثلاثة بواحد فیه خلاف (السنن والنوافل مطلب فی کراهیة الا قتدآء علی سبیل التداعی الخ درمختار مع الشامی ص ۶۶۴ ج ۱)

انوار الباری شرح صحیح بخاری میں حضرت علامہ محدث انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کے شاگرد رشید مولانا

سید احمد رضا بجنوری صاحب دامت فیوضہم تحریر فرماتے ہیں۔فقہاء نے لکھا ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے بجز رمضان کے اوراس سے مراد سنن تراویح ہیں حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ فقہاء کی اس عبارت سے جس نے مطلق نوافل رمضان سمجھا غلطی کی لہذا تہجد کی جماعت تین سے زیادہ کی رمضان میں مکروہ ہوگی۔(انوارالباری ج ا ص ۱۹۱۷ حاشیہ) صاحب بدائع الصنائع بھی قیام رمضان سے مراد تراویح لیتے ہیں۔تہجد مراد نہیں لیتے۔ (بدائع ج۔ا ص ۲۸۰)(۱)

اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے تو وضاحت کی ہے۔ **ان الجماعة لو كانت مستحبةً فی حق النوافل لفعله المجتهدون القائمون بالليل لان كل صلوة جوزت علىٰ وجه الا نفراد وبالجماعة كانت الجماعة فيها افضل ولم ينقل اد اؤها بالجماعة فی عصره صلى الله عليه وسلم ولا فی زمن الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين ولا فی زمن غيرهم من التابعين وفالقول بها مخالف للامة اجمع وهذا باطل** .یعنی! اگر نوافل با جماعت مستحب ہوتی تو تمام قائم اللیل تہجد گذار مجتہدین کا اس پر عمل ہوتا کہ وہ نماز جو تنہا اور باجماعت دونوں طریقہ سے ادا کرنا جائز ہے اس کو با جماعت ادا کرنا افضل ہے ۔ حالانکہ نوافل (تہجد وغیرہ) باجماعت ادا کرنا نہ تو آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں منقول ہے نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تابعین وغیرہم کے زمانہ میں ۔ لہذا یہ قول (کہ تراویح کی طرح تہجد وغیرہ دوسری نوافل رمضان المبارک میں بلا کراہت جائز ہے (یہ قول) تمام فقہاء کے خلاف ہے اور باطل ہے (مبسوط سرخسی کتاب التراویح فی بحث رکعات التراویح ج ۲ ص ۱۴۴)

نوٹ:۔مزید تفصیل اور حوالجات کے لئے ملاحظہ ہو۔فتاویٰ رحیمیہ ج ا ص ۱۷۷، ج ا ص ۱۷۸، ا ص ۱۷۹) (جدید ترتیب میں نوافل کے باب میں، تہجد باجماعت کا حکم، کے عنوان سے دیکھئے۔مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام کی ذمہ داریاں کیا ہیں اوراس کی تنخواہ کتنی ہونی چاہئے:

(سوال ۱۷۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس امام مسجد سے امامت کے علاوہ جھاڑو دلانا، نالیاں صاف کرانا، اذان دینا اوراس کے علاوہ چھوٹے موٹے کام لئے جاتے ہیں اور تنخواہ صرف امامت کی دی جاتی ہے۔کیا اتنی قلیل تنخواہ کے عوض اتنے سارے کام لینا جائز ہے؟ شرعاً امام کی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟ اور ائمہ مساجد کی تنخواہ شرعاً کتنی ہونی چاہئے؟ اور جو تنخواہ کا معیار ہے اس سے کم دینے پر متولی اور اہل محلہ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔بینوا بالدلیل تو جروا عند الکریم (از احمد آباد)

(الجواب) اقول باللہ التوفیق۔حدیث شریف میں ہے۔**اعطوا الا جير قبل ان يجف عرقه** (ابن ماجه مشكوة شريف ص ۲۵۸ باب الاجارة) یعنی مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز جن تین آدمیوں کے خلاف میں مدعی ہوں گا ان میں سے ایک

(۱) ويكره تاخير العشآء الى نصف الليل فكذا تاخيرها (اى التراويح) والصحيح أنه لا يكره لانها قيام الليل وقيام الليل فی آخر الليل افضل ،فصل فی مقدار التراويح.)

"رجل استاجر اجیراً فاستوفی منه ولم یعطه اجره" وہ شخص ہے جو کسی کو مزدور رکھے اور اس سے پورا کام لے لے مگر مزدوری پوری نہ دے (بخاری شریف، بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۸ ایضاً)

مزدوری پوری نہ دینے کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں کہ اس کی مزدوری مار لے اور پوری نہ دے بلکہ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ جتنی اجرت اس کام کی ملنی چاہئے اتنی نہ دے اور اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھائے کہ کم سے کم اجرت پر کام لے لے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے۔ ویعطی بقدر الحاجة والفقه والفضل فان قصر کان الله علیه حسیباً. یعنی متولی اور مدرسہ کے مہتمم کو لازم ہے کہ خادمان مساجد و مدارس کو ان کی حاجت کے مطابق اور ان کی علمی قابلیت اور تقویٰ وصلاح کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفہ و مشاہرہ (تنخواہ) دیتے رہیں۔ باوجود گنجائش کے کم دینا بری بات ہے۔ اور متولی و مہتمم خدا کے جواب دہ ہوں گے..... درمختار میں ہے۔ ویعطیٰ بقدر الحاجة والفقه والفضل فان قصر کان الله علیه حسیباً زیلعی وفی الحاوی المراد بالحافظ فی حدیث لحافظ القرآن مائتا درهم هو المفتی الیوم (درمختار مع الشامی) (قوله ویعطی بقدر الحاجة) الذی فی الزیلعی هکذا ویجب علی الا مام ان یتقی الله تعالیٰ ویصرف الی کل مستحق قدر حاجته من غیر زیادة فان قصر کان الله علیه حسیباً اه وفی البحر عن القنیة کان ابو بکر رضی الله عنه یستوی فی العطاء من بیت المال وکان عمر رضی الله عنه یعطیهم علی قدر الحاجة والفقه والفضل والا خذ بهذا فی زماننا احسن فنعتبر الا مور الثلثة اه ای فله' ان یعطی الا حوج اکثر من غیر الا حوج وکذا الا فقه والا فضل والافلا فائدة فی ذکر هما ویؤیده' ان عمر رضی الله عنه کان یعطی من کان له' زیادة فضیلة من علم او نسب اونحو ذلک اکثر من غیره وفی البحر ایضا عن المحیط والرأ ی الی الا مام من تفضیل و تسویة من غیر ذلک ان یمیل الی هویٰ وفیه عن القنیة وللامام الخیار فی المنع والا عطاء فی الحکم اه (درمختار والشامی ج ۳ ص ۳۸۹ کتاب الوقف)(شامی ج ۲ ص ۷۸)

صرف امامت کی تنخواہ دے کر امام پر اذان کی بھی ذمہ داری ڈالنا اور ان سے جھاڑو دینے اور نالیاں صاف کرنے وغیرہ امور کی خدمت لینا ظلم شدید اور توہین ہے۔ فرمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اکرموا حملة القرآن فمن اکرمهم فقد اکرمنی. حاملین قرآن (حفاظ وقراء وعلماء کرام) کی تعظیم کرو۔ بے شک جس نے ان کی تکریم کی اس نے میری تکریم کی (الجامع الصغیر للامام الحافظ السیوطیؒ ج ۱ ص ۱۴۵) ایک اور حدیث میں ہے۔ حامل القرآن رایة الا سلام ومن اکرمه فقداکرم الله ومن اهانه فعلیه لعنة الله، ترجمہ حاملین قرآن اسلام کے علمبردار ہیں اور اسلام کا جھنڈا اٹھانے والے ہیں۔ جس نے ان کی تعظیم کی اس نے اللہ کی تعظیم کی اور جس نے ان کی تذلیل کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (الجامع الصغیر للسیوطیؒ ج ۱ ص ۱۴۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ۔

نو وارد عالم وقاری سے معین امام اولیٰ بالامامۃ ہے!:

(سوال ۱۷۶) ہماری مسجد میں امام متعین ہیں لیکن کبھی کبھی ان سے اچھے عالم اور قاری آجاتے ہیں تو اس وقت

امامت کا احق کون ہے؟ معین امام یا نو وارد عالم وقاری؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) دوسرا شخص امام معین سے علم وقراءۃ میں بڑھ کر ہو تب بھی معین امام ہی افضل اور اولیٰ بالامامۃ ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔ **واعلم ان صاحب البیت ومثله ' امام المسجد الراتب اولیٰ بالا مامة من غیر ہ مطلقاً الخ. (قوله مطلقاً) ای وان غیرہ من الحاضرین من ھو اعلم واقرأ منه** . یعنی جان لو کہ گھر کا مالک اور اسی طرح مسجد کا امام معین، امامت کے واسطے بہتر ہے دوسرے لوگوں سے ہر حال میں۔ گو دوسرا شخص اس سے اچھا عالم اور بہتر قاری ہو۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۲۲ باب الامامۃ) بذل المجہود شرح ابوداؤد میں ہے۔ **ولا یؤم الرجل (بصیغة المجھول) فی بیته ولا سلطانه ای محل ولایته اوفی حل یکون فی حکمه ولذلک کان ابن عمر رضی الله عنه یصلی خلف الحجام وتحریرہ' ان الجماعة شرعت لا جتماع المؤمنین علی الطاعة وتألفھم وتوادھم فاذا ام الرجل الرجل فی سلطانه افضیٰ الی توھین امر السلطنة خلع ربقته الطاعة وکذا اذآ امه' فی قومه واھله ادی ذلک الی التباعد والتقاطع فلا یتقدم رجل علی ذی السلطنة لا سیما فی الا عیاد والجمعات ولا علی امام الحی ورب البیت الا بالاذان نقله القاری عن الطیبی الخ(بذل المجھود ج ۱ ص ۳۶۶ باب من احق بالا مامة)** لہذا یہ دستور صحیح نہیں ہے کہ امام کو مجبور کیا جائے کہ نو وارد سے امامت کرائے اور اسی طرح نو وارد عالم اور قاری کو بھی لازم ہے کہ سبقت نہ کرے تاوقتیکہ امام از خود چاہے اور اس سے رضا مند ہو۔ اور خود امام بن کر نماز پڑھانے کے بجائے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا افضل سمجھے تو نو وارد سے امامت کرا لینے میں گنجائش ہے فقط واللہ اعلم۔

مسجد کا امام بدعقیدہ، بدعتی ہو اس لئے صحیح العقیدہ لوگ گھر میں نماز باجماعت ادا کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں:

(سوال ۱۷۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں۔

ہمارے یہاں اہل سنت والجماعت کے لوگ بدعتی امام کے پیچھے تقریباً آٹھ مہینے سے نماز نہیں پڑھتے ہیں اور ایک گھر میں اپنی الگ جماعت کرتے ہیں اور نماز جمعہ ایک الگ مکان میں ادا کرتے ہیں، مسجد میں امام کے پیچھے اس لئے نماز نہیں پڑھتے کہ اس امام کے عقائد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں اور اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ بھی ہے جو ہم نے دیوبند اور راندیر سے منگایا تھا اب سوال یہ ہے کہ آگے رمضان المبارک آرہا ہے۔ اور صحیح العقیدہ مسلمان رمضان المبارک میں تراویح اور پنج وقتہ نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنا چاہتے ہیں تو اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ جماعت خانہ چھوڑ کر باہر صحن میں یا حوض پر یا مسجد کی چھت پر دوسری جماعت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نماز جمعہ کے متعلق کیا حکم ہے۔ کیا دوسرا خطبہ اور جماعت الگ کر سکتے ہیں؟ جواب ارسال فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جزائے خیر عطا فرمائے۔ فقط والسلام۔

(الجواب) جب کہ امام مذکور کے عقائد کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں تو اس کی امامت جائز نہیں اور اس کے پیچھے

نماز صحیح نہ ہوگی۔ اور ایسے بدعقیدہ امام کی اقتداء میں جو جماعت ہوگی اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہ ہوگا وہ کالعدم ہے۔ لہذا اس کے بعد اہل حق کا اس مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا جماعت ثانیہ کے حکم میں نہ ہوگا۔ چھت پر بھی مجبوری کی حالت میں جماعت ہو سکتی ہے۔(۱)

لیکن چونکہ فتنہ وفساد کا ڈر ہے اور ٹکراؤ کا اندیشہ ہے اس لئے اس وقت جہاں نماز پڑھ رہے ہیں رمضان المبارک میں بھی وہیں پڑھیں تو بہتر ہے۔ علیحدگی جب نفسانیت کی وجہ سے نہیں ہے تو انشاء اللہ العزیز پورا ثواب ملے گا۔ آنحضرت ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ ایک عرصہ تک گھر میں نماز ادا فرمائی ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی اور پھر علی الاعلان مسجد حرام میں نماز ہونے لگی۔ اسی طرح پروردگار عالم آپ لوگوں کے لئے کوئی ایسی صورت پیدا فرمادے گا انشاء اللہ۔ ناامید نہ ہونے۔ اللہ سے دعا کیجئے اور صبر واستقلال سے کام کیجئے حق تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام ومؤذن کو ہر وقت مسجد میں حاضر رہنے کا پابند بنانا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۷۸) امام مؤذن کو مقید کر دینا کہ چوبیس ۲۴ گھنٹے آپ کو مسجد میں حاضری دینا ہوگی۔ یہ حکمرانی کس حد تک جائز ہے؟

(الجواب) امام یا مؤذن کا متولی سے معاہدہ ہو تو اس کے مطابق عمل کرنا ہوگا اگر معاہدہ نہیں ہوا ہے تو ایسی پابندی ظلم وزیادتی ہے اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ اعلم ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ۔

ایک حنفی امام نے غیر مقلد کے پیچھے عصر کی جماعت میں نفل کی نیت سے شرکت کی پھر اپنی مسجد میں نماز پڑھائی تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۷۹) ایک حنفی شخص نے غیر مقلدوں کی مسجد میں ایک غیر مقلد کے پیچھے عصر کی نماز میں بقول ان کے نفل کی نیت سے اقتداء کر کے نماز پڑھی پھر دو مثل کے بعد حنفیوں کی مسجد میں انہوں نے عصر کی نماز پڑھائی۔ بعد میں بعض مقتدیوں کو اشتباہ ہو گیا اور کہنے لگے جب انہوں نے عصر کی نماز غیر مقلدوں کی مسجد میں ادا کر لی تھی تو پھر ان کے پیچھے ہماری نماز صحیح نہ ہوگی امام صاحب کہتے ہیں کہ میں نے وہاں نفل کی نیت سے اقتداء کی تھی تو میری عصر کی نماز باقی رہی اور یہاں فرض کی نیت کر کے نماز پڑھائی ہے اس لئے نماز صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ بہر حال بعض مقتدیوں کو شک وشبہ ہے جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں حنفی امام نے نفل کی نیت سے غیر مقلد کی اقتداء کی ہے لہذا ان کی فرض نماز ادا نہ ہوئی بنا بریں وہ عصر کی نماز پڑھا سکتے ہیں مگر ان کے اس فعل سے لوگ شک وشبہ میں پڑ جائیں گے اور بدگمانی پیدا ہوگی اس لئے ایسے موقعہ پر مناسب یہ تھا کہ کسی اور کو امام بنا دیتے اور خود مقتدی بن کر نماز پڑھتے جس بنا پر لوگ

---

(۱) او مبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندہ . لایکفر بها وان یکفر فلا یصح الاقتداء به اصلاً فلیحفظ . درمختار علی هامش شامی باب الامامة ج. ا ص ۵۲۰ . ۵۲۱ .

بدگمانی سے محفوظ رہتے، حاصل یہ کہ اگر حنفی امام نے غیر مقلد کے پیچھے نفل نماز کی نیت سے شرکت کی ہو تو ان کی اقتداء میں جن لوگوں نے عصر کی نماز ادا کی ہے ان کی نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر انہوں نے فرض نماز کی نیت سے اقتداء کی ہو تو ان کی اقتداء میں جو نماز پڑھی گئی ہے وہ مشتبہ ہو گی اور اس کا اعادہ کر لینا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

امام رکوع وسجدے میں کتنی بار تسبیح پڑھے:

(سوال ۱۸۰) امام کو رکوع اور سجدے میں کتنی بار تسبیح پڑھنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مستحب یہ ہے کہ امام پانچ بار تسبیح پڑھے اگر تین بار کہے تو اس طرح کہے کہ مقتدیوں کو تین بار تسبیح کہنے کا موقع میسر آئے۔ **ونقل فی الحلیه عن عبد الله بن المبارک واسحاق وابراهیم والثوری انه یستحب لأمام ان یسبح خمس تسبیحات لیدرک من خلفه الثلاث ۱۵(شامی ج ۱ ص ۴۶۲ مطلب فی اطالة الرکوع للجائی)فقط و الله اعلم بالصواب. ۳ ذی قعده ۱۴۰۱ھ**

اگر امام کو حدث لاحق ہو جائے تو خلیفہ کس طرح بنائے؟:

(سوال ۱۸۱) اگر امام صاحب کو نماز میں حدث لاحق ہو جائے یعنی ان کا وضو ٹوٹ جائے تو کس طرح دوسرے کو اشارہ کر کے آگے بڑھائے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر امام کو حدث لاحق ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ...... کسی کو خلیفہ بنادے، مدرک کو خلیفہ بنانا بہتر ہے اور اگر مسبوق کو خلیفہ بنایا تو بھی جائز ہے۔ اور خلیفہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جھکا ہوا پیچھے کو ہٹے اور ناک پر ہاتھ رکھ لے تاکہ اوروں کو یہ گمان ہو کہ نکسیر پھوٹی ہے اور پہلی صف میں سے کسی کو اشارے سے یا اس کا کپڑا پکڑ کر کھینچ کر خلیفہ بنادے۔ زبان سے کچھ نہ کہے اگر کلام کر کے خلفیہ بنایا تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔(۱) خلیفہ بنانے کے مسائل بہت باریک ہیں اور اس قسم کے مسائل سے (جن کی پوری تفصیل کتب فقہ میں درج ہے) آج کل امام بھی واقف نہیں ہوتے تو مقتدی کیا واقف ہوں گے۔ نماز برباد کر دیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ نماز قطع کر دے اور وضو کر کے نماز از سر نو پڑھیں۔ فقط واللہ اعلم۔

فجر کی جماعت شروع ہو جائے تو سنت پڑھے یا نہیں:

(سوال ۱۸۲) نماز فجر کی جماعت شروع ہونے کے بعد سنت پڑھے یا نہیں؟ سنت نہ پڑھ سکا ہو تو نماز کے بعد فوراً پڑھے یا طلوع آفتاب کے بعد پڑھے؟ بہتر کیا ہے؟

(الجواب) سنت فجر کی بڑی فضیلت اور تاکید ہے اور جماعت کی بھی بڑی فضیلت اور تاکید ہے اور ترک پر وعید بھی ہے۔ لہذا کوشش کرے کہ دونوں فضیلتیں میسر آجائیں، پس اگر ایک رکعت یا قعدہ بھی ملنے کی توقع ہو تب بھی

---

(۱) استخلف ای جازله ذلک ولو فی جنازة باشارة اوجر لمحراب ولو لمسبوق ویشیر باصبع لبقاء رکعة وباصبعین لرکعتین قال فی الشامیة تحت قوله باشارة متعلق بمحذوف قال فی الفتح والسنة ان یفعله یحدودب الظهر آخذا بانفه یوهم أنه رعف درمختار مع الشامی باب الاستخلاف ج ۱ ص ۲۰۱.

سنت نہ چھوڑے (خارج مسجد حوض کے تحت پر یا صحن میں اور اگر جماعت صحن میں ہوتی ہو تو جماعت خانہ میں پڑھ لے۔ غرض کہ حسب امکان جماعت سے دور آڑ میں پڑھ لے صف کے پیچھے لوگ قریب میں نماز پڑھتے ہیں یہ مکروہ ہے) اگر جماعت کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو سنت ترک کر کے جماعت میں شریک ہو جائے اور آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد سنتیں پڑھ لے تو بہتر ہے ضروری نہیں مگر طلوع آفتاب سے پہلے سخت منع ہے۔ (الا شباہ والنظائر مع شرح حموی ص ۱۹۴) (شامی ج ۱ ص ۶۷۱ ۔ ۳۵۱ باب ادراک الفریضۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تبلیغی اجتماع کے موقعہ پر نماز باجماعت کس طرح ادا کی جائے :

(سوال ۱۸۳) مسجد کی قبلہ جہت کی کشادہ جگہ میں اجتماع کے موقعہ پر نماز باجماعت کا انتظام کرنے کا ارادہ ہے لیکن اس صورت میں نمازی امام سے آگے ہو جاتے ہیں اس مجبوری کی حالت میں کیا کریں؟ کیا مسجد میں دوبارہ جماعت کر سکتے ہیں یا پنڈال میں جماعت کریں؟ اگر پنڈال میں جماعت کریں تو مسجد کی اذان کافی ہے یا دوسری اذان ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلے مسجد میں اور مسجد کے باہر امام کے پیچھے جتنے لوگ نماز پڑھ سکیں وہ پڑھ لیں باقی لوگ پنڈال میں جماعت کریں، پنڈال قریب ہے اس لئے مسجد کی اذان کافی ہے، ہاں اقامت کہہ لیں تو بہتر ہے۔[1] مقتدی امام سے آگے ہو تو نماز نہ ہوگی ، فقط و اللہ اعلم بالصواب .

مسجد کی چھت پر جماعت کرنا:

(سوال ۱۸۴) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب سے ماہ رمضان المبارک موسم گرما میں آنے لگا ہے ضلع بھروچ میں متعدد جگہ تراویح اور بعض جگہ تو عشاء کی جماعت بھی مسجد کی چھت (دھابہ) پر ہوتی ہے ابھی ایک صاحب نے راندیر سے فتویٰ منگوایا تو کراہت کا حکم آیا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے، اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

(استفتاء ۱۸۵) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہماری طرف گرمیوں میں گرمی کی شدت کی وجہ سے تراویح کی جماعت اور کہیں کہیں عشاء کی جماعت بھی مسجد کے دھابہ پر ہوتی ہے. جماعت خانہ میں نہیں پڑھتے تو اس میں کوئی قباحت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) گرمی کی شدت کی وجہ سے دھابہ پر جماعت کرنا مکروہ ہے اگر نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے نیچے جگہ نہ ہو تو زائد نمازی اوپر جا سکتے ہیں ، اس صورت میں کراہت نہ ہوگی کیونکہ مجبوری ہے ، نصاب الاحتساب میں ہے۔ ویکره الصلوة فوق الكعبة و كذا الصعود على سطح المسجد الا لحاجة اصلاح ونحوه وكذا الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا اذا اشتد الحريكره ان يصلوا بجماعة فوق السطح الا اذا ضاق المسجد فحينئذ لايكره الصعود على سطحه للضرورة واما شدة

---

(۱) بخلاف المصلي ولو بجماعه في بيته بمصرا وقريه لها مسجد فلا يكره تركهما اذ اذان الحي يكفيه. درمختار على هامش شامي باب الاذان ج ۱ ص ۳۹۵.

الحر فلانها لا توجب الضرورة وانما يحصل به زيادة المشقة وبها يزداد الا جر كله من المحيط وغيره (الباب الخامس عشر في ما يحتسب في المسجد. قلمي ص ۳۲) اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا اذا اشتد الحر يكره ان يصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحينئذ لا يكره الصعود على سطحه للضرورة كذا في الغرائب كتاب الكراهية الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة الخ (ج۵ ص ۳۲۲) اسی طرح مجموعه فتاویٰ سعدیه ص ۱۴۸ اور نفع المفتي والسائل ص ۱۳۱ اور امداد الفتاویٰ مطبوعہ کراچی ج ۱ ص ۷۶ ۲ میں بھی ہے۔ صحن مسجد میں جماعت کی جاسکتی ہے اگر کسی جگہ صحن داخل مسجد نہ ہو مسجد سے خارج ہو تو بانی مسجد اور اگر وہ نہ ہو تو مسلم جماعت کے جملہ افراد متفق ہو کر اس جگہ کو داخل مسجد ٹھیرا سکتے ہیں، اس طرح وہ جگہ داخل مسجد ہو جائے گی، اور وہاں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد میں پڑھنے کے برابر ہوگا۔ فقط و الله اعلم بالصواب۔ کتبہ السید عبد الرحیم لاجپوری غفر اللہ لہ ولوالدیہ راندیر ۱۵۔ رجب المرجب ۷۴ھ۔

الجواب صحیح (مولانا مفتی) سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۷۔۴۔۷۴/ ۸ نزیل سوت گجرات۔

الجواب صحیح (مولانا مفتی) سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۲۰۔ شعبان ۷۴ھ۔

کیا حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانہ میں عورتیں مسجد جاتی تھیں فی زماننا عورتوں کا مسجد جانا کیسا ہے

(سوال ۱۸۶) عورتیں پنجوقتہ نماز، جمعہ اور عیدین کے لئے جاسکتی ہیں یا نہیں؟ امید ہے کہ مدلل جواب مرحمت فرمائیں گے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانہ میں عورتیں مسجد جاتی تھیں، کیا یہ صحیح ہے؟ مدلل جواب تحریر فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) زمانہ مبارکہ میں عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی، وہ زمانہ خیر القرون کا تھا فتنوں سے محفوظ تھا رسول مقبول ﷺ بہ نفس نفیس تشریف فرما تھے، وحی نازل ہوتی تھی، نئے نئے احکام آتے تھے، نئے مسلمان تھے نماز وغیرہ کے مسائل سیکھنے کی ضرورت تھی اور سب سے بڑھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوتا تھا، ان تمام باتوں کے باوجود عورتیں نماز با جماعت پڑھنے کی مکلف نہیں تھیں صرف اجازت تھی اور افضل یہی تھا کہ عورتیں مکانوں میں چھپ کر اور تاریک تر کمرے میں (جہاں اجنبی مردوں کی بالکل نظر نہ پڑ سکے) نماز پڑھیں اس کی بین دلیل حضرت ام حمید ساعدی رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۹ جلد نمبر ۶ (اس سلسلہ کا ایک تفصیلی فتویٰ احقر کے فتاویٰ رحیمیہ ص ۵۶ تا ص ۱۷۵ جلد ششم میں شائع ہو چکا ہے وہ ضرور ملاحظہ کیا جائے)

بعد کے زمانہ میں عورتوں میں کچھ آزادی اور خرابی رونما ہوئی تو حضرت عمر فاروق نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکا، حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس سے اتفاق کیا، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فقیہانہ جواب دیا۔ لو ادرک رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدثت النساء

لمنعهن المسجد كما منعت نسآء بنی اسرائیل. اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کی یہ حالت دیکھتے تو ان کو مسجد آنے سے ضرور روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد آنے سے ممانعت کردی گئی تھی (باب خروج النسآء الی لمساجد باللیل والغلس بخاری شریف ص ۱۲۰ ج ۱) (مسلم شریف ص ۱۸۳ ج ۱) (زجاجۃ المصابیح ص ۳۱۳ ج ۱)

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے۔ ولقد نهى عمر رضى الله عنه النساء عن الخروج الى المساجد فشكون الى عائشة رضى الله عنها فقالت لو علم النبى صلى الله عليه وسلم ماعلمه عمر رضى الله عنه ماأذن لكن فى الخروج فاحتج به علماء نا ومنعوا الشواب عن الخروج مطلقاً.

یعنی حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مسجد آنے سے منع فرمایا تو عورتوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی شکایت کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، حضرت عمرؓ کو جن امور کا علم ہوا اگر حضور اقدس ﷺ کے سامنے یہ امور ظاہر ہوتے تو تم کو (برائے نماز) نکلنے کی اجازت مرحمت نہ فرماتے، ہمارے علماء نے اسی سے استدلال کیا ہے اور نوجوان عورتوں کو مطلقاً نکلنے سے منع فرمایا۔ (عنایہ شرح ہدایہ ص ۳۶۵ ج ۱ مع فتح القدیر، باب الامامۃ)

بدائع الصنائع میں ہے۔ ولا يباح للشواب منهن الخروج الى الجماعات بدليل ماروى عن عمر رضى الله عنه انه نهى الشواب عن الخروج ولان خروجهن الى الجماعة سبب للفتنة والفتنة حرام وما ادىٰ الى الحرام فهو حرام ترجمہ:۔ جوان عورتوں کو جماعت میں شریک ہونے کے لئے نکلنا مباح نہیں ہے اس روایت کے پیش نظر جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمادیا تھا اور اس وجہ سے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو چیز حرام تک پہنچائے وہ بھی حرام ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۵۷ ،فصل فى بيان من يصلح للامامة فى الجملة)

عینی شرح بخاری میں ہے۔ وكان ابن عمر رضى الله عنهما يقوم يحصب النساء يوم الجمعة يخرجهن من المسجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے روز کھڑے ہو کر عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکال دیتے۔ (باب خروج النسآء الی المساجد باللیل والغلس عینی شرح بخاری ص ۲۲۸ ج ۳)

اسی طرح فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جمعہ کے روز عورتوں کو مسجد سے نکال دیتے اور فرماتے اپنے گھر جاؤ تمہارے گھر تمہارے لئے بہتر ہیں۔ عن ابى عمرو الشيبانى انه رأى عبد الله يخرج النساء من المسجد يوم الجمعة ويقول اخرجن الى بيوتكن خير لكن رواه الطبرنى فى الكبير باسناد لابأس به (الترغيب والترهيب ص ۱۹۰ ج ۱)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:۔ (۱) حدثنا ابو بكر قال حدثنا جرير عن منصور عن ابراهيم قال يكره خروج النساء فى العيدين ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عیدین میں عورتوں کا نکلنا مکروہ ہے (باب من کرہ خروج النسآء الی العید مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ج ۲)۔

(۲) حدثنا وكيع عن سفيان عن عبد الله بن جابر عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنه انه كان لا يخرج نساءه فى العيدين حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کی مستورات کو عیدین کی (نماز کے لئے) نہیں نکالتے تھے (حوالہ بالا)۔

(۳)حدثنا ابو اسامة عن هشام بن عروة عن ابيه انه كان لا يدع امرأة من اهله تخرج الى فطر ولا الى الاضحیٰ ہشام اپنے والد عروہ کا عمل بیان کرتے ہیں کہ آپ اپنے گھر کی کسی عورت کو (عیدگاہ) نہیں جانے دیتے تھے (حوالۂ بالا)

(۴)حدثنا ابو داؤد عن قرة قال حدثنا عبدالرحمن بن القاسم قال كان القاسم اشد شئ على العواتق لا يدعهن يخرجن فى الفطر والا ضحى عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ان کے والد (حضرت قاسم) عورتوں کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے نہیں جانے دیتے تھے اور اس سلسلہ میں ان کا رویہ بڑا سخت تھا۔ (حوالۂ بالا)

(۵)حدثنا وكيع بن حسن بن صالح عن منصور عن ابراهيم قال كره للشابة ان تخرج الى العيدين . ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عیدین (کی نماز کے لئے) جوان عورت کا نکلنا مکروہ ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۸۳ ج۲ من کرہ خروج النساء الی العیدین) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اگلی صف میں خالی جگہ ہو تو صف چیر کر یا نمازیوں کے سامنے سے گذر کر خالی جگہ پر کرنا:

(سوال ۱۸۷) پہلی صف میں ایک آدمی کھڑا رہ سکے اتنی جگہ خالی ہے مگر دوسری صف میں نمازی کھڑے ہیں تو ان کے آگے سے گذر کر پہلی صف کی خالی جگہ پر کرنا اور وہاں پہنچ کر کھڑا ہونا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(جواب) اگلی صف پوری کر کے پچھلی صف بنانا چاہئے، صف میں خالی جگہ نہ چھوڑنا چاہئے، شامی میں حدیث نقل کی ہے قال عليه الصلوٰة والسلام توسطوا الامام وسدوا الخلل، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا امام کو درمیان میں رکھو (یعنی اس کے دائیں بائیں اس طرح صف بناؤ کہ امام درمیان میں رہے) اور خالی جگہ پر کرو (شامی ص۵۳۱ ج۱ باب الامامۃ) اگلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے کھڑا ہونا ان لوگوں کی کوتاہی ہے اس لئے نو وارد کا خالی جگہ پر کرنے کے لئے پچھلی صف والوں کے سامنے سے گذرنا یا صف چیر کر وہاں جا کر کھڑا ہونا جائز ہے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ الا ان يجد الداخل فرجة فى الصف الاول فله ان يمر بين يدى الصف الثانى لتقصير اهل الصف الثانى ذكره الطيبى .(مرقاة شرح مشكوٰة ص ۲۴۰ ج۲ ملتانى . باب السترہ .) درمختار میں ہے۔ ولو وجد فرجة فى الاول لا الثانى له خرق الثانى لتقصيرهم وفى الحديث من سدد فرجة غفر له شامی میں ہے (قوله لتقصيرهم) يفيد ان الكلام فيما اذا شرعوا وفى القنية قام فى آخر صف وبينه وبين الصفوف مواضع خالية فللداخل ان يمر بين يديه ليصل الصفوف لانه اسقط حرمة نفسه فلا يأثم المار بين يديه دل عليه مافى الفردوس عن ابن عباس رضى الله عنه ، عنه صلى الله عليه وسلم من نظر الىٰ فرجة فى صف فليسدها نفسه فان لم يفعل فمر مار فليتخط على رقبته فانه لا حرمة له اى فليتخط المار على رقبة من لم يسد الفرجة اه (درمختار و شامى ص ۵۳۳ ج۱ ، باب الامامة مطلب فى الكلام على الصف الاول)

غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار میں ہے۔ ولو وجد فرجة فى الاول لا الثانى له خرق الثانى

لتقصیر هم اور اگر نمازی اول صف میں فرجہ پاوے۔ دوسری میں تو اس کو جائز ہے چیرنا دوسری صف کا بہ سبب قصور کرنے دوسری صف والوں کے یعنی جب کوئی شخص نماز میں داخل ہونا چاہے اور اگلی صفوں میں جگہ دیکھے تو پچھلی والوں کے سامنے گویا ان کو چیر کر اس جگہ میں جا کھڑا ہو کیونکہ پچھلی صف والوں کا قصور ہے کہ انہوں نے جگہ کو نہ بھرا اس لئے ان کو چیرنا یا ان کی نماز کے آگے کو گذرنا کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص فرجہ دیکھے تو اس کو خود بند کر دے اور اگر نہ بند کرے تو دوسرا شخص اس کی گردن پر ہو کر چلا جاوے کہ اس کی کچھ تعظیم نہیں رہی۔ اخرجہ فی الفردوس عن ابن عباس وفی الحدیث من سد فرجة غفرله. اور حدیث میں ہے کہ جو شخص فرجہ بند کرے اس کی مغفرت ہوگی، (غایۃ الاوطار ص ۲۶۵ ج ۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کسی عالم یا بزرگ کو صف میں اپنی جگہ دینا:

(سوال ۱۸۸) جماعت کھڑی ہوئی ایک شخص پہلی صف میں ہے ایک عالم تشریف لائے، عالم کو دیکھ کر اس شخص نے ان کو پہلی صف میں اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود دوسری صف میں کھڑا ہوا تو اس طرح کرنا درست ہے؟ حالانکہ پہلی صف کی تو بہت فضیلت ہے! بینوا توجروا۔

(الجواب) اہل علم کی تعظیم کے خاطر خود پیچھے ہٹ کر ان کو پہلی صف میں جگہ دینا بلا کراہت درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس کا یہ فعل مناسب ہے، شامی میں ہے۔ وفی حاشیة الاشباه للحموی عن المضمرات عن النصاب وان سبق احدالی الصف الاول فدخل رجل اکبر منه سناً او اهل علم ینبغی ان یتأخر و یقدمه تعظیماً له اه فهذا یفید جواز الایثار بالقرب بلا کراهة خلافا للشافعیة .... ونقل العلامة البیری فروعا تدل علی عدم الکراهة ویدل علیه قوله تعالی ویوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة الخ (شامی ص ۵۳۲ ج ۱) باب الامامة، مطلب فی جواز الایثار بالقرب) فقط و الله اعلم بالصواب .

بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے لئے پہلی صف میں نماز پڑھنا کیسا ہے :

(سوال ۱۸۹) ہماری مسجد میں ایک دو نمازی معذور ہیں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے وہ اگر پہلی صف میں مؤذن (مکبر) کے پاس بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں تو کافی جگہ روکتے ہیں، صف کے درمیان کافی خلا رہتا ہے اور دوسرے مصلیوں کو تکلیف بھی ہوتی ہے اگر یہ لوگ صف کے کنارے بیٹھ کر یا دوسری تیسری صف میں نماز ادا کریں تو ان کو جماعت کا ثواب ملے گا؟ اور ایسے لوگوں کے لئے کس جگہ نماز ادا کرنا بہتر ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں ایسے لوگوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ آخری صف میں یا جہاں کنارے پر جگہ ہو وہاں نماز ادا کریں، انشاء اللہ ان کو جماعت اور صف اول کا ثواب ملے گا۔ شامی میں ہے (تنبیہ) قال فی المعراج الافضل ان یقف فی الصف الآخر اذا خاف ایذاء احد قال علیه الصلوٰة والسلام من ترک الصف الاول مخافة ان یؤذی مسلماً اضعف له اجرا لصف الاول وبه اخذا بو حنیفة ومحمدؒ (شامی ص ۵۳۲ ج ۱، باب الامامة)

یعنی: اپنی ذات سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ آخری صف میں کھڑا ہو، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کسی مسلمان کو تکلیف پہنچنے کے اندیشہ سے پہلی صف ترک کردے تو اسے پہلی صف کا دوگنا اجر دیا جائے گا امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے اسے اختیار فرمایا ہے (شامی ص ۵۳۲ ج ۱ باب الامامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت کے لئے حرم شریف میں جماعت سے نماز پڑھنا کیسا ہے :

(سوال ۱۹۰) عورتیں حج وعمرہ کے لئے جاتی ہیں وہاں ان کے لئے حرم شریف میں جاکر نماز باجماعت ادا کرنا افضل ہے یا اپنی قیام گاہ میں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عورتیں نماز کے لئے مسجد جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اس کی متعلق تفصیلی جواب فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد پنجم ص ۵۹ تا ص ۷۱ (جدید ترتیب میں، کتاب العیدین میں، عورتوں کا مسجد وعیدگاہ میں جانا کیسا ہے ص۱۵۶ کے عنوان سے دیکھئے۔ مرتب) پر موجود ہے اسے بغور ملاحظہ فرمائیں، اس جواب میں حضرت ام حمید ساعدی رضی اللہ عنہا کی حدیث بہت ہی زیادہ قابل غور ہے، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ **عن ام حمید امرأة ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنها انها جاء ت الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقالت یا رسول اللہ انی قد احب الصلوٰة معک قال قد علمت انک تحبین الصلوٰة معی وصلوتک فی بیتک خیر من صلوتک فی حجر تک وصلوتک فی حجر تک خیر من صلوتک فی دارک وصلو تک فی دارک خیر من صلوتک فی مسجد قومک وصلو تک فی مسجد قومک خیر من صلاتک فی مسجدی قال فامرت فبنی لها مسجد فی اقصی شیٔی من بیتها واظلمه وکانت تصلی فیه حتیٰ لقیت اللہ عزوجل رواہ احمد وابن خزیمة وابن حبان فی صحیحهما.**

ترجمہ:۔ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا شوق بہت اچھا ہے (اور دینی جذبہ ہے) مگر تمہاری نماز اندرونی کوٹھی میں کمرہ کی نماز سے بہتر ہے، اور کمرہ کی نماز گھر کے احاطہ کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے احاطہ کی نماز محلّہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے، اور محلّہ کی مسجد کی نماز میری مسجد (یعنی مسجد نبوی) کی نماز سے بہتر ہے، چنانچہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا نے فرمائش کر کے اپنے کمرے (کوٹھے) کے آخری کونے میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) بنوائی وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا اور اپنے خدا کے حضور میں حاضر ہوئیں (الترغیب والترہیب ص ۱۷۸ ج ۱، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۴۴ ج ۴)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے اپنے گھر (قیام گاہ) ہی میں نماز پڑھنا بہتر ہے چاہے وہ محلّہ کی مسجد ہو یا حرم شریف (مذکورہ حدیث تو خاص مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف تحیہ وسلام سے متعلق ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے متعلق درخواست تھی) لہذا عورتوں کی لئے بہتر یہی ہے کہ خاص نماز کے ارادہ سے مسجد نہ جائیں چاہے حرم شریف ہو۔

البتہ عورت اگر طواف کے ارادہ سے یا روضۂ پاک (علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے لئے حرم شریف میں حاضر ہوئی ہو اور نماز کی تیاری ہونے لگے تو وہاں عورتوں کے ساتھ نماز پڑھ لے، مردوں کے ساتھ ہرگز کھڑی نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام سے مقتدی ناراض ہوں تو امام امامت چھوڑ دے یا امامت پر قائم رہے؟:

(سوال ۱۹۱) ہماری مسجد میں امام صاحب آٹھ سال سے امامت کرا رہے ہیں مصلی ان سے خوش تھے مگر ابھی ایک دو باتیں پیش آگئیں جس کی وجہ سے بعض مصلی ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے کراہت کرتے ہیں (۱) مسجد کا اصول یہ ہے کہ مسجد کی دکان مسجد کے خدام کو کرایہ پر نہیں دی جاتی امام صاحب نے ایک دوکان دو تین سال سے ایک شخص کے نام سے لی اور مسجد کے ذمہ داروں کو نہیں بتایا اس کے بعد مسجد والوں کو معلوم ہوا تو تحقیق کی۔ انہوں نے صاف انکار کر دیا جب اس شخص سے پوچھا گیا تو اس نے جو بات سچ تھی وہ بتلا دی کہ دوکان امام صاحب کی ہے انہوں نے میرے نام سے لی ہے۔

(۲) انہوں نے ایک مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کیا اور مسجد میں مدرسہ کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کیا، ایک جگہ خریدنے کا بھی پروگرام تھا مگر برائے مدرسہ جگہ نہ خرید سکے جو چندہ ہوا وہ رقم اپنے اکاؤنٹ میں جمع کی، ایک موقع پر مسجد کی کمیٹی کے سکریٹری نے ان سے حساب طلب کیا تو چار پانچ ماہ تک ٹالتے رہے، سکریٹری نے دوبارہ مطالبہ کیا تو ایک خط کے ذریعہ جواب دیا ''یہ مدرسہ میرا ذاتی ہے، آپ کو اس کا حساب مانگنے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' جس کی وجہ سے مسجد میں بڑا انتشار رہا، اور بعض مصلی ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے لئے تیار نہیں، تو ان کی اقتداء میں نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حدیث میں ہے۔ **عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ثلاثۃ لا تجاوز صلوتھم اذا نھم العبد الآبق حتی یرجع وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط امام قوم وھم لہ کارھون** . رواہ الترمذی یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آدمیوں کی نماز ان کے کان سے بھی آگے تجاوز نہیں کرتی (یعنی قبول نہیں ہوتی) (۱) بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس آجائے (۲) عورت اس حال میں رات گذارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو (۳) اور وہ امام کہ لوگ اس سے ناراض ہوں، ترمذی (مشکوٰۃ شریف باب الامامۃ ص ۱۰۰) دوسری حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ لا تقبل نھم صلو تھم من تقدم قوما وھو لہ کارھون الخ** یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین شخصوں کی نماز مقبول نہیں (۱) جو کسی قوم کی امامت کرے اور لوگ اسے پسند نہ کرتے ہوں　الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۰ ایضاً)

فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے۔ **ولو ام قوماً وھم لہ کارھون لفساد فیہ او لا نھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوٰۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون وان ھو احق لا والکراھۃ علیھم** یعنی اگر کوئی شخص امامت کرتا ہے اور نمازی اس سے کراہیت کرتے

ہیں (اسے پسند نہیں کرتے) تو اگر اس کراہیت اور ناگواری کا سبب یہ ہے کہ امام میں کوئی خرابی ہے یا یہ لوگ امامت کے اس سے زیادہ مستحق ہیں وہ ان سے کم درجہ رکھتا ہے تو اس کو امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو امامت کرے اور لوگ اس سے کراہیت کرتے ہوں، اور اگر واقعہ یہ ہے کہ امام ہی سب ہی سے زیادہ امامت کا حقدار ہے (عالم و فاضل اور متقی ہے) اور لوگ اس سے کراہیت کرتے ہیں تو اس کراہیت کا وبال نمازیوں پر ہوگا (درمختار مع شامی باب الامامۃ ص ۵۲۲ ج ۱) (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۱۶۴.....۱۶۵ ج ۱ ص ۱۶۴، ۱۶۵) (جدید ترتیب میں **من یصلح اماماً لغیرہ**، میں فاسق و فاجر و بدعتی کی امامت کا کیا حکم ہے، کے عنوان سے دیکھئے ~~مرتب~~)

صورت مسئولہ میں بعض مصلی امام سے ناراض ہیں، ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے کراہیت کرتے ہیں، سوال سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی ناراضگی بلا وجہ نہیں ہے، انہوں نے جھوٹ بولا اور غلط معاملہ کیا اور عرصہ تک اس غلط چیز کو چلاتے رہے اور مسجد میں مدرسہ کے نام سے چندہ کیا اور بعد میں اس چندہ کا حساب نہیں دیا اور یہ کہا کہ یہ ''میرا ذاتی معاملہ ہے'' آپ کو حساب مانگنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ قابل قبول نہیں ہے، چندہ مدرسہ کے نام سے کیا گیا ہے اس لئے امانت داری کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا حساب بالکل صاف رکھنا چاہئے تھا، حساب نہ رکھنا اس سے لوگوں کو یقیناً چندہ کرنے والے کے متعلق خیانت کا خیال پیدا ہوگا اور مصلیوں میں انتشار ہوگا لہذا ایسے شخص کو امامت جیسے اہم منصب پر قائم رکھنا موجب فتنہ ہوسکتا ہے، امامت بہت عظیم منصب ہے ایسا شخص اس اہم منصب کے قابل نہیں امامت کرانا ان کے لئے مکروہ تحریمی ہے، لہذا ان کو از خود مستعفی ہوجانا چاہئے، امامت کتنا عظیم منصب ہے اور امام کو کتنا محتاط ہونا چاہئے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگائیے۔

ابوداؤد شریف میں ہے:۔ ایک شخص نے کچھ لوگوں کی امامت کی، اسے تھوک آیا تو قبلہ کی جانب تھوک دیا آنحضرت ﷺ دیکھ رہے تھے جب نماز سے فارغ ہوگیا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں سے آنحضرت ﷺ نے فرمادیا کہ یہ شخص آئندہ تمہاری امامت نہ کرے، اس کے بعد اس شخص نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اسے روک دیا اور بتادیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے، یہ شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس واقعہ کا تذکرہ کیا رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے کہا تھا، راوی بیان کرتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم نے اللہ کو اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی تھی۔ **ان رجلاً ام قوماً فبصق فی القبلة ورسول الله صلی الله علیه وسلم ینظر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم حین فرغ لا یصلی بکم فاراد بعد ذلک ان یصلی لهم فمنعوه واخبروه بقول رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر ذلک لرسول الله صلی الله علیه وسلم فقال نعم وحسبت انه قال انک اذیت الله ورسوله صلی الله علیه وسلم** (ابوداؤد شریف باب کراهیة البزاق فی المسجد ج ۱ ص ۷۶) (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۱۶۴) **فقط و الله اعلم بالصواب**۔ جدید ترتیب میں ~~مرتب~~۔ مصحح۔

مسجد میں جماعت ثانیہ کی عادت بنالینا:

(سوال ۱۹۲) ہماری مسجد میں جماعت ہوجانے کے بعد آس پاس کے دوکاندار اکثر جماعت ثانیہ کرتے ہیں ان کا یہ عمل کیسا ہے؟ تنہا تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے یا جماعت ثانیہ کر کے، آپ مفصل جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) اسلام میں نماز با جماعت ادا کرنے کی بڑی فضیلت اور بہت تاکید آئی ہے، ارشاد خداوندی ہے واركعوا مع الراكعين (سورۂ بقرہ) نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو۔ (یعنی جماعت سے نماز ادا کرو) ای صلوا مع المصلين (جلالین) اور فرمان نبوی ﷺ ہے صلوٰة الجماعة تفضل صلوٰة الفذ بسبع وعشرين درجة. یعنی جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ بڑھ جاتی ہے اور افضل ہوجاتی ہے (صحیح بخاری باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ص۸۹ ج ا پ ۳) (صحیح مسلم ج ا ص ۲۳۱) (جامع ترمذی ج ا ص ۲۰)

سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جو شخص اذان سنے اور عذر نہ ہونے کے باوجود مسجد میں حاضری نہ دے سکے تو اس کی اکیلی پڑھی ہوئی نماز قبول نہ ہوگی (اگر چہ ضابطہ کی خانہ پری ہوجائے گی اور فریضہ ساقط ہوجائے گا) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا عذر کیا؟ فرمایا (جان مال، آبرو کا) خوف یا مرض۔ من سمع المنادى فلم يمنعه من اتباعه عذر قالوا وما العذر قال خوف او مرض لم تقبل منه الصلوٰة التى صلى (باب التشديد فى ترك الجماعة ابو داؤد شريف ص ۸۸ ج ۱)

نیز ارشاد فرمایا، جماعت ترک کرنا چھوڑ دو، ورنہ خدائے پاک دلوں پر مہر لگادے گا اور تم ان میں سے ہوجاؤ گے جن کو اللہ نے غافل قرار دیا ہے۔ (ابن ماجہ مصری ص ۲۶۰) نیز ارشاد ہوا، آدمی کے کان گرم کئے ہوئے رانگ سے بھر جائیں (یعنی بہرے ہوجائیں) یہ بہتر ہے اس سے کہ اذان سنے اور اذان کی پکار کو قبول نہ کرے (کتاب الصلوٰۃ لابن القیم)

ایک حدیث میں تین قسم کے آدمیوں پر اللہ کی لعنت آئی ہے جن میں سے ایک وہ ہے جو اذان سنے اور مسجد میں حاضر نہ ہو، آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ الجفاء كل الجفاء والكفر والنفاق من سمع منادى الله تعالىٰ ينادى بالصلوة ويدعوا الى الفلاح فلا يجيبه (جامع الصغير ج ا ص ۱۲۱ مجمع الزوائد ج ا ص ۱۵۸ باب اجابة المؤذن ومايقول عند الاذان والاقامة)

ترجمہ: سراسر ظلم اور کفر و نفاق ہے کہ اللہ کے منادی کو سنے کہ نماز کے لئے پکار رہا ہے فلاح (اور ابدی کامیابی) کے لئے دعوت دے رہا ہے پھر بھی لبیک نہ کہے اور اس کی پکار کا جواب نہ دے۔

ابوداؤد شریف میں ایک حدیث ہے۔ لقد هممت ان امر فتيتى فيجمعوا الى حزماً من حطب ثم اتى قوماً يصلون فى بيوتهم ليست بهم علة فاحرقها عليهم بے شک میرا جی چاہتا ہے کہ جوانوں کو حکم دوں کہ وہ سوختہ جمع کریں پھر میں جاؤں ان لوگوں کے پاس جو بلا عذر اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں اور انہیں مع گھر کے جلادوں (ابوداؤد شریف باب التشدید فی ترک الجماعۃ ج ا ص ۸۸)

تنبیہ:

رحمت عالم ﷺ آگ لگا دینے کی سزا ان کے لئے تجویز فرماتے ہیں جو نماز تو پڑھتے ہیں مگر مسجد میں نہیں آتے گھر میں پڑھتے ہیں، اب غور فرمایئے اور سبق لیجئے کہ ان کی سزا کیا ہوگی جو معاذ اللہ نماز ہی نہیں پڑھتے (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۰۹ تا ص ۲۱۴ جلد اول اردو) (جدید ترتیب کے اسی باب میں اسلام میں جماعت کی اہمیت کی عنوان سے دیکھئے ص۱۳ مرتب)

مندرجہ بالا آیت قرآنی اور احادیث مبارکہ سے جماعت کی اہمیت تاکید اور فضیلت ثابت ہوتی ہے لہذا شرعی عذر کے بغیر جماعت ترک نہ کرنا چاہئے اور جماعت چھوڑنے کی عادت بنالینا تو سنگین گناہ اور بہت ہی خطرناک چیز ہے اگر کسی وقت کسی شرعی عذر کی وجہ سے باجماعت نماز پڑھنے کا شوق ہو تو گھر جا کر اہل خانہ کے ہمراہ جماعت کرے۔

صورت مسئولہ میں مسجد میں جماعت ثانیہ کا جو طریقہ سوال میں درج ہے وہ بالکل غلط اور گناہ ہے اس طریقہ کو فوراً ہی بند کر دینا چاہئے لوگوں کے دلوں میں سے جماعت اولیٰ کی اہمیت اور عظمت نکلے گی اور تقلیل جماعت کا سبب ہوگی اور اس کے ذمہ دار دوسری جماعت کرنے والے ہوں گے، اگر جماعت چھوٹ جانے کی وجہ سے مسجد میں نماز ادا کرے تو تنہا تنہا پڑھنا بہتر ہے، مسجد میں جماعت ثانیہ کے متعلق فتاویٰ رحیمیہ کی جلد چہارم میں ایک سوال و جواب ہے اسے یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(سوال ۱۶۹) تبلیغی جماعت ایک بستی میں ایسے وقت پہنچی کہ جماعت ہو چکی تھی تو ان کے لئے جماعت ثانیہ کرنا بہتر ہے یا فرادیٰ مع اذان و اقامت یا بلا اذان و اقامت ادا کرنا بہتر ہے؟

(الجواب) اس صورت میں فرادیٰ بلا اذان و اقامت نماز ادا کی جائے کہ مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ قال (واذا دخل القوم مسجداً قد صلی فیہ اھلہ کرھت لھم ان یصلو اجماعة باذان واقامة ولکنھم یصلون وحداناً بغیر اذان ولا اقامة) لحدیث الحسن قال کانت الصحابة اذا فاتتھم الجماعة فمنھم من اتبع الجماعات ومنھم من صلی فی مسجدہ بغیر اذان ولا اقامة الخ (مبسوط للسرخسی ص ۱۳۵ ج ۱ باب الاذان) (فتاوی رحیمیه ص۱۲۴ ج ۴)

درمختار میں ہے (او) مصل (فی مسجد بعد صلوة جماعة فیه) بل یکرہ فعلھما وتکرار الجماعة . شامی ہے۔ (قوله تکرار الجماعة) لما روی عبدالرحمن ابن ابی بکر عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج من بیته لیصلح بین الانصار فرجع وقد صلی فی المسجد بجامعة ، فدخل رسول الله صلی الله علیه وسلم فی منزل بعض اھله فجمع اھله فصلی بھم جماعة ولو لم یکرہ تکرار الجماعة فی المسجد لصلی فیه وروی عن انس ان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کانوا اذا فاتتھم الجماعة فی المسجد صلوا فی المسجد فرادی ولان التکرار یؤدی الیٰ تقلیل الجماعة لان الناس اذا علموا انھم تفوتھم الجماعة یتعجلون فتکثر والا تاخروا اھ بدائع وحینئذ فلو دخل جماعة المسجد بعد ما صلی اھله فیه فانھم یصلون وحدانا وھو ظاھر الروایة ظھیریة ...... الخ (شامی ص ۳٦۷ ج ۱، باب الاذان . نیز ص ۵۱٦ ج ۱ ، باب الامامة.)

بہشتی گوہر میں ہے: تنبیہ ہر چند کہ بعض لوگوں کا عمل امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے لیکن امام صاحب کا قول دلیل سے بھی قوی ہے اور اس وقت دینیات میں اور خصوص امر جماعت میں جو تہاون اور تکاسل ہو رہا ہے اس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ باوجود تبدیل ہیئت کراہت پر فتویٰ دیا جائے ورنہ لوگ قصداً جماعت اولیٰ کو ترک کریں گے کہ ہم اپنی دوسری کرلیں گے (بہشتی گوہر ص ۶۳ جماعت کے احکام) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صفیں درست کرانا کس کی ذمہ داری ہے؟ امام کی یا مؤذن کی :

(سوال ۱۹۴) کیا مؤذن پر یہ ذمہ داری ڈالنا صحیح ہے کہ وہ تکبیر شروع کرنے سے پہلے تین مرتبہ آواز بلند یہ کہا کرے صاحبو! صفیں درست کرلیجئے" بینوا توجروا۔

(الجواب) اقامت کا مقصد ہی حاضرین کو متوجہ اور مطلع کرنا ہے کہ اپنے اپنے انفرادی عمل چھوڑ کر جماعت میں شریک ہونے کی تیاری اور صف بندی شروع کردیں۔ لہٰذا مؤذن کو سوال میں درج شدہ جملہ کہنے کے لئے پابند بنانا غیر ضروری ہے، صفوں کی درستگی میں اگر خلل ہو تو امام کی ذمہ داری ہے کہ صفیں درست کرائے، یہ مؤذن کی ذمہ داری نہیں پچھلی صفوں کو درست کرنے کے لئے اگر کسی شخص کو مقرر کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو امام کسی کو بھی مقرر کرسکتا ہے اور صفوں کی درستگی تک نماز شروع کرنے میں تاخیر کرسکتا ہے۔

ترمذی شریف میں ہے۔ روی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یؤکل رجلاً باقامۃ الصفوف ولا یکبر حتی یخبر ان الصفوف قد استوت وروی عن علی رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ انہما کانا یتعاھدان ذلک ویقولان استووا ۔ یعنی حضرت عمرؓ نے صفیں درست کرنے کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا تھا اور جب تک آپ کو صفیں درست ہونے کی خبر نہ دی جاتی آپ تکبیر تحریمہ نہ کہتے، حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا بھی یہی معمول تھا اور فرماتے استووا سیدھے کھڑے رہو (ترمذی شریف ص ۳۱ ج ۱، باب ماجاء فی اقامۃ الصفوف)

مؤطا امام مالک میں روایت ہے: مالک عن ابی النضر مولی عمر بن عبید اللہ عن مالک بن ابی عامر ان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کان یقول فی خطبتہ قل ما ید ع ذلک اذا خطب، اذا قام الا مام یخطب یوم الجمعۃ فاستمعوا وانصتوا فان للمنصت الذی لا یسمع من الحظ مثل ما للمنصت السامع فاذا قامت الصلوۃ فاعدلو االصفوف وحاذوا بالمناکب فان اعتدال الصفوف من تمام الصلوۃ ثم لایکبر حتی یأتیہ رجال قدو کلھم بتسویۃ الصفوف فیخبرو نہ ان قد استوت فیکبر ۔ یعنی حضرت عثمانؓ اکثر اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے "جب امام جمعہ کے دن خطبہ دے تو غور سے سنو اور خاموش رہو جس کو خطبہ سنائی نہ دے اور وہ خاموش رہے تو اسے خطبہ سننے والے کے مثل ثواب ملتا ہے جب نماز کھڑی ہوجائے تو صفیں درست کرو اور کندھے برابر رکھو (یعنی کوئی بلند جگہ کھڑا نہ رہے بلکہ برابر جگہ پر کھڑا رہے تاکہ کندھے برابر رہیں) صفوں کی درستگی نماز کی تمامی میں سے ہے ثم لا یکبر :۔ آپ نے جن لوگوں کو صفیں درست کرنے کے لئے مقرر کر رکھا تھا جب وہ آپ کو صفیں درست ہونے کی اطلاع دیتے اس وقت آپ تکبیر تحریمہ کہتے (مؤطا امام مالک ص ۳۶ ماجاء فی انصات یوم الجمعۃ والامام یخطب)

درمختار میں ہے۔ (ویصف) ای یصفھم الا مام بان یأ مرھم بذلک قال الشمنی وینبغی ان

یأمرهم بان یتواصوا ویسدوا الخلل ویسووا منا کبهم (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۵۳۱ باب الامامۃ) غایۃ الاوطار میں ہے ویصف ...... اور صف باندھیں یعنی مقتدیوں کی صف کروائے، امام اس طرح کہ ان کو حکم کرے صف باندھنے کا، شمنی نے کہا امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہیں اور دو شخصوں کے بیچ کی جگہ کو بند کریں اور اپنے شانوں کو برابر رکھیں (غایۃ الاوطار۔ ج ۱ ص ۲۶۴ واللہ اعلم)

عیدگاہ میں جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۹۵) ہمارے یہاں قدیم زمانہ سے عیدگاہ میں سب مل کر ایک ساتھ ہی عیدین کی نماز ادا کرتے تھے مگر چند برسوں سے چند بدعتی ایک دوسری جماعت بنا کر اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے ضد کر رہے ہیں تو کیا عیدگاہ میں ثانی جماعت کر سکتے ہیں؟ اگر بالفرض کر لی جائے تو کیا خطبہ ایک ہی ہوگا یا الگ الگ؟ بینوا، توجروا۔

(الجواب) جس مسجد میں ایک بار محلہ کے لوگوں نے اپنے وقت پر نماز پڑھ لی ہو اس مسجد میں دوسری جماعت (جماعت ثانیہ) کی شرعاً اجازت نہیں۔ (۱) اسی طرح عیدگاہ کا بھی یہی حکم ہے۔ اہل بدعت دوسری جماعت کرنا چاہتے ہیں تو با اثر اور ذمہ دار حضرات پر لازم ہے کہ ان کو سمجھائیں اور جماعت ثانیہ کرنے سے روکیں، اگر فتنہ کا ڈر ہو تو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، اس کا وبال اور گناہ ان کے سر ہوگا۔ اہل حق نماز با جماعت ادا کریں اور اس کے بعد فوراً خطبہ ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قابل اعادہ نماز کی جماعت میں نئے مقتدی شامل ہوئے تو ان کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(سوال ۱۹۶) ہماری مسجد میں کل عشاء کی آخری رکعت میں امام صاحب نے غلطی سے تین سجدے کر لئے، ان کو معلوم نہیں تھا کہ مجھ سے تین سجدے ہو گئے اس لئے سجدۂ سہو نہیں کیا نماز پوری ہونے کے بعد مقتدیوں نے توجہ دلائی، امام صاحب کو بھی خیال آ گیا کہ تین سجدے ہو گئے ہیں، امام صاحب نے فوراً دوسری جماعت کی، جن مقتدیوں کی رکعتیں گئی تھیں وہ اپنی توڑ کر دوسری جماعت میں شامل ہو گئے، اسی طرح کچھ نئے مقتدی بھی دوسری جماعت میں شریک ہو گئے، ان لوگوں کی نماز درست ہے یا اعادہ ضروری ہے، جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا؟۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں عشاء کی آخری رکعت میں تین سجدے کرنے کی وجہ سے چوتھی رکعت کے قعدہ میں تاخیر ہوئی، سجدہ سہو کر لیا جاتا تو نماز مکمل ہو جاتی مگر سجدہ سہو نہیں کیا گیا اور بعد میں نماز کا با جماعت اعادہ کیا گیا تو مذکورہ صورت میں فریضہ پہلی نماز سے ادا ہو گیا ہے، البتہ سجدۂ سہو نہ کرنے کی وجہ سے جو کمی رہ گئی تھی دوسری جماعت سے اس کی تلافی ہو گئی، دوسری جماعت مستقل فریضہ نہیں ہے، پہلی نماز کی تکمیل کے لئے ہے، لہٰذا وہ مقتدی جن کا فریضہ مکمل طور پر باقی ہے وہ اس جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے، اگر شریک ہوں گے تو ان کی نماز ادا نہ ہوگی۔ (۲) اعادہ لازم ہوگا، اس لئے صورت مسئولہ میں جو مقتدی اپنی نماز توڑ کر دوسری جماعت میں شریک

---

(۱) ویکره تکرار الجماعة بأذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام له ولا مؤذن درمختار علی هامش شامی باب الامامة ج ۱ ص ۵۵۲.

(۲) وکذا کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها والمختار أنه جابر للأول درمختار علی هامش شامی مطلب کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها ج ۱ ص ۴۵۷.

ہوئے یا جو نئے مقتدی دوسری جماعت میں شامل ہوئے ان کی نماز ادا نہیں ہوئی ان پر اعادہ ضروری ہے اور جو مقتدی پہلی جماعت میں پہلی رکعت سے آخر تک امام کے ساتھ شریک رہے ان کی اور امام کی نماز صحیح ہو گئی، ان پر اعادہ نہیں ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام کے لئے وقت پر حاضری ضروری ہے:

(سوال ۱۹۷) ہمارے امام صاحب عشاء کی نماز میں عام طور پر دیر سے آتے ہیں، گاہے گاہے غیر حاضر بھی رہتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ میرا کھانا عین نماز کے وقت آتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جب کھانا سامنے آجاوے تو اولاً کھانا کھا کر فارغ ہو جائے پھر نماز پڑھو کیا یہ عذر ٹھیک ہے؟

(الجواب) امام اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس صورت میں مصلیوں کو انتظار کی زحمت و پریشانی ہوگی اور نماز میں تاخیر ہوگی، لہذا امام کو وقت کا اہتمام چاہئے البتہ اس مسجد میں نائب امام ہے تو پھر حرج نہیں مگر اس طرح تاخیر کی عادت بنالینا مناسب نہیں، امام ہو یا مقتدی کھانا کھا کر جلدی فارغ ہو جائے، یا کھانے کا وقت بدل دے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جماعت ثانیہ کا حکم:

(سوال ۱۹۸) محراب سے ہٹ کر مسجد کے گوشہ میں جماعت ثانیہ کرنے میں کوئی حرج ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جماعت خانہ میں جماعت ثانیہ کا رواج جماعت اولیٰ پر اثر انداز ہوتا ہی ہے لہذا جماعت ثانیہ کراہت سے خالی نہیں۔

اگر کبھی کسی قوی عذر کی وجہ سے جماعت فوت ہو جاوے تو گھر میں یا مسجد شرعی سے باہر (فنائے مسجد میں) جماعت کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں مگر اس کی عادت نہ کر لی جائے۔ **او مصل فی مسجد بعد صلاۃ جماعۃ فیہ بل یکرہ فعلھما وتکرار الجماعۃ (درمختار) قال الشامی روی عن عبدالرحمن بن ابی بکر عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج من بیتہ لیصلح بین الا نصار فرجع وقد صلی فی المسجد بجماعۃ فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی منزل بعض اھلہ فصلی بھم جماعۃ (الی قولہ) وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی الھیئۃ الا ولیٰ لا تکرہ والا تکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیئۃ کذا فی البزازیہ (شامی ج ۱ ص ۳۶۷، باب الاذان) فقط و اللہ اعلم بالصواب.**

متعین امام کی موجودگی میں داڑھی منڈے ٹرسٹی کا نماز پڑھانا۔ کیا دعوت اسلام کی ضرورت کے پیش نظر داڑھی منڈانے کی اجازت ہے:

(سوال ۱۹۹) (۱) ایک ادارہ ہے جس میں اسماعیلی آغا خانی خوجہ کے بچے ہیں جن کو دین اور دنیا دونوں کی تعلیم دی جاتی ہے، پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہے اور امامت ایک قاری صاحب کرتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کچھ

دنوں سے ادارہ والوں نے یہ کہا کہ جب ٹرسٹی حضرات اوقات نماز میں حاضر ہوں تو ان کو امامت کے لئے آگے بڑھایا جائے، حال یہ ہے کہ امامت کرنے والا داڑھی منڈاتا ہے تو کیا علماء وقراء صاحبان کی موجودگی میں بے ریش آدمی کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں، اگر ہوگی تو مکروہ تنزیہی یا تحریمی، نیز اگر نماز نہیں ہوگی تو کیا صرف علماء کی نہیں ہوگی یا عوام کی بھی؟

دوسری بات یہ کہ مذکورامام خوجہ میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا کام کرتا ہے اگر وہ آدمی داڑھی رکھ لے تو خوجوں میں تبلیغ کا کام نہیں کرسکتا، مذکورہ شخص کہتا ہے کہ میرے پیچھے بلا کراہت نماز درست ہوجاتی ہے، چونکہ میں تبلیغ کا کام کرتا ہوں اگر آپ کی جگہ فلاں فلاں علماء ہوتے تو ہم لوگوں کو نماز پڑھانے کے اجازت دیتے، ایسے حالات میں عام لوگ ٹرسٹیوں کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟

(۲) فاسق کی لغوی واصطلاحی تعریف، نیز فاسق کی سزا قرآن وحدیث میں کیا ہے؟ نیز فاسق کی قسمیں ہیں یا نہیں؟

(۴،۳) میں ایک آغاخوانی خوجہ ہوں کسی مولانا کی تقریر سن کر ایمان لایا اور آغا خان کو خدا کہنا چھوڑ دیا، اب میں نے سوچا کہ ہماری قوم کے لوگوں کو بھی دوزخ کے عذاب سے بچایا جائے، چنانچہ میں نے دعوت کا کام شروع کیا، خوجہ لوگوں کے بہت سے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ داڑھی رکھنے والا بالکل گھٹیا ہے، اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں، اگر میں داڑھی رکھ لوں تو نئے خوجوں کو دعوت نہیں دے سکتا، اب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں شریعت مجھے داڑھی منڈانے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں، نیز اگر میں داڑھی نہ رکھوں تو کیا خدا کے یہاں عذاب کا مستحق ہوؤں گا؟ یا اللہ مجھے دعوت ایمان کی برکت سے چھوڑ دے گا، مجھے افسوس ہے ہندوستان کے علماء کرام پر، تبلیغی جماعت پر، جماعت اسلامی پر غیر مقلدین پر کیونکہ کوئی بھی جماعت آج کی تاریخ میں ہماری قوم (خوجہ اسماعیلی آغاخانی) کو ایمان کی دعوت نہیں دیتے جب کہ ہماری قوم کے لوگوں کا نام ہے صدرالدین، بدرالدین محمد مبارک وغیرہ، جب کہ ہماری قوم روزہ کی منکر ہے نماز کی منکر ہے، زکوٰۃ کی منکر ہے، ایسے نازک وقت میں ہمارے چند دوستوں نے ہماری قوم میں تبلیغ کا کام شروع کیا، الحمد اللہ فائدہ ہے، لیکن علماء کرام ہم پر فاسق کا فتویٰ لگاتے ہیں صرف داڑھی نہ رکھنے کی وجہ سے، تو فاسق کا اطلاق ہم پر ہوتا ہے یا نہیں؟ کیا فاسق کہنے والوں پر خدا کی لعنت نہ ہوگی۔

(۵) تبلیغ دین کی غرض سے ہم نے ایک ادارہ کھولا ہے، جس میں آغاخانی بچوں کو لاکر دین واسلام کی تعلیم دیتے ہیں ان بچوں کو تعلیم دے کر ان سے تبلیغ ودعوت دین کا کام لینا ہے، اور ہماری قوم داڑھی والے کی بات نہیں مانتی، تو ان بچوں سے داڑھی نہ رکھوا کر دین کا کام لے سکتے ہیں؟ ان بچوں کا داڑھی نہ رکھنا کیسا ہے؟ بینوا، توجروا۔

(الجواب ۱۔ ۲) امامت کا منصب بہت عظیم ہے، امام کے لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے، امام متبع سنت اور پابند شریعت ہونا چاہئے، شریعت میں داڑھی کی بہت ہی اہمیت ہے، تمام انبیاء علیہم السلام کی متفقہ سنت ہے، حضور اقدس ﷺ کا دائمی عمل ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو داڑھی رکھنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے لہذا مردوں کے لئے داڑھی رکھنا واجب اور ضروری ہے اور اس کی مقدار شرعی ایک قبضہ (ایک مشت) ہے اور داڑھی منڈانا حرام اور گناہ کبیرہ اور موجب فسق ہے اس پر امت کا اجماع ہے دلائل وحوالہ جات کے لئے ملاحظہ ہو

فتاوی رحیمیہ اردو ج ۶ ص ۲۳۶ تا ص ۲۵۰ (جدید ترتیب، کتاب الحظر والاباحۃ بالوں کے احکام، میں داڑھی کا وجوب اور ملازمت کی وجہ سے اس کا منڈانا، کے عنوان سے دیکھئے۔ص ۱۰۵، ج ۱۰، از مرتب) نیز جلد ۲ از ص ۳۹۸ تا ص ۴۰۶ (جدید ترتیب، ایمان وعقائد میں ڈاڑھی پر تنقید کا حکم، کے عنوان سے دیکھئے۔ مرتب)

لہذا متبع سنت حضرات اور خاص کر مقرر امام کی موجودگی میں ایسے شخص کا جو داڑھی منڈاتا ہو نماز پڑھانا مکروہ تحریمی ہے، اور یہ کراہت سب کے حق میں ہے، علماء ہوں یا عوام حدیث میں ہے **وقد ورد عن ابن عمر مرفوعاً اجعلوا ائمتکم خیارکم فانهم وفد کم فیما بینکم وبین ربکم وفی روایة ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیؤمکم علماء کم فانهم وفد کم فیما بینکم وبین ربکم .** اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نماز درجۂ قبولیت کو پہنچے تو جو تم میں زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو وہ تمہارا امام بنے کہ امام تمہارے اور تمارے رب کے درمیان بطور قاصد ہے (شرح نقایہ باب ملامۃ تحت قولہ ثم الامین الخ ج ۱ ص ۸۶ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ج ۱ ص ۱۷۵) کبیری میں ہے۔ **لو قدموا فاسقا یأثمون**، اگر فاسق کو امام بنائیں گے تو گنہگار ہوں گے (کبیری ص ۴۷۹ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ج ۱ ص ۱۷۵، باب من یصح اماما لغیرہ میں، فاسق کی امامت، کے عنوان سے دیکھئے) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاوی رحیمیہ ج ۴ ص ۱۷۳، نیز ج ۷ ص ۱۹۱ تا ص ۱۹۴، نیز یہ بھی ذہن میں رہے کہ امام معین ہی امامت کے لئے افضل اور اولیٰ ہوتا ہے، یہ اسی کا حق ہے، اگر اتفاق سے حاضرین میں اس سے بہتر کوئی شخص ہو تب بھی معین امام امامت کے لئے بہتر ہے، درمختار میں ہے **واعلم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولیٰ بالا مامة من غیره مطلقاً (درمختار) (قوله مطلقاً)ای وان غیره من الحاصرین من هو اعلم واقرأ منه (شامی باب الا مامة ج ۱ ص ۵۲۲، بحواله فتاوی رحیمیه ج ۴ ص ۳۵۵)** (جدید ترتیب میں نو وارد عالم وقاری سے متعین امام اولی بالامامت ہے کے عنوان سے دیکھئےص ۱۳۸۔مرتب) پورا فتوی ملاحظہ فرمائیں، لہذا صورت مسئولہ میں جو معین امام ہے انہیں کی اقتداء میں نماز ادا کرنا چاہئے، ٹرسٹی حضرات کا امامت کرنا بالکل مناسب نہیں ہے، یہ شرعی اصول ہے اس میں کسی کی توہین مقصود نہیں ہوتی بلکہ مسئلہ کا اظہار اور اس کے مطابق عمل کرنا مقصود ہوتا ہے، لہذا ٹرسٹی حضرات کو ناگواری نہیں محسوس کرنا چاہئے، اور پوری بشاشت اور شرح صدر اور خوشی سے معین امام ہی کی اقتداء میں نماز ادا کرنا چاہئے، سوال میں جو بات لکھی ہے کہ فلاں فلاں حضرات ہمیں نماز پڑھانے کی اجازت دے دیتے، ایسی رائے قائم کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی اجازت بھی دے دے تو وہ حجت نہیں ہوسکتا۔

(**الجواب ۳، ۴، ۵**) اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل سے ایمان اور ہدایت سے نوازا، اللہ مبارک کرے اور ایمان وہدایت پر استقامت اور حسن خاتمہ کی دولت سے ہم سب کو نوازے آمین **بحرمة النبی الا می، صلی الله علیه وسلم.** حقیقت میں ایمان وہدایت سے بڑھ کر کوئی نعمت اور دولت نہیں اس پر ہم اللہ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔

ماشاء اللہ اپنی قوم میں تبلیغ کا جذبہ بہت ہی اعلیٰ اور تقلید کے قابل ہے، اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے مدد فرمائے اور ہدایت کا ذریعہ بنائے، لوگوں کو ایمان کی بیش بہا دولت عطا فرمائے، آمین۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ہمیں پورا پورا اسلام میں داخل ہونا ہے **یاایها الذین امنوا ادخلوا فی السلم**

کافۃ ۔اے ایمان والواسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ،ظاہراً باطناً اسلامی تعلیمات پرعمل کرنا ضروری ہوجاتا ہے ۔اور ہر عمل سے مقصود رضائے الٰہی ہے،ایمان کی دعوت پیش کرنا یہ ہماری ذمہ داری ہے اس کے بعد دلوں میں ہدایت اور ایمان ڈالنا ہمارے بس کی بات نہیں، یہ اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے،حضور اقدس ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء ترجمہ:ان کافروں کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ(فرض واجب نہیں) لیکن خدا تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت پر لے آوے(قرآن مجید،پ نمبر۳ سورۂ بقرہ)اس لئے ہمارا کام شریعت وسنت کی اتباع کرنا اور لوگوں کو امر بالمعروف ،نھی عن المنکر اور ایمان کی دعوت دینا ہے جیسا کہ جواب نمبر۱،نمبر۲ میں عرض کیا گیا،اسلام میں داڑھی کی بہت ہی اہمیت ہے اس لئے یہ مبارک سنت ہمارے چہرے پر ہونی ہی چاہئے ،سوال میں جو بات لکھی ہے اس کی وجہ سے داڑھی منڈانے کی اجازت نہ ہوگی ،سنت پرعمل کرنے کی نیت سے داڑھی رکھیں انشاء اللہ اس کی برکت سے اچھے ہی نتائج برآمد ہوں گے،دلوں کا مائل کرنا اللہ کی قدرت میں ہے وہ ہی تمام انسانوں کے دلوں کا مالک ہے، اللہ تعالیٰ سے صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر اور موقعہ بموقعہ دعا کرتے رہیں اور اپنے طور پر پوری طرح شریعت کے مطابق عمل کر کے دعوت کے کام میں لگے رہئے نتائج کی فکر نہ کیجئے ،نتائج اللہ کی مشیت وقدرت پر چھوڑ دیجئے ہمارا جذبہ نیک ہونا چاہئے ،سنت کے مطابق ہماری زندگی ہونی چاہئے ، حضور اقدس ﷺ کے مبارک اخلاق ہمارے اندر ہونے چاہئے اور لگن ومحنت سے کام میں لگے رہنا چاہئے ، اللہ عزوجل سے دعا کرتے اور مدد کی درخواست کرتے رہنا چاہئے ، اللہ تعالیٰ خوب خوب کامیابی عطا فرمائے ،اپنی رضا مندی نصیب فرمائے ۔پوری امت کو ہدایت اور ایمان سے مالا مال فرمائے ،آمین بحرمۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم ، فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب .وھو الھادی الی الصراط المستقیم.

(نوٹ)خود بھی اس مبارک سنت اور نورانی سنت پرعمل کریں اور آپ کے ادارہ میں جو بچے تعلیم میں مشغول ہیں ان کو بھی اس پر آمادہ کریں،انکار نہ کریں اللہ پاک ہم سب سے راضی ہوجائے ،اپنے رضا مندی والے کام ہم سے لے کر اپنی رضا مندی نصیب فرمائے ،اپنے غضب وقہر وعذاب سے محفوظ رکھے آمین ،بحرمۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

نسوانی مدرسہ میں طالبات کا باجماعت نماز ادا کرنا جب کہ مسجد شرعی موجود ہو:

(سوال ۲۰۰)ایک مدرسہ کے احاطہ میں طلبہ کے لئے شرعی مسجد بنائی گئی تھی مگر فی الحال اس مدرسہ کو طالبات کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے اب وہاں صرف طالبات مقیم ہیں،اس مسجد میں مدرسہ کے دو تین ذمہ دار حضرات نماز باجماعت ادا کریں اور تمام طالبات مسجد کی بالائی منزل میں اقتداء کر کے جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں تو یہ طریقہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)عورتوں کے حق میں جماعت نہ مطلوب ہے[1]،نہ وہ اس کی مامور اور مکلّف ہیں ان کو تو فرادیٰ فرادیٰ (تنہا تنہا)ہی نماز ادا کرنے کی عادت ڈالنا چاہئے ۔لہٰذا صورت مسئولہ میں طالبات فرادیٰ فرادیٰ ہی نماز ادا کریں

(۱) ویکرہ تحریماً جماعۃ النساء ولو فی التراویح درمختار علی ھامش درمختار باب الامامۃ ج۱ ص ۵۶۵.

،مسجد آباد رہے، وقت پر اذان بھی ہو اور جماعت بھی ہو اس مقصد سے کم از کم دو تین ذمہ دار حضرات پردہ کے اہتمام کے ساتھ مسجد میں نماز باجماعت ادا کرلیں، اگر وقت میں زیادہ گنجائش نہ ہو تو وہاں صرف فرض ادا کرلیں اور سنت اپنے مقام (کمرہ) میں ادا کرلیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مقلد، جماعت کی نماز میں اپنا ٹخنہ قریبی نمازی کے ٹخنہ سے ملانا ضروری سمجھتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ اور اس کا کیا مطلب ہے :

(سوال ۲۰۱) بخدمت اقدس حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

بعد سلام مسنون گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوال کا تحقیقی جواب مطلوب ہے امید ہے کہ آپ تشفی بخش مدلل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

استفتاء:

ریاض الصالحین میں باب فضل الصف الاول والامر باتمام الصفوف میں حدیث نمبر ۱۹۵ میں یوں کلمات ہیں **وفي رواية للبخاري وكان احدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه وقدمه بقدمه.** روایت کے ان کلمات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نماز میں ایک نمازی کے قدم دوسرے نمازی کے قدم کے ساتھ کھڑے ہونے کی حالت میں (حالت قیام میں) ملے ہوئے ہونے چاہئے، جیسا کہ اہل حدیث کہتے ہیں۔

یہاں امریکہ کنیڈا میں تمام احناف کی مساجد میں یہ اہل حدیث حضرات بڑی تعداد میں نماز ادا کرتے ہیں اور صف سیدھی کرنے کے مسئلہ میں مذکورہ بخاری شریف کی حدیث سے بحث بھی کرتے ہیں۔

جناب والا کی خدمت اقدس میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس حدیث پاک کا احناف کے یہاں کیا جواب ہے، نماز کی حالت میں صف میں ایک آدمی دوسرے قریب والے ساتھی کے ساتھ پاؤں کی انگلیاں ملا کر صف کو درست کرے گا؟ یا کندھے سے کندھا ملائے جیسے احناف کا مسئلہ ہے، تفصیل سے اس کی تحقیق اور دلائل قلم بند فرمائیں، جزاکم اللہ بینوا توجروا (کنیڈا)

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً، وہو الموافق: احادیث مبارکہ میں صفیں سیدھی اور درست کرنے کی از حد تاکید آئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔

عن انس رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه سلم رصوا صفوفكم و قاربوا بينها وحاذوا بالاعناق فوا لذى نفسي بيده انى لأرى الشيطان يدخل من خلل الصف كانها الحذف رواه ابوداؤد. (مشكوة شريف ص ۹۸ باب تسوية الصفوف)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے صفوں کو درست کرو، اور قریب قریب ہو کر کھڑے رہو اور کندھا کندھے کے محاذ میں رکھو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے شیطان کو

دیکھتا ہوں کہ وہ بکری کے بچہ کی طرح صفوں کے درمیان خالی جگہوں میں گھس جاتا ہے۔

(۲)عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سووا صفو فکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوٰۃ متفق علیہ.(ایضاً مشکوٰۃ شریف ص ۹۸)

ترجمہ:۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! نماز میں صفیں درست کیا کرو اس لئے کہ صفوں کا سیدھا اور درست رکھنا اقامت صلوٰۃ میں سے ہے،یعنی نماز اچھی طرح ادا کرنے کا ایک جزو ہے۔

(۳)عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسوی صفوفنا ..... ثم خرج یوماً حتی کاد ان یکبر فرأی رجلاً بادیاً صدرہ من الصف فقال عباد اللہ لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوھکم، رواہ مسلم .(ایضاًمشکوٰۃ شریف ص ۹۸)

ترجمہ:۔حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے.....ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے (اور) قریب تھا کہ آپ تکبیر کہیں کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف سے اپنا سینہ باہر نکالے ہوئے ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے بندو،!تم اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو بگاڑ دے گا۔

(۴)عن انس رضی اللہ عنہ اقیمت الصلوٰۃ فاقبل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجھہ فقال اقیموا صفوفکم وتوا صوا فانی اراکم من وراء ظھری رواہ البخاری (مشکوٰۃ ص ۹۸)

ترجمہ:۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نماز کھڑی ہوئی،رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے،آپ نے ارشاد فرمایا اپنی صفیں درست کرو اور مل کر کھڑے رہو میں تم کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

(۵)عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولا تذروا فرجات الشیطان ومن وصل صفاً وصلہ اللہ ومن قطع صفاً قطعہ اللہ، رواہ ابو داؤد(ایضاً مشکوٰۃ شریف ص ۹۹)

ترجمہ:۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صفیں سیدھی کرو اور کندھا کندھے کے محاذ میں رکھو اور صفوں میں جو خالی جگہ ہو اسے پر کرو اور اپنے بھائیوں کے لئے نرم ہو جاؤ اور شیطان کے لئے درمیان میں فرجہ (خالی جگہ) مت چھوڑو اور جس نے صف ملائی (یعنی خالی جگہ پر کردی اور وہاں کھڑا رہا) اللہ تعالیٰ اس کو (اپنے فضل اور رحمت کے ساتھ) ملائے گا اور جو شخص صف توڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کو (مقام قرب سے) دور ڈال دے گا (مظاہر حق ص ۳۵۸،ص ۳۵۹ ج ۱)

(۶)عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توسطوا الامام وسدو الخلل رواہ ابو داؤد(مشکوٰۃ شریف ص ۹۹ ایضاً)

ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا امام کو درمیان میں رکھو اور صفوں میں جو خالی جگہ ہو اسے پر کرو۔

مندرجہ بالا احادیث کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں، ان تمام سے بہت تاکید کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ صفیں استوار ہونا چاہئے، سب مقتدی قریب قریب مل مل کر کھڑے ہوں، درمیان میں خالی جگہ نہ چھوڑیں، آگے پیچھے کھڑے نہ ہوں، حضور اقدس ﷺ قولاً بھی صفیں سیدھی اور درست کرنے کی تاکید فرماتے اور عملاً بھی درست فرماتے تھے، حضور اقدس ﷺ کی اس تاکید اور اہتمام کا اثر اور نتیجہ تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اہتمام سے صفیں درست فرمایا کرتے تھے۔

سوال میں ریاض الصالحین کے حوالہ سے روایت نقل کی گئی ہے " وفی روایة للبخاری وکان احدنایلزق منکبه بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه " اس روایت کے متعلق عرض ہے کہ یہ روایت اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے، نیز یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ الفاظ " وکان احدنا " الخ حضور اقدس ﷺ کے نہیں ہیں راوی کے الفاظ ہیں علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کما یجئی، اس لئے ایسا باور کرنا اور باور کرانا کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور حضور اقدس ﷺ کا حکم ہے غلط ہوگا اور دھوکا سمجھا جائے گا۔ اس روایت کا مقصد صفوں کی درستگی اور سیدھا رکھنے اور مل مل کر کھڑے ہونے میں جو اہتمام اور مبالغہ ہوتا تھا اس کو بیان کرنا ہے راوی فرماتے ہیں کہ ہم صف میں مل مل کر اور بالکل سیدھے کھڑے ہوتے تھے کہ گویا ہم میں سے ہر ایک کے قدم دوسرے کے قدم سے اور کندھا کندھے سے ملا ہوا ہوتا تھا، درمیان میں خالی جگہ بالکل نہیں چھوڑتے تھے، ریاض الصالحین میں یہ روایت بخاری شریف کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے، بخاری شریف کے مشہور شارح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف . عن انس رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال اقیموا صفوفکم فانی اراکم من وراء ظهری وکان احد نا یلزق منکبه بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه .المراد بذلک المبالغة فی تعدیل الصف وسد خلله وقدورد الا مر بسد خلل الصف والترغیب فیه ...... الیٰ قوله . (قوله عن انس) رواه سعید بن منصور عن هشیم فصرح فیه بتحدیث انس لحمید ومنه الزیادة التی فی آخره وهی قوله ،وکان احدنا الخ، وصرح بانها من قول انس .(فتح الباری شرح صحیح البخاری ۲/ ۲۱۱)

علامہ بدرالدین عینیؒ عمدۃ القاری شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں۔

"باب الصاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم " ای هذا باب فی بیان الصاق المنکب بالمنکب الی آخره واشار بهذا الی المبالغة فی تعدیل الصفوف وسد الخلل، (قوله کعبه بکعب صاحبه ای یلزق کعبه بکعب صاحبه الذی بحذائه، ورواه سعید بن منصور عن هشیم فصرح فیه بتحدیث انس لحمید وفیه الزیادة التی فی آخره وهی قوله وکان احدنا الی آخره وصرح بانهامن قول انس ، واخرجه الا سماعیلی من روایة معمر عن حمید بلفظ قال انس فلقد رأیت احدنا الیٰ آخره (عمدة القاری ۵/ ۲۵۹،ص ۲۶۰)(عمدة القاری شرح بخاری ۵/ ۲۵۹، ۲۶۰)

مذکورہ دونوں صحیح بخاری کے شارح کی عبارتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ روایت کا مطلب وہی ہے جو اوپر ہم

نے بیان کیا ہے، اس روایت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نمازی اپنے پیروں کو تکلف کے ساتھ چوڑے کر کے قریب والے مقتدی کے ساتھ اپنے قدم ملادے، اس طرح کھڑے رہنے سے انسان کی صورت محمودہ بھی خراب معلوم ہوتی ہے اور یہ صورت نماز میں خشوع وخضوع وتذلل کے بھی خلاف ہے، لہذا تکلف کر کے قصداوارادۃً پیر چوڑے کر کے کھڑا ہونا کسی حالت میں روایت کا مقصود نہیں ہوسکتا۔

معارف السنن شرح سنن ترمذی میں ہے: واما فی صحیح البخاری " من(باب الزاق المنکب بالمنکب)..... وفیه قال النعمان بن بشیر :رأیت الرجل منا یلزق کعبه بکعب صاحبه . ووصله ابوداؤد فی "سننه" من حدیث ابی القاسم الجدلی عن نعمان بن بشیر وصححه ابن خزیمة کما فی " الفتح"واخرجه ابن حبان فی " صحیحه" کما فی العمدة،فزعمه بعض الناس انه علی الحقیقة ولیس الامر کذالک بل المراد بذلک مبالغة الراوی فی تعدیل الصف وسد الخلل کما فی " الفتح" (۲. ۱۶۲)والعمدة (۲. ۲۹۴)وهذا یرد علی الذین یدعون العمل بالسنة ویزعمون التمسک بالاحادیث فی بلادنا جیث یجتهدون فی الزاق کعابهم بکعاب القائمین فی الصف ویفرجون جدًا لتفریج بین قدمیهم مایؤدی الیٰ تکلف وتصنع ویبدلون الاوضاع الطبیعیة ویشوهون الهیئة الملائمة للخشوع وارادوا ان یسدوا الخلل والفرج بین المقتدین فابقوا خللاً وفرجة واسعاً بین قدمیهم ولم یدرواان هذا اقبح من ذلک وقد وقعوا فیه لعدم تنبههم للغرض ولجمودهم بظاهر الالفاظ وقبائح ذلک لاتخفی ویعلم زلک من درس مذهب الظاهریة.....الی قوله. واما الفصل بین القدمین فالحق عدم التحدید فی ذلک، وانما الانسب بحال المصلی مایکون اقرب الی الخشوع واوفق بموضوع التذلل ، وفی " سنن النسائی" (۱. ۱۴۲)(باب الصف بین القدمین فی الصلوٰة) ان عبد الله رأی رجلاً یصلی قدصف بین قدمیه فقال: اخطأ السنة ولو راوح بینهما کان اعجب الیّ والصف هنا هو الوصل بین القدمین والمراوحة فی الاصل هو الاعتماد علیٰ احدهما تارةً وبالاخری تارةً کما فی حدیث وفد ثقیف فی "سنن ابی داؤد" حتی یراوح بین رجلیه من طول القیام " ولکن فی التفریج قلیلاً ایضا مراوحة ولعله هو المراد بالمراوحة هنا وبالجملة ثبت من هذا عدم التفریج الکثیر بین القدمین ثم لم ینکر ابن مسعود الوصل فقط بل عدم المراوحة ، ولعل الغرض هو الانکار علی المبالغة فی الزاق قدمه بقدمه ، فالسنة ان لا یفرج المصلی بین قدمیه جداً ولا یصل جداً بل بین التفریج والوصل فاذا لم یکن التفریج کثیراً لم یکن الزاق کعب المصلی بکعب اخر فاذن تکون روایة الالزاق محمولة علی ماذکره البدرو الشهاب وهذا الذی یعینه الشیخ رحمه الله فی هذا الباب و الله اعلم بالصواب.....الخ(معارف السنن ۲/۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹.تالیف علامة العصر المحدث الکبیر الشیخ محمد یوسف الحسینی رحمه الله)

انوار الباری شرح بخاری (مجموعۂ افادات محدث عصر، حافظ حدیث، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ) میں

ہے: باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم۔ یہ الزاق المنکب عنوان جو بخاری میں ہے، ترمذی وغیرہ میں نہیں ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ فقہائے اربعہ اور جمہور کے یہاں الزاق سے مراد یہ ہے کہ درمیان میں فرجہ نہ ہو اور اس کو صرف غیر مقلدوں نے حقیقت پر محمول کیا ہے اور وہ نماز جماعت میں اس کا بڑا اہتمام کرتے ہیں اور اس طرح تکلف کر کے اپنے دونوں پیروں کے درمیان اتنا فصل کر کے کھڑے ہوتے ہیں کہ دوسرے قریبی نمازی کے قدموں سے مل جائیں، اس طرح وہ تکلف اور تصنع کر کے اوضاع طبعیہ اور ہیئت وصورت مناسبہ محمودہ کو بگاڑ دیتے ہیں جو نماز کے ظاہری حسن وحالت خشوع کے بھی خلاف ہوتا ہے، اس کو وہ لوگ تمسک بالسنہ کا نام دیتے ہیں، جب کہ اصحاب مذاہب اربعہ اور متقدمین کے یہاں اس طرح کا معمول نہیں تھا، اور تعامل سلف وتوارث بہت بڑی حجت ہے اور وہ الزاق کا مطلب صرف ٹخنوں اور مونڈھوں کی برابری اور قرب کو سمجھتے تھے تاکہ صف سیدھی ہو اور دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ نہ رہے۔

رہا یہ کہ خود نمازی اپنے دونوں قدموں کے درمیان کتنا فاصلہ کرے یہ نمازی کے حال پر ہے کہ وہ سہولت کے ساتھ بلا تصنع وتکلف کے اس طرح کھڑا ہو جس سے خشوع وتذلل ظاہر ہو، نسائی باب الصف بین قدمیہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں دونوں قدم ملا کر کھڑا ہے، فرمایا اس نے سنت کو چھوڑ دیا اگر یہ مراوحہ کرتا تو مجھے اچھا لگتا کہ دونوں پیروں میں کچھ فاصلہ کر کے آرام واطمینان کے ساتھ کھڑا ہوتا لہٰذا سنت یہ معلوم ہوئی کہ نہ دونوں پاؤں ملا کر کھڑا ہو، اور نہ بہت چوڑا کر کے کھڑا ہو۔

حافظ نے فتح الباری ج ۲ ص ۱۴۴ میں لکھا ہے کہ حدیث الباب میں الزاق سے مقصود تعدیل صف وسد الخلل کے لئے مبالغہ ہے چنانچہ دوسری احادیث میں ہے کہ صفوں کو سیدھا کرو اور مونڈھوں کو ایک سیدھ میں رکھو، درمیان میں جگہ نہ چھوڑو کہ شیطان دراندازی کرے عمدہ ج ۲ ص ۹۴ کے طبع استنبول میں بھی یہی مضمون ہے، غرض دوسری سب احادیث میں چونکہ حکم نبوی صرف تعدیل صف اور سد الخلل ہی کا ہے اس لئے شارحین حدیث نے الزاق کو راوی کے مبالغہ پر محمول کیا ہے، چونکہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الزاق کا حکم نہیں فرمایا اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے معتدل طریقہ نماز میں کھڑے ہونے کا متعین فرمادیا جو منفرد ومقتدی دونوں کے لئے یکساں ہے الخ (انوار الباری ص ۱۸۰، ص ۱۸۱ جلد نمبر ۳ قسط نمبر ۱۵ مؤلفہ مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہم فاضل دیوبند)

معارف مدنیہ (تقریر ترمذی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) میں ہے۔

تیسری بحث:

نعمان: کی روایت میں جو یہ الفاظ گذرے ہیں کہ آدمی اپنا مونڈھا دوسرے کے مونڈھے سے گھٹنا دوسرے کے گھٹنے سے اور ٹخنا دوسرے کے ٹخنے سے ملا لیتا تھا (ابوداؤد) اس سے اہل حدیث حضرات یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہر ایک کو اپنا ٹخنا دوسرے کے ٹخنے سے ضرور ملا لینا چاہئے، اور اس پر بہت شدت اور مبالغہ سے عمل کرتے ہیں، خواہ اس کی وجہ سے

اپنے دونوں قدموں کے درمیان کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو جائے ،لیکن یہ بات حدیث کے مقصد کے بالکل خلاف ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ علامہ عینیؒ ودیگر محققین کہتے ہیں کہ حدیث میں ٹخنوں سے ٹخنہ کا حقیقتاً ملا لینا مراد نہیں ہے بلکہ صفوں کا زیادہ سے زیادہ سیدھا کرنا اور بیچ میں خالی جگہ نہ چھوڑنا مقصود ہے یعنی ہر ایک کے قدم اور ٹخنے دوسرے سے اتنے متصل اور محاذی (برابر) ہونے چاہئیں کہ گویا ایک دوسرے سے چپکے ہوئے ہیں خواہ حقیقتاً ملے ہوئے ہوں یا نہ ہوں ،اس توجیہ کے کئی قرآئن ہیں ،اول محققین نے حضرت نعمانؓ کی روایت کے یہی معنی سمجھے ہیں ،دوسرے حقیقی معنی پر عمل بہت دشوار ہے اور تکلف سے خالی نہیں اور یہ نماز کے خشوع میں خلل ڈالنے والا ہے ،تیسرے ،دوسری احادیث دیکھنے سے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد خود واضح ہو جاتی ہے ،ان احادیث میں الفاظ یہ ہیں (بیچ کی جگہ کو پر کرو، شیطان کے لئے بیچ میں خالی جگہ مت چھوڑو ،صفوں کو ملاؤ اور سیدھی رکھو) (او **کما قال علیه الصلوٰة والسلام**) ان الفاظ سے جو مقصد ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ صفیں خوب ملی ہوئی اور برابر ہونی چاہئے اور ان میں فاصلہ نہ ہونا چاہئے ۔یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ ایک ٹخنا دوسرے ٹخنے سے ضرور ملا ہوا ہونا چاہئے اور ان میں ذرہ برابر فاصلہ نہ ہونا چاہئے ، چوتھے ،صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑا ہو تو چاہے ٹخنے الگ الگ ہیں تب بھی وہ صف متصل مانی جاتی ہے اس لئے ٹخنوں کے اتصال پر صف کا اتصال موقوف نہیں ،پانچویں ۔ٹخنے ملے ہوئے ہوں تب بھی ٹخنوں سے اوپر پنڈلی کا باریک حصہ الگ الگ ہی رہتا ہے ،لہذا ٹخنے ملانے والوں کو اس کے ملانے کی بھی کوئی سبیل نکالنی چاہئے ،اور اگر دشوار ہونے کی بنا پر اس باریک حصہ کی ملانے کو مستثنیٰ قرار دیا جائے تو یہی علت ٹخنوں میں بھی پائی جاتی ہے ،لہذا ان کو بھی مستثنیٰ ماننا پڑے گا۔ چھٹے ،اگر الزاق کے حقیقی معنی لینے ضروری ہیں تو حدیث میں لفظ تـرا صو آیا ہے اس کے بھی حقیقی معنی لینے ہوں گی جو یہ ہیں (سیسہ کی دیوار کی طرح متصل ہو جایا کرو) لہذا نمازیوں کے جسموں میں نیچے سے اوپر تک کہیں ذرا سا بھی فرجہ (خالی جگہ) نہ رہنا چاہئے ،اس لئے ٹخنوں کے علاوہ دوسرے حصوں کو ملانے کی بھی کوشش کرنی چاہئے مثلاً پنڈلی اور کوکھ کے درمیان بھی فاصلہ نہ رہنا چاہئے ،اگر کہا جائے کہ یہ دشوار ہے اس لئے معنی حقیقی مراد نہیں تو یہی جواب ٹخنوں کو ملانے کا بھی ہے ،ساتویں ۔دوسرے کے قدم سے اپنے قدم ملانے میں نمازی کے اپنے پیروں کے درمیان بہت فاصلہ ہو جاتا ہے جو نماز کی ہیئت اور خشوع وخضوع کے خلاف ہے اور کسی حدیث سے کہیں اپنے قدموں میں اتنا فاصلہ کرنے کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ اس کے خلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ قدموں میں زیادہ فاصلہ نہ ہونا چاہئے ، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ وہ نہ ایک قدم کو دوسرے سے زیادہ دور رکھتے تھے نہ بالکل ملا دیتے تھے بلکہ اس کے درمیان رکھتے تھے نہ زیادہ قریب نہ زیادہ دور (لامع الدراری) علامہ شامیؒ اور صاحب سعایہ کہتے ہیں کہ محققین کے نزدیک قدمین میں چار انگلی کی مقدار فاصلہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ اقرب الی الخشوع ہے ،بعض شوافع کا بھی یہی قول ہے ،دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ ایک بالشت کا فاصلہ ہونا چاہئے ۔آٹھویں ۔لوگوں کے قد وقامت میں فرق ہونے کی وجہ سے منکب (مونڈھے) کا منکب سے حقیقتاً ملانا بسا اوقات ناممکن ہوتا ہے اس لئے مجازی معنی یعنی شدت اتصال مراد لینا پڑے گا یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ کعبین (ٹخنوں) میں بھی یہی مراد ہے ۔نویں ،انفراد (تنہا پڑھنے) کی

حالت میں اور جماعت کے ساتھ پڑھنے کی حالت میں کوئی ٹانگیں چیر کر نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو جائے تو یہ ادب کے خلاف سمجھا جائے گا۔ لہذا یہی حکم جماعت کی حالت میں بھی ہونا چاہئے ۔ دسویں۔ روایات کا مفہوم متعین کرنے میں امت کے تعامل (عمل متواتر) کو بڑا دخل ہوتا ہے بہت سے مسائل میں تعامل سے ہی مراد متعین ہوتی ہے اس لئے یہاں بھی تعامل کو دیکھنا ہوگا، ائمہ اربعہ میں سے بعض نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آخری دور اور باقی نے تابعین اور تبع تابعین کا دور دیکھا ہے اور اس زمانہ کے تعامل کا مشاہدہ کیا ہے ان کے بعد ان کے تلامذہ اور تبعین قرناً بعد قرن ان کے طرز عمل کو دیکھتے اور اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں، یہاں تک کہ ہمارا دور آ گیا، ہمارے دور تک امت کے اکثر حصہ کا عمل ٹخنوں کو ٹخنوں سے ملا دینے کے خلاف ہے اس لئے تعامل کی روشنی میں نعمان بن بشیرؓ کی روایت کا مفہوم یہی متعین ہوتا ہے کہ اس سے مراد صف کا برابر اور متصل ہونا ہے اس لئے ظاہری حضرات کا مدعا اس سے کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ (معارف مدنیہ ص ۹۸ ص ۹۹ حصہ چہارم، صفوں کو سیدھا کرنے کا بیان)۔
فقط واللہ اعلم بالصواب

(۱) اگلی صفوف والوں کو ختم جماعت کے بعد سہولت ہو اس غرض سے پچھلی تمام صفوف میں پہلے سے دو، دو تین تین آدمیوں کو کھڑا رکھنا (۲) انتظامیہ کی طرف سے مسجد میں کرسیوں کا نظم جس کے نتیجہ میں غیر معذور بھی کرسیاں استعمال کرنے لگے:

(سوال ۲۰۲) اس مسجد کے اندر الحمد اللہ مصلی بہت زیادہ ہوتے ہیں لیکن جماعت میں جو لوگ دیر سے پہنچتے ہیں جن کی پہلی رکعتیں چھوٹ گئی ہوں وہ امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد پوری کرتے ہیں تو آگے والے کو اس کی نماز پوری کرنے تک ٹھہرنا پڑتا ہے، تو ان کو جلدی نکلنے کی سہولت کے لئے جب نماز کھڑی ہوتی ہے تو آگے کی چند صفوں کو چھوڑ کر پیچھے کی صفوں میں امام صاحب کے پیچھے ہر صف میں پہلے سے دو دو، تین تین آدمیوں کو کھڑے کر دیئے جاتے ہیں تاکہ نماز بعد کے آگے والوں کو نکلنے کے لئے بیچ میں راستہ مل سکے نماز کے ختم ہونے تک پیچھے کی تمام صفیں بھر جاتی ہیں، تو آیا پہلی سے بیچ صف میں اس طرح لوگوں کو کھڑا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اسی مسجد کے اندر ایک چیز یہ ہے کہ ہر نماز میں پیچھے کی صف میں چند کرسیاں رکھ دی جاتی ہیں اور جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لئے قریب پچاس ساٹھ کرسیاں رکھ دی جاتی ہیں، اور یہ انتظام اراکین مسجد کی طرف سے کیا جاتا ہے، اب اس میں بعض معذورین کے ساتھ اکثر ایسے لوگ کرسیوں پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں جو نماز میں اچھی طرح کھڑے ہو سکتے ہیں، اراکین کا یہ انتظام گویا کہ لوگوں کو دعوت دے رہا ہے کرسیوں پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کے لئے تو آیا اس طریقہ سے پہلے سے کرسیوں کا انتظام کرنا اور ایسے ویسے بہانے بنا کر کرسیوں پر نماز پڑھنا کیسا ہے، امید ہے کہ تفصیلی جواب دے کر ممنون مشکور فرمائیں گے۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً. وهو الموفق.

(۱) سوال میں جو صورت لکھی ہے یہ خلاف سنت اور سخت مکروہ تحریمی ہے اور صف بندی کے اصول وطریقہ کے بالکل خلاف ہے۔ صف بندی کا مسنون اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے اگلی صف کو مکمل کیا جائے، سب مل کر کھڑے ہوں درمیان میں خالی جگہ نہ چھوڑیں، اس کے بعد دوسری صف شروع ہو، دوسری صف مکمل ہونے کے بعد تیسری پھر چوتھی پھر پانچویں۔ الخ حدیث میں ہے۔

(۱) عن جابر بن سمرة رضی الله عنه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا تصفون کما تصف الملآئکة عند ربها فقلنا یارسول الله وکیف تصف الملائکة عندربها قال یتمون الصفوف الاولی ویتواصون فی الصف، رواه مسلم. (مشکوة شریف ص ۹۸ باب تسویة الصفوف)

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم (نماز میں) اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب کے نزدیک صف بناتے ہیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ فرشتے اپنے رب کے نزدیک کس طرح صف بناتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اگلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صفوں میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

مرقاة شرح مشکوٰة میں ہے والمعنی لا یشرعون فی صف حتیٰ یکمل الذی قبله. یعنی ملائکہ دوسری صف اس وقت تک شروع نہیں کرتے جب تک اس سے اگلی صف مکمل نہ ہو جائے۔

(مرقاة ص ۷۰ ج ۳ مطبوعہ ملتان)

(۲) عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر (مشکوٰة شریف ص ۹۸ ایضاً)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو پہلے اگلی صف پوری کیا کرو پھر اس کے قریب والی تاکہ جو کمی رہے وہ آخری صف میں رہے۔

اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ اگلی صف مکمل کرنے کے بعد ہی پچھلی صف شروع کرنا چاہئے۔

(۳) عبدالرزاق عن الثوری عن عمر بن قیس وحماد او احدهما عن ابراهیم انه کان یکره ان یقوم الرجل فی الصف الثانی حتی یتم الصف الاول ویکره ان یقوم فی الصف الثالث حتی یتم الصف الثانی والامام ینبغی ان یأمرهم بذلک (مصنف عبدالرزاق ص ۵۵ ج ۲)

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ آپ پہلی صف مکمل ہونے سے پہلے دوسری صف کے قیام کو مکروہ سمجھتے تھے، اسی طرح دوسری صف مکمل ہونے سے پہلے تیسری صف کے قیام کو مکروہ فرماتے تھے اور امام کے لئے مناسب ہے کہ مقتدیوں کو اس طرح صف بنانے کا حکم کرے (کہ اگلی صف مکمل ہونے سے قبل دوسری صف شروع نہ کریں)۔

(۴) عن البراء بن عازب قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الله وملئکته یصلون علی الذین یلون الصفوف الاولیٰ وما من خطوة احب الی الله من خطوة یمشیها یصل بها صفاً، رواه ابوداؤد. (مشکوٰة شریف ص ۹۸ باب تسویة الصفوف)

حضرت براء عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو اگلی صفوں کے قریب ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو وہ قدم سب سے زیادہ محبوب ہے کہ صف ملانے کے لئے چلے (یعنی اگر اگلی صف میں جگہ خالی ہو تو اس کو پر کرنے کے لئے وہاں جا کر کھڑا ہو۔

(۵) عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب و سدوا الخلل ولينوا بايدى اخوانكم ولا تذروا فرجات الشيطان ، ومن وصل صفاً وصله الله ومن قطع صفاً قطعه الله، رواه ابو داؤد. (مشكوة شريف ص ۹۸ باب تسوية الصفوف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا صفوں کو سیدھا کرو اور کندھا کندھے کے برابر (محاذ میں) رکھو (یعنی آگے پیچھے ہو کر کھڑے نہ رہو) اور صفوں میں جو خالی جگہ ہو اسے پر کرو اور شیطان کے لئے درمیان میں فرجہ (خالی جگہ) مت چھوڑو اور جس نے صف ملائی (یعنی خالی جگہ میں جا کر کھڑا رہا) اس کو اللہ تعالیٰ (اپنے فضل ورحمت سے) ملائے گا اور جو شخص صف توڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو (مقام قرب سے) دور ڈال دے گا۔

فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے: وقدمنا كراهية القيام في صف خلف صف فيه فرجة للنهى، یعنی اگلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے پچھلی صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار ص ۶۰۵ ج ۱ مکروہات الصلوٰۃ)

صورت مسئولہ میں جو لوگ شروع سے مسجد میں حاضر ہوں اور پھر ان کو اگلی صفوں کے بجائے پچھلی صفوں میں دو دو تین تین کر کے کھڑا کرنا، ان کو کتنی بڑی فضیلت سے محروم کرنا اور مکروہ کا ارتکاب کروانا ہے اور کیسی بھونڈی صورت ہے، لہٰذا سوال میں جو طریقہ درج ہے اس کو فوراً بند کیا جائے، یہ بہت سخت مکروہ تحریمی ہے۔ اگلی صف والوں کو پچھلی صف والے نمازیوں کے نماز پورا کرنے کے انتظار میں اگر تھوڑی دیر ٹھہرنا پڑے تو اس میں کیا حرج ہے، افسوس دنیوی مشاغل میں گھنٹوں گذر جاتے ہیں اور وقت گذرنے کا خیال تک نہیں آتا اور مسجد میں تھوڑی دیر ٹھہرنا گراں گذرتا ہے اور ان کی سہولت کے لئے اتنے سخت مکروہ کام کا ارتکاب کیا جاتا ہے بہت ہی قابل افسوس اور لائق ترک ہے، نماز اور نمازیوں کے احترام میں اگر اگلی صف والے مسجد میں اپنی جگہ ٹھہریں گے تو انشاء اللہ اجر وثواب کے حق دار ہوں گے اور فرشتوں کی دعاؤں کے مستحق بنیں گے، حدیث میں ہے۔ عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الرجل فى الجماعة تضعف على صلوته فى بيته وفى سوقه خمسا وعشرين ضعفاً وذلك انه اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الى المسجد لا يخرجه الا الصلوٰة لم يخط خطوةً الا رفعت له بها درجة وحط عنه بها خطيئة فاذا صلى لم تزل الملئكة تصلى عليه مادام فى مصلاه اللهم صل عليه اللهم ارحمه ولا يزال احدكم فى صلوة ما انتظر الصلوٰة، وفى رواية قال اذا دخل المسجد كانت الصلوٰة تحبسه وزاد فى دعاء الملائكة اللهم اغفر له اللهم تب عليه مالم يوذفيه احداً مالم يحدث فيه متفق عليه .

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مرد کا نماز با جماعت پڑھنا اپنے گھر اور بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ ثواب رکھتا ہے، جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد جاتا ہے اور اس کے جانے

کا مقصد صرف نماز پڑھنا ہوتا ہے تو یہ شخص جو قدم رکھتا ہے اس پر ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے، جب یہ شخص نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعاء کرتے ہیں جب تک اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے (فرشتوں کی دعا یہ ہے) اے اللہ اس پر رحمت نازل فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما، اور اگر دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے تو اس زمانہ میں اس کو نماز ہی کا ثواب ملتا ہے، اور ایک روایت میں فرشتوں کی دعا میں یہ اضافہ ہے، اے اللہ اس کی مغفرت فرما اے اللہ اس کی توبہ قبول فرما جب تک کہ کسی مسلمان کو (اپنی زبان یا ہاتھ سے) ایذا نہ دے اور جب تک کہ اس کا وضو نہ ٹوٹے، بخاری شریف، مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۶۸ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

(الجواب ۲) جو لوگ حقیقت میں معذور ہوں اور کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکتے ہوں وہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں ایسے معذورین اپنے طور پر کرسی کا انتظام کریں، یہ ذمہ داری خود ان کی ہے مسجد کے متولی اور خدام کی ذمہ داری نہیں ہے، پہلے سے کرسیاں رکھ دینے سے غیر معذورین بھی اس پر نماز پڑھیں گے اور ان کی نماز صحیح نہ ہوگی، لہذا یہ طریقہ مناسب نہیں ہے قابل ترک ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب ۔۲۲۔ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ۔

افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کا امامت کرنا خصوصاً جب کہ افضل امامت پر آمادہ نہ ہو:

(سوال ۲۰۳) ہمارے یہاں امامت کرنے کے لئے کوئی عالم موجود نہیں، نہ ہی کوئی حافظ ہے اس لئے ایک صاحب خوش دلی کے ساتھ اور بغیر کسی زبردستی کے امامت کا کام سنبھال رہے ہیں، اس خیال سے کہ جب کوئی عالم آدمی ملے گا تو اس کو یہ کام سپرد کردوں گا، اور اس خیال سے بھی کہ کہیں مسجد ویران نہ ہوجائے، اور امامت پر کوئی وظیفہ نہیں لیتے ہیں، اور ان کے لئے علاوہ کوئی اور امامت کرانے کے لئے تیار نہیں، مگر لوگ اس بیچارے کی غیبت کرتے ہیں اور اس کے کچھ اوصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، وہ اوصاف یہ ہیں۔

(۱) داڑھی نہیں رکھتے (۲) ان کی ایک دکان ہے جس میں کتابیں اور تصویریں فروخت ہوتی ہیں (۳) یہ جب سجدہ سے اٹھتے ہیں تو کسی عذر کی وجہ سے اپنا پاؤں زمین سے الگ کر لیتے ہیں (ان کے پاس سینما دکھانے کا ایک مشین ہے، جس میں وہ کبھی کبھی لوگوں کو سینما دکھاتے ہیں۔

تو کیا یہ بہتر نہیں کہ ایسا آدمی نماز پڑھائے؟ جب کہ اس کے علاوہ اونچے درجہ کے لوگ موجود ہیں، لیکن نماز پڑھانا بالکل نہیں چاہتے۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً، افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امامت کا اعلیٰ منصب سپرد کرنا ممنوع ہے، حدیث میں ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نماز قبول ہوجائے تو چاہئے کہ تمہارے امامت تمہاری نیک لوگ کریں، ایک حدیث میں ہے کہ اگر تم کو پسند ہو کہ تمہاری نماز قبولیت کا درجہ حاصل کر لے تو چاہئے کہ جو تم میں سب سے زیادہ نیک اور دیندار ہیں وہ تمہارے امام بنیں، کیونکہ امام تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان سفیر ہیں (شرح النقایہ ج ۱ ص ۸۶ باب الامامۃ تحت قولہ ثم الاسن)

ایک حدیث میں ہے: اذا ام الرجل وفیھم من ھو خیر منہ لم یزالوا فی سفال (ترجمہ) یعنی

جب کسی قوم کی امامت ایسا شخص کرے کہ اس کے پیچھے اس سے افضل شخص موجود ہے تو وہ قوم ہمیشہ پستی میں رہے گی۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ا ص ۱۰۸)

ایک حدیث میں ہے:۔ لا یؤم فاجر مؤمناً الا ان یقهره بسلطان یخاف سیفه وسوطه یعنی فاسق وفاجر شخص کسی مومن شخص کی امامت نہ کرے یہ اور بات ہے کہ اس کو اس عہدے پر کسی ایسے حاکم (ذی اقتدار) کی طرف سے مقرر کیا جائے جس کی تلوار اور کوڑے کا اس کو اندیشہ ہو (سنن ابن ماجہ ج ا ص ۱۰۸)

لہذا ایسے شخص کو امام بنانا جو داڑھی منڈاتا ہو، تصویریں فروخت کرتا ہو، سینما دیکھنے کا مشغلہ رکھتا ہو ناجائز ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی، لو قدموا فاسقاً یأثمون یعنی اگر فاسق کو آگے کریں گے، امام بنائیں گے تو گنہگار ہوں گے (کبیری ص ۴۷۹)۔

اور اگر اس کے سوا کوئی دوسرا نماز پڑھانے والا نہ ہو تو جب تک دوسرا انتظام نہ ہو مجبوراً اس کے پیچھے نماز پڑھ لینا اولیٰ ہے۔ فان امکن الصلوٰة خلف غیرهم فهو افضل والا فالا قتداء اولیٰ من الا نفراد (شامی ج ا ص ۵۲۳ باب الامامۃ) مجبوری کی صورت میں کراہت لازم نہیں آئے گی، لیکن جو لوگ امامت کے اہل ہیں اور آگے نہیں بڑھتے ان سے ضرور باز پرس ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عذر کی وجہ سے امام کا بیٹھ کر نماز پڑھانا:

(سوال ۲۰۴) کیا حنفی مسلک کی رو سے امام کو بیٹھ کر امامت کے فرائض انجام دینا جائز ہے؟ خواہ نماز تراویح ہو یا پنج وقتہ؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ امام مرض کی وجہ سے بیٹھ کر امامت کے فرائض انجام دے تو جائز ہے، (۱) ویجوز اقتداء القائم بالقاعد لمرض عند الشیخین (الیٰ قوله) وجه مذهبنا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ام فی مرض موته فصلیٰ قاعداً وصلی الناس خلفه قیاماً الخ وهذا متاخر عن الاول فیکون ناسخاً (رسائل الارکان ص ۱۰۳) فقط والله اعلم بالصواب.

(۱) اس مسئلہ میں امام محمد اور امام مالک رحمہما اللہ کا اختلاف ہے، اس لئے ایسے معذور شخص کو مستقل امام نہیں بنانا چاہئے ۱۲ "سعید احمد پالن پوری"

صلوٰۃ من یصلح اماماً لغیرہ

سجدہ سہو نہ کرنے کی وجہ سے دوبارہ پڑھی ہوئی نماز میں شریک ہونے والے نئے مصلی کا حکم:

(سوال ۲۰۵) امام نے سہواً کوئی واجب ترک کر دیا اور سجدۂ سہو بھی نہیں کیا، بنا بریں نماز لوٹائی پڑھی تو جو شخص پہلی جماعت میں شامل نہ ہو وہ دوسری جماعت میں شامل ہو جائے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) نماز صحیح نہیں ہوگی، دوبارہ پڑھنا پڑے گی۔ اس لئے کہ امام کی یہ دوسری نماز مستقل فرض نہیں ہے، تکمیل فرض کے لئے ہے، لہذا مستقل فرض پڑھنے والے کی اقتداء ایسے امام کے پیچھے صحیح نہیں ہے۔(۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایسے تعلیم یافتہ کی امامت جو حروف کو صحیح مخارج سے ادا نہ کرے:

(سوال ۲۰۶) ایک اچھا پڑھا لکھا شخص مسجد میں نماز پڑھاتا ہے۔ قدرتی مرض اور عذر کی وجہ سے بعض حروف کی ادائگی نہیں ہوتی۔ اصل حرف کی جگہ دوسرا حرف سنائی دیتا ہے مثلاً ''س'' کی جگہ ''ث'' وغیرہ معلوم ہوتی ہے۔ جدو جہد اور دعا و دوا کے باوجود فرق معلوم نہیں ہوتا لہذا بعض نمازی کہتے ہیں کہ امام غلط پڑھتا ہے اس لئے نماز نہیں ہوتی اور بعض کہتے ہیں کہ نماز صحیح ہو جاتی ہے تو اس مسئلہ کی تفصیل کریں۔

(الجواب) اس میں اختلاف ہے کہ ایسا شخص جس کی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ادا ہوتا ہو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں؟ احوط اور مفتیٰ بہ یہ ہے کہ ایسے معذور شخص کی امامت غیر معذور کے حق میں صحیح نہیں ہے۔ ''نور الایضاح'' میں صحت امامت کی چھ شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ امام الثغ نہ ھو وشروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ستة شياء الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقرأة والسلامة من الأعذار كالرعاف والفأفأة والتمتمه واللثغ (نور الايضاح ص ۸۰ باب الامامة)

لہذا شخص مذکور امامت کے لائق نہیں ہے اور ''فتاویٰ خیریہ'' میں الثغ (جیسے معذور) شخص کی امامت غیر الثغ (غیر معذور) کے لئے صحیح نہ ہونے کی صراحت موجود ہے والراجح المفتى به عدم صحة امامة الالثغ لغيره ممن ليس به لثغة (راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ الثغ کی امامت غیر الثغ کے لئے صحیح نہیں ہے (ج ۱ ص ۱۰ كتاب الصلاة و مطالبه' مطلب فيما اذا اقتدىٰ غير الألثغ بالالثغ الخ) ''فتاویٰ اسعدیہ'' میں بھی یہی ہے وقال فى المجتبى والصحيح عدم الصحة كما فى البحر الرائق اه (ج ۱ ص ۱۰)

لہذا ضد نہ کی جائے نماز جیسی اہم عبادت میں احتیاط کی ضرورت ہے، ہاں! جن الفاظ کو ادا نہیں کر پاتا ان الفاظ کے علاوہ کی سورتیں اور آیتیں پڑھے تو مقتدیوں کی نماز میں کوئی حرج نہیں ہے، یعنی سورۂ فاتحہ اور جو سورۃ یا آیات

---

(۱) وكذاكل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها والمختار أنه جابر للاول قال فى الشامية تحت قوله والمختار أنه اى الفعل الثانى جابر للاول بمنزلة الخبر بسجود السهو وبالا ول يخرج عن العهدة وان كان على وجه الكراهة درمختار مع الشامى مطلب كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها ج ۱ ص ۴۵۷.

پڑھی جائیں ان میں وہ الفاظ (حروف) نہ ہوں جو ادا نہیں ہو سکتے تو مقتدیوں کی نماز بھی صحیح ہو جائے گی
ولا تصح صلوته اذا امکنه الا قتداء بمن یحسنه او ترک جهده او وجد قدر الفرض مما لا لثغ فیه (درمختار)(قوله او وجد قدر الفرض الخ) ای وصلی غیر مؤتم ولم یقرأه' والا صحت وفی الو لو اجیة ان کان یمکنه ان یتخذ من القران ایات لیس فیها تلک الحروف یتخذ الا فاتحة الکتاب فانه لا یدع قرأتها فی الصلوة اه (شامی ج ا ص ۵۴۵ باب الامامة مطلب فی الا لثغ)فقط واللہ اعلم بالصواب.

فاسق وفاجر اور بدعتی کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۰۷) ہمارے یہاں کے امام صاحب فاسق وفاجر ہیں، ان میں دینداری نہیں ہے، خلاف شریعت اعمال کے مرتکب ہیں تو ان کے پیچھے ہماری نماز صحیح ہے یا نہیں؟ ان کے پیچھے ہم نماز پڑھیں یا نہیں۔ بعض مصلی اسی وجہ سے ان کے پیچھے پڑھنے کے لئے راضی نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے نفرت ہے، پھر بھی متولی اسے معزول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ جو شخص بدعتی ہو اور مشرکانہ عقائد رکھتا ہو اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کو امام بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) امام کا صحیح العقیدہ اور نماز سے متعلق مسائل سے واقف ہونا، صحیح قرائت پڑھنے والا دیندار اور ظاہری گناہوں اور برائیوں سے پاک ہونا ضروری ہے الأولیٰ الا مامة اعلمهم باحکام الصلوٰة کذا فی المضمرات وهو الظاهر هکذافی البحر الرائق هذا اذا علم من القرأة قدر ما تقوم به سنة القراءة هکذافی التبیین :. ولم یطعن فی دینه کذا فی الکفایة وهکذا فی النهایة ویجتنب الفواحش الظاهرة (فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۸۳ الفصل الثانی فی بیان من هو أحق الامامة)

فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے فاسق وہ ہے جو کبائر کا مرتکب ہو یا صغائر کا عادی ہو فالعدم ما اجتنب الثلاثة والفاسق من فعل کبیرة او اصر علی صغیرة (شامی ج۴ ص ۵۳۱ باب الامامة) لہذا فاسق فاجر کو امام بنانا گناہ ہے۔ حدیث میں ہے لا یؤم فاجر مؤمناً (ابن ماجه ص ۷۷) (فاجر شخص کسی مومن کی امامت نہ کرے) اور ''کبیری'' میں ہے لو قدموا فاسقاً یأثمون (ص ۴۷۹ فصل فی الا مامة) اور اگر فاسق کو امام بنائیں گے تو گنہگار ہوں گے) اس لئے کہ فاسق اپنے دین کا ہی اہتمام نہیں کرتا (تو نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے متعلق اس کا اعتبار کیونکر ہو) نیز اسے امامت کا منصب دینے میں اس کی تعظیم لازم آتی ہے حالانکہ شریعت میں اس کی اہانت واجب ہے) واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لا یهتم لا مر دینه وبان تقدیمه للأمامة تعظیمه' وقد وجب علیهم اهانته شرعا (شامی ج ا ص ۵۲۳ باب الا مامة)

لہذا مخالف شریعت، واجب الاہانت امام کو معزول کردینا ضروری ہے۔

ابو داؤد شریف میں ہے۔ ایک شخص نے کچھ لوگوں کی امامت کی اسے تھوک آیا تو قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ آنحضرت ﷺ یہ دیکھ رہے تھے جب نماز سے فارغ ہو گیا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں سے آنحضرت ﷺ نے فرمادیا کہ یہ شخص آئندہ تمہاری امامت نہ کرے اس کے بعد اس شخص نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے

اسے روک دیا اور بتادیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے۔ یہ شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں نے کہا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم نے اللہ کو اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی تھی۔ ان رجلاً ام قوماً فبصق فی القبلة ورسول الله صلی الله علیه وسلم ینظر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم حین فرغ لا یصلی بکم فارا د بعد ذلک ان یصلی لهم فمنعوه واخبروه بقول رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر ذلک لرسول الله صلی الله علیه وسلم فقال نعم وحسبت انه قال انک اذیت الله ورسوله صلی الله علیه وسلم (ابو داؤد ج ۱ ص ۶۷ باب فی کراهیة البزاق فی المسجد)

فقہ کی مشہور کتاب ''درمختار'' میں ہے کہ اگر کوئی شخص امامت کرتا ہے اور نمازی اس سے کراہیت کرتے ہیں (اسے پسند نہیں کرتے) تو اگر اس کراہیت اور ناگواری کا سبب یہ ہے کہ امام میں کوئی خرابی ہے یا یہ لوگ اس سے زیادہ امامت کے مستحق ہیں وہ ان سے کم درجہ رکھتا ہے تو اس کو امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو امامت کرے اور لوگ اس سے کراہیت کرتے ہوں۔ اور اگر واقعہ یہ ہے کہ یہ امام ہی سب سے زیادہ امامت کا حق دار ہے (عالم وفاضل اور متقی ہے) اور لوگ کراہیت کرتے ہیں تو اس کراہیت کا وبال نمازیوں پر ہوگا۔ ولو ام قوم وهم له کارهون ان الکراهة لفساد فیه او لانهم احق بالامامة منه کره له ذلک تحریماً لحدیث ابی داؤد لا یقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له کارهون وان هو احق لا والکراهة علیهم (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۵۲۲ باب الامامة)

احادیث مذکورہ اور فقہی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ فاسق شخص امامت کے لائق نہیں اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے لہٰذا ایسے امام کو بلا تاخیر کے معزول کردینا لازم ہے اگر معزول نہ کیا جائے تو آپ دوسری مسجد میں چلے جائیں، دوسری مسجد نہ ہو تو مجبوراً اس کے پیچھے پڑھ لیں کہ تنہا نماز پڑھنے سے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا اولیٰ ہے فان امکن الصلوة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاً قتداء اولیٰ من الانفراد (شامی ج ۱ ص ۵۲۳ باب الا مامة) واذا تعذر منعه (ای الفاسق) ینتقل عنه الی غیر مسجده للجمعة وغیرها وان لم یقم الجمعة الا هو یصلی معه (مراقی الفلاح ص ۵۸ فصل فی الا حق بالا مامة) فاذا امکن الصلوة خلف عدل مستقیم السیرة فینبغی ان یصلی خلفه فلا یصلی خلف من ظهر فجوره لغیر حاجة (فتاوی ابن تیمیه ج ۱ ص ۱۰۶) مجبوری کی حالت میں کراہت لازم نہیں آئے گی، ساری ذمہ داری امام اور اس کے متعین کرنے والے اور اسے برداشت کرنے والوں پر ہوگی۔ بدعتی امام کا بھی یہی حکم ہے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت ابن عمرؓ ایک مسجد میں گئے وہاں ظہر کی اذان ہوچکی تھی نمازیوں کا انتظار تھا کہ موذن نے تثویب کہی۔ یعنی الصلوة الصلوة پکارا تا کہ نمازی آجائیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فوراً فرمایا ہمیں اس بدعتی کے پاس سے نکالو۔ چنانچہ حضرت موصوف اس مسجد سے چلے آئے وہاں نماز نہیں پڑھی (ترمذی شریف ج ۱ ص ۲۸ باب ماجآء فی التثویب فی الفجر. الا عتصام ج ۱ ص ۱۶۴) اور اگر بدعتی کی بدعت اور بداعتقادی مفضی الی الکفر ہو تو پھر اس کی امامت کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حنفی مقتدی کی نماز مالکی، حنبلی امام کے پیچھے:

(سوال ۲۰۸) حنفی مقتدی کی نماز، مالک حنبلی امام کے پیچھے صحیح ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) مالکی، شافعی وغیرہ امام طہارت وغیرہ خاص مسائل میں جن پر حنفی مقتدی کی نماز کی صحت کا دارومدار ہے رعایت کرتا ہے تو بلا کراہت اس کی اقتداء جائز ہے اور اگر عدم رعایت کا یقین ہے تو اقتداء درست نہیں ہے اور اگر شک ہے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ ان الا قتداء بالشافعی علی ثلثة اقسام الا ول ا ن یعلم منه الاحتیاط فی مذهب الحنفی فلا کراهة فی الا قتداء به الثانی ان یعلم منه عدمه فلا صحة لکن اختلفوا هل یشترک ان یعلم منه عدمه فی خصوص مایقتدی به او فی الجملة صحح فی النهایة الا ول وغیره اختار الثانی وفی فتاویٰ الزاهدی اذا رآه احتجم ثم غاب فالاصح انه یصح الا قتداء به لأ نه یجوز ان یتو ضأ احتیاطا وحسن الظن به اولیٰ الثالث ان لایعلم شیئا فالکراهة ولا خصوصیة لمذهب الشافعی بل اذا صلی حنفی خلف مخالف لمذهبه فالحکم کذلک (بحر الرائق ج۲ ص ۴۷۔۴۶ باب الوتر والنوافل)......ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاة لم یکره او عد مها لم یصح وان شک کره (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۵۲۶ باب الامامة)(طحطاوی ج ۱ ص ۲۴۵)فقط والله اعلم بالصواب .

سیدنا حضرت عثمانؓ سے باغی کی امامت:

(سوال ۲۰۹) ہماری کتاب فقہ میں ہے کہ فاسق یا بدعتی کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز دہرانی ضروری ہے، حالانکہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بغاوت ہوئی اور حضرات صحابہؓ نے باغیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق آپ سے پوچھا تو آپؓ نے اجازت دی، پڑھی ہو تو دہرانے کا حکم نہ دیا، باغیوں سے بڑھ کر فاسق کون ہوسکتا ہے؟ باغی بھی ایسے کہ خلیفۂ برحق امیر المومنین، داماد رسول ﷺ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کے سامنے بغاوت کرنے والے تھے۔

(الجواب) راجح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے جس کی بد اعتقادی حد کفر تک نہ پہنچی ہو، پڑھی ہوئی نماز دہرانی ضروری نہیں ہے (شامی ج۱ص۵۲۵) مجبوراً پڑھنا پڑے تو مکروہ نہیں ہے هذا ان وجد غیرهم والا فلاکراهة(درمختار مع شامی ج ۱ ص ۵۲۵ باب الا مامة)(رسائل الا رکان ص ۹۸)فقط والله اعلم بالصواب .

جلسۂ استراحت کرنے والے کے پیچھے حنفی کی نماز:

(سوال ۲۱۰) جلسہ استراحت کرنے والے کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) جلسۂ استراحت کرنے والے کی نماز میں دوسری کوئی خرابی نہ ہو کوئی اور واجب نہ چھوٹتا ہو تو نماز پڑھنا جائز ہے، نماز ہوجائے گی والثانی الجلسة الخفیفة قال شمس الا ئمة الحلوانی الخلاف فی

الافضل حتی لو فعل کما ھو مذھبنا لاباس بہ عند الشافعی ولو فعل کما ھو مذھبہ لا باس بہ عندنا (شامی ج ۱ ص ۴۷۳ فصل قبیل مطلب مھم فی عقد الا صابع عند التشھد) فقط واللہ اعلم بالصواب

فاسق کی امامت:

(سوال ۲۱۱) امام صاحب بدکاری میں مبتلا ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حمل رہ گیا اور اس بدکارہ سے شادی کرلی اور چار ماہ میں اس حمل سے بچہ پیدا ہوا، اسی طرح داڑھی ایک انچ کی رکھتے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں؟ عوام میں اختلاف ہوگیا ہے، نزاع کا اندیشہ ہے، جلد جواب دیں۔

(الجواب) امام متقی، پرہیزگار ظاہر میں گناہ اور برائی سے پاک ہونا چاہئے، حدیث شریف میں ہے۔ وقدو رد عن ابن عمر مرفوعاً اجعلو اأئمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم. رواہ البیھقی بسند ضعیف وفی روایۃ ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیؤمکم علمائکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم. رواہ الطبرانی وفی روایۃ الحاکم فلیؤمکم خیارکم وسکت عنہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نماز درجہ قبولیت کو پہنچے تو تم میں جو زیادہ متقی ہو پرہیزگار ہو وہ تمہارا امام بنے کہ امام تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان بطور قاصد ہے (شرح نقایہ ج ۱ ص ۸۶ باب الامامۃ تحت قولہ ثم الا مین) زانی کبیرہ کا مرتکب فاسق وفاجر ہے، وہ قابل امامت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے لا یؤم فاجر مومناً یعنی فاسق وفاجر کسی مومن کا امام نہ بنے (ابن ماجہ) ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ اور اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ کبیری میں ہے لو قد موا فاسقاً یا ثمون یعنی اگر فاسق کو امام بنائیں گے تو گنہگار ہوں گے (ص ۴۷۹ کبیری فصل فی الامامۃ) داڑھی ایک مشت رکھنا ضروری ہے شارح مشکوٰۃ حضرت شاہ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں:۔ وگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است یعنی ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، مسنون اس لئے کہتے ہیں کہ دینی دستور اور تمام انبیاء کی سنت یعنی ان کا طریقہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۸۸) یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا درجہ بھی سنت کا ہے جس کے ترک پر گناہ نہ ہو بلکہ اس کا ترک کرنا اور مسلسل ترک کرتے رہنا گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ محدث پانی پتی فرماتے ہیں، تراشیدن ریش بیش از قبضہ حرام است۔ مالا بدمنہ ص ۱۳۰۔ لہذا داڑھی منڈوانا یا اتنی کتروانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے حرام ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ امام فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۱۰۱ باب الامامۃ) لہذا ایسے فاسق وبدکار امام کو معزول کرنا ضروری ہے، متولی ایسے امام کو علیحدہ نہ کرے تو دوسری مسجد میں نماز پڑھے کوئی اور مسجد نہ ہو تو مجبوراً اس کے پیچھے نماز پڑھ لے کیونکہ جماعت کا ترک کرنا بھی درست نہیں ہے، جماعت کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے، علماء نے جماعت سے نماز پڑھنے کو واجب بھی کہا ہے لہذا جماعت ترک نہ کرے البتہ اس امام کو علیحدہ کرانے کی کوشش کرتا رہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جھوٹی قسم کھانے والے کی امامت مکروہ ہے:

(سوال ۲۱۲) ایک شخص نے دیوان (کورٹ) میں خدا کی قسم کھا کر جھوٹی گواہی دی ہے۔ اس پر کیا کفارہ ہے؟

اوراس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) جھوٹی قسم کھانے والا مرتکب کبیرہ ہے اس کے لئے کفارہ بھی ناکافی ہے۔ دائما بارگاہ خداوندی میں توبہ واستغفار کرتا رہے اور اپنے گناہ کی معافی طلب کرتا رہے۔[1] اس کو امام نہ بنایا جائے اس کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب.

خنثیٰ کے پیچھے نماز:

(سوال ۲۱۳) علمائے دین ان مسائل میں کیا فرماتے ہیں:۔ (۱) خنثیٰ کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ (۲) نامرد کے پیچھے جو عورت کے قابل نہ ہو نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۳) موقع بے موقع لڑکوں سے برے کام کے لئے کہے تو اس کی امامت کیسی ہے؟ (۴) بار بار کہنے کے باوجود جو شخص نماز میں کھنکارے اور قرأت پڑھتے ڈکارے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ (۵) کوئی بھی بات پوچھنے سے جان کر جھوٹ بولے حالانکہ دوسروں نے دیکھا ہے، یا یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں، ایسے شخص کی امامت میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر مذکورہ باتیں پایۂ ثبوت کو پہنچ جائیں تو اس کی امامت بلاشبہ مکروہ ہے اور اگر واقعۃً یہ شخص خنثیٰ ہے تب اس کی اقتدا درست ہی نہیں بلا وجہ شرعی کسی کو متہم کرنا بڑا گناہ ہے کھنکارنا اگر عذر سے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے گلا صاف کرنے اور بلغم ہٹانے کی غرض سے کھنکار نادرست ہے اس سے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔ لا نہ یفعلہ لاصلاح القرأۃ فیکون من القرأۃ معنی کالمشی للبناء فانہ وان لم یکن من الصلوٰۃ لکنہ لاصلاحھا فصار منہ معنی شرح المنیۃ عن الکفایہ الخ(شامی ج ۱ ص ۵۷۸ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا بعد مطلب المواضع التی یکرہ فیھا رد السلام) اور گا ہے مجبوراً ڈکار آ جائے تو اس میں بھی کوئی برائی نہیں جو باتیں کراہت کی ہیں اگر اس سے تائب ہو جائے اور چھوڑ دینے کا وعدہ کرلے تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم .

(سوال ۲۱۴) ایک محلہ کی مسجد میں تراویح کی آٹھ رکعت کے بعد بہت کم نمازی رہ جاتے ہیں ایسی صورت میں ان نمازیوں کو دوسرے محلہ میں جا کر بقیہ بارہ رکعت ادا کرنی چاہئیں، یا اسی مسجد میں ادا کریں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اسی مسجد میں بقیہ بارہ رکعات بھی باجماعت ادا کرنی چاہئے وھل المراد انھا سنۃ کفایۃ لاھل کل مسجد من البلد او مسجد واحد منھا او من المحلۃ ظاھر کلام الشارح الاول واستظھرہ الثانی ویظھرلی الثالث لقول المنیۃ حتی لو ترک اھل محلۃ. کلھم الجماعۃ فقد ترکوا السنۃ واساء وا(شامی ج ۱ ص ۶۶۰ مبحث صلاۃ التراویح) واللہ تعالیٰ اعلم.

امام کی قراءت میں صفائی نہ ہو تو اقتداء صحیح ہے یا نہیں:

(سوال ۲۱۵) ایک صاحب نماز پڑھاتے ہیں قرأت میں غلطیاں کرتے ہیں حروف صحیح نہیں ادا ہوتے، قرأت

---

(۱) یمین غموس. قولہ فھذہ الیمین یاثم بھاصاحبھا لقولہ علیہ السلام من حلف باللہ کا ذبا ادخلہ اللہ النار .قال علیہ السلام ثلث من الکبار الیمین الغموس الخ جو ھرۃ النیرۃ کتاب الایمان ج ۲ ص ۲۸۷.

صاف نہیں حتیٰ کہ نمازیوں کو سمجھ نہیں پڑتی۔اسی طرح عشاء میں اختصار اور عصر میں طول کرتے ہیں تو ایسے امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ اور لوگوں کے منع کرنے کے باوجود امامت کرے تو اس کے لئے حکم ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب امام کی قرأت صاف اور صحیح نہیں ہے اور مقتدیوں کو سمجھ میں نہیں آتا تو ان کے لئے امامت کرنا درست نہیں، مقتدیوں کو چاہئے کہ کسی ایسے امام کا انتظام کریں جو قرآن شریف صاف اور صحیح پڑھے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

داڑھی منڈے کی امامت اور شرعی داڑھی کی حد:

(سوال ۲۱۶) داڑھی منڈوانا اور کتروانا کیسا ہے؟ ایسا شخص فاسق ہے یا نہیں؟ اس کی امامت مکروہ ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) داڑھی منڈوانا اور شرعی حد سے آگے کتروانا ناجائز اور حرام ہے۔اس کا مرتکب فاسق و مردود الشہادۃ ہے۔اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے" مالا بد منہ" میں ہے۔تراشیدن ریش پیش از قبضہ حرام است (ص ۱۳۰) اور درمختار میں ہے۔ **اذا کانت بقدر المسنون وھو القبضۃ (الیٰ قولہ) وھی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ و مخنثۃ الرجال فلم یبح احد واخذ کلھا فعل ھنود الھند و مجوس الاعاجم.** فتح یعنی۔ایک مشت سے کم کرنا جیسا کہ بعض مغربی مسلمان اور مخنث مرد کرنے لگے ہیں۔کسی نے اس کو جائز نہیں کہا (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۱۵۵) اور اسی میں دوسری جگہ ہے۔ **یحرم علی الرجل قطع لحیۃ.** یعنی مرد کے لئے دوسرے کی داڑھی قطع کرنا حرام ہے (ج ۵ ص ۳۵۹ باب مایفسد الصوم ومالا یفسد)

کیا امامت کے لئے ذات پات کا لحاظ ہے؟:

(سوال ۲۱۷) ہمارے یہاں مسجد نہیں ہے صرف مدرسہ ہے مسجد کی تعمیر کا کام جاری ہے اس مدرسہ کا مدرس امامت کرتا ہے وہ ذات کا فقیر ہے (مانگ کر کھانے والوں میں سے ہے) بعض کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی طور پر حرام ہے۔وہ چند آدمیوں کے یہاں سے روٹی مانگ لاتا ہے۔میت کو غسل بھی دیتا ہے۔مذکورہ بالا صورت میں امام کی اقتدا کرنے میں کوئی حرج ہے؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) امامت کے لئے ذات پات کا کوئی لحاظ نہیں، افضلیت کا لحاظ ہے۔اور یہ کہ جماعت میں کمی نہ آئے اور نمازی منتشر نہ ہوں۔پس نمازیوں میں جو افضل ہو وہ امامت کا حقدار ہے۔تاکہ نماز صحیح اور کامل ادا ہو جائے اور مقتدی زیادہ سے زیادہ نماز میں شریک ہوں۔پس کسی ایسی قوم کا آدمی جس کو لوگ ذلیل اور رذیل سمجھتے ہیں اگر علم و تقویٰ میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔اور اس بناء پر لوگ اس کا ادب کرتے ہیں تو بلاشبہ اس کے پیچھے نماز درست ہے۔کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں۔البتہ اگر اس کے افعال ایسے ہیں۔جن کی بناء پر وہ لوگوں کی نگاہ میں ذلیل اور بے وقعت ہے تو اس بناء پر اس کو امام بنانا مکروہ ہے کہ لوگ جب اس کی عزت اور وقعت نہیں کرتے، تو اس کے

---

(۱) ولا یجوز امامۃ الثغ الذی لا یقدر علی التکلم ببعض الحروف الا لمثلہ اذا لم یکن فی القوم من یقدر علی التکلم بتلک الحروف الخ فتاویٰ عالمگیری باب الامامۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ ج ۱ ص ۸۴۔

پیچھے نماز پڑھنا ہی پسند نہیں کریں گے۔اور جماعت میں کمی ہو جائے گی۔

''فتاوی عالمگیری'' میں ہے۔لان المقصود کثرة الجماعة ورغبة الناس فيه اكثر.

ترجمہ:۔افضل کو امام بنانے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ لوگ اس کو پسند کر کے شرکت کریں گے اور جماعت بڑھے گی (ص ۸۳ ج ۱ الباب الخامس فى الامامة الفصل الاول فى الجماعة) امام افضل وہ ہے جو شرعی احکام سے سب سے زیادہ واقف ہو۔قرآن مجید تجوید وصحت کے ساتھ پڑھتا ہو، پرہیز گار ہو، صحیح العقیدہ اور اعلیٰ حسب والا ہو، حسین وجمیل اور معمر ہو، نسبی شرافت، خوش اخلاق اور پاکیزہ لباس والا، امامت کا زیادہ حق دار ہے کہ لوگ رغبت سے اس کی اقتداء کریں اور جماعت بڑی ہو۔حدیث شریف میں ہے۔کہ وفى رواية ان سركم ان تقبل صلوتكم فليؤمكم علمائكم فانهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم. رواه الطبرانى وفى رواية الحاكم فليؤ مكم خياركم . یعنی اگر تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہاری نمازیں عنداللہ مقبول ہوں تو چاہئے کہ علماء اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جو تم میں سب سے زیادہ نیک ہوں وہ تمہاری امامت کریں کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان قاصد ہیں۔(شرح نقایہ ص ۸۶ ج ۱ باب الامامۃ تحت قولہ ثم الاسن)

''تکمیل الایمان'' میں ہے ''نعم اگر مردے صالح ومتقی برائے امامت پیدا شود بہتر والا ہر کہ باشد نماز باجماعت باید گذارد۔وہر چند کہ فاسق بود بشرط یہ کہ فسق وفجوروے منجر بکفر نہ گردد وعلم باحکام وارکان نماز وقدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ از قرآنی یادداشتہ باشد (تکمیل الایمان فارسی ص ۷۸)

لہٰذا افضل کو امام بنایا جائے اور اس سے ایسا کام نہ لیا جائے جس سے لوگ اسے حقیر سمجھیں۔ہاں اگر کسی جگہ افضل امام نہ ہو، فاسق ہو تو جماعت نہ چھوڑے۔جماعت کی فضیلت اور اہمیت کے پیش نظر تنہا پڑھنے سے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام سینما بینی کا عادی ہو تو ایسے امام کی امامت کا کیا حکم ہے :

(سوال ۲۱۸) ایک حافظ صاحب سینما اور ناٹک دیکھتے ہیں اور ناچ گانے کے بہت شوقین ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(الجواب) جو شخص سینما دیکھتا ہو اور ناچ گانے کی محفلوں میں شرکت کرتا ہو ایسا شخص منصب امامت کے قابل نہیں ہے۔اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔اگر توبہ نہ کرے اور امامت بھی نہ چھوڑے تو دوسری مسجد میں نماز پڑھنی چاہئے۔اگر دوسری مسجد نہ ہو تو تنہا پڑھنے کے بجائے اسی امام کے پیچھے پڑھ لے اس لئے کہ جماعت کی اہمیت اور تاکید بہت زیادہ ہے۔وفى النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (قوله نال فضل الجماعة) افاد ان الصلوٰة خلفهما اولىٰ من الانفراد (درمختار مع الشامى ج ۱ ص ۵۲۵ باب الامامة) والله اعلم بالصواب.

جذامی وابرص کی امامت اور ان کے لئے جماعت کا حکم:

(سوال ۲۱۹) اگر جذامی جماعت سے نماز ادا کرنا چاہے اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں ایسی مجبوری کی

حالت میں اس کا اپنے مکان میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ترک جماعت کا گناہ کس کے ذمہ ہوگا۔ اور اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ اگر ابرص یعنی سفید داغ والا امامت کرتا ہے تو اس کی اقتداء کی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جذام بہت ہی گندہ اور خطرناک مرض ہے (اللہ محفوظ رکھے) گھر والے بھی دور رہتے ہیں۔ اس لئے مسجد میں آنے کی اجازت نہیں ہے کہ لوگ گھن کریں گے کوئی بھی پاس کھڑا نہ رہے گا۔ اس کو امام بنانا بھی مکروہ ہے۔ برص (یعنی سفید داغ) بدن میں پھیل گیا ہو تو اس سے بھی لوگ گھن کرتے ہیں لہذا اس کی امامت بھی مکروہ ہے۔ **ویمنع منه ای المسجد وکذا کل مؤذی (درمختار) وکذا القصاب والسماک والمجذوم والابرص اولیٰ بالالحاق (شامی ج ۱ ص ۶۱۹ تحت مطلب احکام المساجد. فقط واللہ اعلم بالصواب.**

بدعتی اور علماءحقہ کو برا کہنے والے کی امامت:

(سوال ۲۲۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں...... ہماری کالونی میں جو سابق پیش امام تھے وہ اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے ان کے خطبات اور وعظ میں بہت حد تک شرک اور بدعت کی رسموں کو چھڑانا اور سنت نبوی ﷺ کو جاری کرنے کی جدوجہد تھی۔ یہاں پر کچھ بریلوی عقائد والے بھی رہتے ہیں ان کو پیش امام کے ان وعظوں سے دشمنی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بریلوی علماء کا وعظ رکھا۔ انہوں نے حسب عادت دیو بندی علمائے حقہ کے خلاف اس قدر زہر اگلا کہ یہاں دو فرقے ہو گئے اور امام صاحب کے خلاف بھی منتگیں کرنے لگے۔ بالآخر امام صاحب نے مجبور ہو کر استعفیٰ دے دیا اس کے بعد بدعتی خیال کے لوگوں کی کوششوں سے ایک بدعتی امام کا تقرر ہوا اور انہوں نے اپنے بیانات میں دیو بندی علماءحقہ کے خلاف بدگوئی اور دروغ بیانی شروع کردی جس کی وجہ سے اہل حق...... نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا بند کر دیا۔ چونکہ ناچیز کو نماز باجماعت میں خاص لطف آتا ہے اس لئے ابھی تک بادل ناخواستہ اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں۔ دوسری مساجد بہت دور ہیں۔ بندہ اس وجہ سے ازحد پریشان ہے گھر پر نماز پڑھنے کی وجہ سے ناکارہ کو سستی کی وجہ سے نماز قضا ہو جانے کا ڈر رہتا ہے میں کیا کروں آپ جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ (از بمبئی)

(الجواب) یہ شخص فاسق ہے اس کو امام مقرر کرنا جائز نہیں۔ اگر پہلے سے امام ہو اور اس کو نکالنے میں فتنہ کا ڈر ہو اور دوسری مسجد نہ ہو اگر ہو تو بہت دور ہونے کی وجہ سے پنج وقتہ حاضری دینا مشکل ہو تو مجبوراً اس امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ تنہا پڑھنے سے ایسے امام کے پیچھے پڑھنا افضل ہے کہ جماعت کی بہت ہی اہمیت ہے۔ خرابی کی ذمہ داری امام پر اور اس کو مقرر کرنے والوں پر رہے گی۔ **وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (قوله نال فضل الجماعة) افاد ان الصلوٰة خلفهما اولیٰ من الا نفراد (درمختار والشامی ج ۱ ص ۵۲۵ باب الامامة) فقط واللہ اعلم بالصواب.**

قرآن شریف لحن جلی سے پڑھنے والے کی امامت:

(سوال ۲۲۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد کے امام صاحب نماز میں کئی مرتبہ ذال

کی جگہ ظاز کو ج اور ذال پڑھتے ہیں اور اسی طرح کئی حرفوں کو گھٹا بڑھا کر پڑھتے ہیں مثلاً فلینظر کو فلینظور اور یو منذ کو یومنیذ اور ثم کو ثما اور لیکون کو لیکونا پڑھتے ہیں۔ ان کی زبان صاف اور اچھی ہے۔ سند یافتہ ہیں۔ اگر تجوید کے مطابق پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں؟ مگر پہلے سے یہ عادت ہوگئی ہے۔ تو ان کی امامت میں ہماری نماز درست ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جمال القرآن میں ہے تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن کہلاتا ہے اور یہ (لحن) دو قسم کا ہے ایک یہ کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف...... پڑھ دیا جیسے الحمد کی جگہ الھمد پڑھ دیا ث کی جگہ س پڑھ دیا بڑی ح کی جگہ چھوٹی ہ پڑھ دی یا ذال کی جگہ زاء پڑھ دیا ص کی جگہ س پڑھ دیا ان غلطیوں کو لحن جلی کہتے ہیں اور یہ حرام ہے بعض جگہ اس سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔ (جمال القرآن)

لہذا اس طرح پڑھنے والا امامت کے لائق نہیں ہے اسے لازم ہے کہ پہلے قرآن صحیح پڑھنا سیکھے تب امامت کرائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جس نے نسبندی کرائی ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے :

(سوال ۲۲۲) جو لوگ از راہ رغبت نسبندی کرا کر خصی بن جاتے ہیں ان کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) خصی اور ہجڑے کو امام بنانا جائز نہیں۔ نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ویکرہ استخدام الخصیان لان الرغبة فی استخدامھم حث علی ھذا الصنیع و مثلة محرمة۔ یعنی خصی لوگوں سے خدمت لینا مکروہ ہے کہ ایسے لوگوں سے خدمت لینے میں اس فعل شنیع کا دروازہ کھولنا ہے حالانکہ یہ حرکت مثلہ محرمہ ہے مثلہ یعنی اعضاء بدن کی اصلی خلقت سے بگاڑنا۔ اور یہ حرام ہے۔ ھدایہ اخیرین کتاب الکراھیة فصل فی البیع ج۴ ص ۴۷۴۔ فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

امام کی زبان میں لکنت کی وجہ سے الحمد کے شروع میں اُ اُ اُ ہو جاتا ہے :

(سوال ۲۲۳) احقر امام مسجد ہے کچھ مدت سے میری زبان میں لکنت آگئی ہے اور وہ بھی صرف ایک لفظ الحمد للہ کے الف لام پر۔ مثلاً تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا پڑھ کر جب سورۂ فاتحہ شروع کرتا ہوں تو اُ اُ اُ ہو کر ہمزہ کی تکرار ہو جاتی ہے کچھ دیر کے بعد الحمد للہ کا تلفظ ہوتا ہے۔ اس کے بعد باقی سورت اور قرآن پاک کی آیات یا جو بھی سورت پڑھتا ہوں اچھی طرح پڑھ لیتا ہوں اس صورت میں نماز میں کراہت ہوگی یا نہیں؟ اگر الحمد کے شروع میں جہری نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہراً شروع کرتا ہوں تو کسی قسم کی تکلیف و لکنت و تکرار کے بغیر اچھی طرح پڑھا جاتا ہے تو اس مجبوری کی وجہ سے بسم اللہ کا جہراً پڑھنا کیسا ہے؟ اگر پڑھ لوں تو نماز میں کوئی کراہت تو نہیں؟ نیز رمضان المبارک میں تراویح کا مسئلہ یہ ہے کہ حافظ کو اجرت دے کر سننا سنانا دونوں منع ہے ایسی صورت میں اگر احقر ختم قرآن کی تراویح پڑھا دے تو تراویح کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے جہراً بسم اللہ الرحمن الرحیم O پڑھ لوں تو پڑھ سکتا ہوں یا نہیں؟ میں بھی حنفی المسلک ہوں اور مقتدی...... بھی حنفی ہیں۔ (بینوا توجروا)

(الجواب) صورت مسئولہ میں راجح اور احوط یہی ہے کہ آپ کی امامت میں نماز صحیح نہ ہوگی۔ قابل اعادہ ہوگی۔ وتکرہ امامۃ الفافاء ... الی قولہ ...... ولکن الاحوط عدم الصحۃ (شامی ج ۱ ص ۵۴۴ باب الامامۃ مطلب فی الثغ) اور الفافاء سے اااا زیادہ قبیح اور لحن جلی ہے۔ زیادہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاوی رحیمیہ ج ۱ ص ۱۵۳، ص ۱۵۴ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں ایسے تعلیم یافتہ کی امامت جو حروف کو صحیح مخارج سے ادا نہ کرے کے عنوان سے دیکھیں۔ از مرتب) اس لئے آپ نماز پڑھانے کی جرأت نہ فرماویں۔ تراویح کے لئے حافظ نہ ملے تو الم ترکیف سے پڑھانے کا انتظام کرلیا جائے۔ بسم اللہ کا جہر خلاف سنت اور بدعت ہے ترمذی شریف میں ہے عن ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال ای بنی محدث ایاک والحدث ...... الخ عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میں نے نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھی میرے والد نے سن لیا تو فوراً تنبیہ فرمائی بیٹا یہ بدعت ہے، بدعت سے الگ رہو (ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۳ باب ماجآء فی ترک الجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم) لہٰذا صورت مذکورہ میں اس کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جو شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ رکھے اس کی امامت کا حکم !:

(سوال ۲۲۴) جس کا عقیدہ یہ ہو کہ قرآن مخلوق ہے اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسے مبتدع کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست نہیں وامامۃ المبتدع ای صاحب الھوی الذی لا یکفر بہ صاحبہ فلا یجوز امامۃ الرافضی و الجھمی والقدری والمشبھۃ ومن یقول بخلق القران : الخ عینی شرح کنز الدقائق (باب الامامۃ ج ۱ ص ۳۸). فقط واللہ اعلم بالصواب.

نائی (حجام) کی امامت:

(سوال ۲۲۵) میں دھرم پور میں مؤذن ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حجامت کا کام کرتا ہوں۔ اور کبھی کبھی امام صاحب کی غیر موجودگی میں نماز بھی پڑھاتا ہوں۔ بعض لوگوں کا اعتراض یہ ہے کہ حجامت کا پیشہ ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ خاص کر جب کہ لوگوں کی داڑھی مونڈتا ہو! کیا واقعی میرے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) حجام (نائی۔ بال کاٹنے والا) اگر نماز وغیرہ کے مسائل کا علم رکھتا ہو اور ساتھ ساتھ دیندار بھی ہو تو امام بن سکتا ہے لیکن اگر وہ لوگوں کی داڑھی مونڈتا ہو تو وہ فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔ [1] اور اگر وہ جاہل ہو اور دیندار بھی نہ ہو اور حجامت کا پیشہ کرتا ہو اور اس وجہ سے لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت کرتے ہوں تو اس کو نماز نہیں پڑھانا چاہئے۔ لیکن اگر امام کی غیر موجودگی میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو تو مجبوراً اس وقت اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے اس لئے کہ جماعت کی اہمیت اور تاکید بہت زیادہ ہے۔ (فقط واللہ اعلم بالصواب)

---

(۱) قولہ فاسق من الفسق وھو الخروج عن الاستقامۃ ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی واکل الربا ونحوذلک .شامی باب الامامۃ ج ۱ ص ۵۱۰.

شادی شدہ امام ایک سال تک گھر نہ جائیں تو ان کی امامت صحیح ہے یا نہیں :

(سوال ۲۲۶) ہمارے یہاں امام صاحب ڈھائی برس سے امامت کررہے ہیں اور ان کی شادی کو تین برس ہوئے ہیں ایک سال سے وہ گھر نہیں گئے۔ کچھ ان پڑھ لوگ کہتے ہیں کہ جو شادی شدہ امام چار ماہ تک گھر نہ جائے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ سے یہاں تنازع ہورہا ہے۔ جواب سے نوازیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) شادی شدہ مرد اپنی عورت کی اجازت اور رضامندی کے بغیر چار ماہ سے زیادہ مدت دور نہ رہے۔ ویجب ان لا یبلغ له، مدة الا یلاء الا برضاها وطیب نفسها به الخ (شامی ج ۲ ص ۵۴۷ باب الا مامة مطلب فی الا لثغ) امام کی بیوی نے اجازت دی ہوگی اور ملازمت کی وجہ سے دور رہنے پر رضامند ہوگی۔ لہذا ان کے پیچھے نماز صحیح ہونے میں شبہ نہ کرنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جس شخص کی منکوحہ بے پردہ پھرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ :

(سوال ۲۲۷) ہماری بستی کی جامع مسجد میں طویل عرصہ سے ایک عالم حافظ، قاری منصب امامت پر فائز ہیں اور موصوف شرع کے مکمل پابند اور نیک اخلاق ہیں۔ کسی شخص نے اپنا نام ظاہر کئے بغیر خط محلہ کی جماعت (کمیٹی) کے نام سے امام صاحب کو پہنچایا کہ آپ کی اہلیہ پردہ میں نہیں لہذا فتاوی رشیدیہ اور حضرت مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری مدظلہ کے جواب کے مطابق آپ کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ لہذا آپ لوگوں کی نماز برباد نہ کریں یا تو اپنی اہلیہ کو پردہ میں بٹھادیں یا ملازمت سے سبکدوش ہوجائیں۔

سوال یہ ہے کہ خط لکھنے والا کوئی بھی ہو اور اس سے اس کی اچھی بری جو بھی نیت ہو وہ تو اللہ بہتر جاننے والا ہے لیکن اس طرح غائب رہ کر ان کا یہ اقدام مسجد میں فتنہ کا باعث ضرور ہوتا ہے لکھنے والا خود بھی جانتا ہوگا کہ امام کی اہلیہ ایک شریف گھرانے کی لڑکی ہے۔ اور بذات خود شرع کی پابند ہے۔ گھر کے باہر گھومتی پھرتی نہیں والدین یا بچوں کی ضرورت کی وجہ سے بقدر ضرورت گھر سے باہر اس طرح نکلتی ہے کہ سر سے پیر تک لباس میں ملبوس ہوتی ہے۔ ہاں ماحول نہ ہونے کی وجہ سے معروف برقع کی عادی نہیں آپ جواب عنایت فرمائیں کہ ایسی صورت میں مذکورہ امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام صاحب کی اہلیہ منہ اور چہرہ کھلا رکھ کر باہر نکلتی ہے تو یہ شرعی پردے کے منافی ہے امام صاحب کو لازم ہے کہ شرعی پردہ کرائیں ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔ جب کہ عورت اپنا منہ اور چہرہ کھلا رکھ کر باہر نکلے گی تو نامحرم کی نظر اس پر پڑے گی جواز روئے حدیث ایک زہر آلود تیر ہے کہ بغیر ہلاکت کے چارہ نہیں اور فرمان نبوی ﷺ ہے۔ لعن الله الناظر والمنظور الیه یعنی اللہ کی لعنت ہے دیکھنے والے پر اور اس پر بھی جس کو دیکھا جائے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۰۔ کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبة وبیان العورات) ایک اور حدیث میں ہے کہ عورت سامنے سے آتی ہے تو شیطان کی صورت میں آتی ہے اور پیچھے سے جاتی ہے تو شیطان کی صورت میں ہوتی ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸۔ ایضاً) مطلب یہ کہ جیسے شیطان وسوسہ ڈالتا ہے ویسے ہی عورت کا دیکھنا باعث وسوسہ اور موجب فساد ہوتا ہے اور حدیث میں ہے۔ المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها

الشیطان. عورت ستر (چھپانے کی چیز) ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے (اور گناہ میں مبتلا کرنے کی تدبیریں سوچتا ہے) اور حدیث میں ہے آنکھیں (زنا کرتی ہیں) کہ ان کا زنا نامحرم کو دیکھنا ہے اور کان (زنا کرتے ہیں) کہ ان کا زنا نامحرم کی بات سننا ہے اور زبان زنا کرتی ہے کہ اس کا زنا نامحرم کے ساتھ بولنا ہے اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں کہ ان کا زنا نامحرم کو چھونا ہے۔ (مسلم شریف ج ۴ ص ۳۳۶ کتاب القدر باب قدر علی ابن ادم حظہ من الزنا وغیرہ) جب عورت بے پردہ پھرے گی تو یہ سارے منکرات پیش آئیں گے۔ اور قدم قدم پر خود بھی گنہگار ہوگی۔ اور دوسروں کو بھی گناہ میں مبتلا کرے گی جب ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کے لئے یہ حکم ہے۔ **وقرن فی بیوتکن** (اور اپنے گھروں میں جمی رہو) اور طبعی و شرعی ضرورت کی وجہ سے نکلنا پڑے تو حکم ہے **یدنین علیھن من جلا بیبھن** (سر سے نیچی کرلیا کریں اپنے (چہرے کے اوپر) (اپنی چادریں) تو عام عورتوں کو کھلے منہ بے پردہ پھرنے کی اجازت کس طرح ہوگی؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر بات کیا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں نہ مردان کو دیکھیں، آنحضرت ﷺ نے اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور دعائیں دیں۔ (مسند بزاز، دار قطنی)

حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ جوان عورت کو غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا درست نہیں۔ نہ ایسی جگہ کھڑی ہو۔ جہاں کوئی دوسرا دیکھ سکے الخ۔ (بہشتی زیور ج ۴ ص ۷۵)۔

فتاویٰ دار العلوم میں ہے:۔

(سوال) جس شخص کی منکوحہ بے حجاب پھرے اور خاوند اس کو ہدایت نہ کرے نہ طلاق دے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے مع الکراہت۔ اس لئے اگر کوئی اس سے اچھا دیندار امامت کے لئے مل جائے تو بہتر ہے فقط محمد شفیع غفرلہٗ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۱۳۵ حصہ اول و دوم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۷ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ۔

جس کی منکوحہ بے پردہ ہو اس کو امام بنانا اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے یا تنہا پڑھنا بہتر ہے؟:

(سوال ۲۲۸) ایک امام حافظ مولوی ہیں لیکن ان کی اہلیہ بے پردہ باہر جاتی ہے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بجائے تنہا پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، مگر تنہا پڑھنے کی نسبت جماعت سے پڑھنا بہتر ہے۔ (۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب. ۲۷ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ.

---

(۱) ولـذا کـره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للامامة مراقی الفلاح علی الطحطاوی باب الا مامة ص ۱۶۵ .

بدکار آدمی کو امام بنانا:

(سوال ۲۲۹) اگر امام صاحب غیر حاضر ہوں اور دوسرا ایک شخص جو سینما دیکھتا ہو یا گانے سنتا ہو یا زنا کرتا ہو وغیرہ وغیرہ اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بدکار آدمی کو امام نہ بنایا جائے۔ نماز مکروہ ہوگی۔ حوالہ بالا فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۷۔ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ۔

نابینا اور جس کی بینائی کمزور ہو اس کی امامت:

(سوال ۲۳۰) راندیر کے ایک حافظ وقاری سورت کی ایک مسجد میں تقریباً چھ ماہ سے امامت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور وہ اس مسجد میں کئی سال متواتر رمضان المبارک میں تراویح بھی پڑھا چکے ہیں۔ منصب امامت کی تقرری کے وقت جملہ ساکنان محلہ اور مصلیان مسجد راضی تھے اور پوری رضامندی اور شرح صدر کے ساتھ قاری صاحب کو امام بنایا۔ مگر گذشتہ ماہ سے بعض مصلیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ قاری صاحب معذور ہیں ان کی آنکھیں کمزور ہیں اور بینائی بہت کم ہے ساتھ ہی ان پر بہتان لگا کر فیصلہ کر لیا کہ ایسے شخص کی امامت کراہت سے خالی نہیں نیز ایک کاغذ پر اپنے ہم خیال مصلیوں سے دستخط لے کر مسجد کے متولی کو کاغذ دیا اور تحریری مطالبہ کیا کہ موجودہ امام معذور ہے اس لئے اس کو ہٹا کر صحیح اور غیر معذور امام کو معین کیا جائے۔ حالانکہ حافظ صاحب مستند قاری اور جید حافظ ہیں۔ رہا بینائی کا معاملہ تو وہ ایسے معذور نہیں ہیں کہ نقل وحرکت اور آمد ورفت میں غیر کے محتاج ہوں انہوں نے قرآن کریم کا حفظ جامعہ حسینیہ راندیر میں کیا اور انہی میں برسوں تجوید کی خدمت بھی انجام دی۔ اتنا خیال رہے کہ جن مصلیوں نے ان کو ہٹانے کا بیڑہ اٹھایا ہے ان کا مشیر کار اور قائد علوم دینیہ اور مسائل شرعیہ کا عالم نہیں ہے اس کا شیوہ بن چکا ہے کہ امام سے اپنی بات منوائے خواہ خلاف شریعت ہو اگر امام اس کی بات نہ مانے تو اس کے خلاف محاذ قائم کر کے تجسس اور عیب جوئی کر کے اسے برطرف کرادے۔ اس سلسلہ میں چند امور دریافت طلب ہیں۔ (۱) کیا ضعف بصارت امامت کے لئے مانع ہوسکتی ہے؟

(۲) امام پر بہتان اور فرضی فرد جرم عائد کر کے اسے منصب امامت سے معزول کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔ (از سورت)

(الجواب) عام طور پر نابینا...... (اندھا) اور جس کو رات دن میں کم نظر آتا ہے نقل وحرکت اور دوسری ضروریات میں دوسرے شخص کا محتاج ہوتا ہے اور طہارت کے بارے میں اس کی حالت مشتبہ رہتی ہے اس لئے فقہاء کرام نے ایسے نابینا کی امامت کو جو غیر محتاط ہو اور نجاست سے نہ بچتا ہو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔ لیکن یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ غیر محتاط کے ساتھ مختص ہے۔ لہذا جو نابینا محتاط ہو اور نجاست سے بچنے کا پورا اہتمام کرتا ہو پاک صاف اور ستھرا رہتا ہو اس کی امامت کو بلا کراہت جائز لکھا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ تبوک میں تشریف لے جانے کے موقع پر حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو جو نابینا تھے مسجد نبوی میں نماز پڑھانے کے لئے اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ (طبرانی فی الکبیر وابو یعلی وابوداؤد از انس بحوالہ الجواب المتین

ص ۱۱) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمیرؓ باوجود نابینا ہونے کے بنی حطمہ کی امام تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں بنی حطمہ کا امام تھا حالانکہ میں نابینا تھا (ابوداؤد وطبرانی فی الکبیر بحوالہ الجواب المتین ص ۱۲) رسائل الارکان میں ہے۔ ویکرہ امامة الاعمی لان فی تطهیره شبهة لما لا یبصر موضع النجاسات ولا مواقعها فی الثوب ولا یغسلها بالمبالغة واما اذا کان اعمی مقتدی القوم فی الدین ویکون عین بصیرته مفتوحة ویکون مجمعاً للعلم والفضائل فلا یکره الا قتداء به لان احتیاطه یزید بکثیر علی احتیاط عوام اهل البصر وقد نقل الشیخ عبدالحق عن بعض شروح الکنز نقلاً عن المبسوط عدم کراهة امامة الأعمیٰ اذا کان مقتدی ذاورع وقد جعل رسول الله صلی الله علیه وسلم عبدالله ابن ام مکتوب یؤ م الناس وهو اعمیٰ رواه ابو داؤد. (رسائل الارکان ص ۹۸ باب من یکره امامة)

صورت مسئولہ میں جب کہ راندیر کے حافظ وقاری صاحب ایسے معذور نہیں ہیں کہ نقل وحرکت آمد ورفت اوراپنی ضروریات میں غیر کے محتاج ہوں۔ برسوں سے تراویح پڑھاتے ہیں اور مذکور مسجد میں بھی کئی سال تراویح پڑھا چکے ہیں اوراسی بناپر اہل محلہ نے متفقہ طور پران کو اپنا امام منتخب کیا ہے اور کوئی شرعی قباحت بھی نہیں پائی جاتی تو محض ذاتی عناداور ضد کی بناپر امامت سے معزول کرنے کا مطالبہ کرنا موجب ظلم اور توہین ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۷ شعبان المعظم ۱۴۰۰؁ھ۔

غیر مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنا:

(سوال ۲۳۱) غیر مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں بعض حنفی غیر مقلدوں کی مسجد میں جاکر نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مقلدین وغیر مقلدین میں بہت سے اصول وفروعی اختلاف ہیں مثلاً یہ لوگ صحابہ کو معیار حق نہیں مانتے۔ ائمہ اربعہ پر سب وشتم کرتے ہیں اوران کی تقلید کو جس کے وجوب پر امت کا اجماع ہو چکا ہے اس کو بدعت بلکہ بعض تو شرک تک کہہ دیتے ہیں اوراسی طرح بہت سے اجماعی مسائل کے منکر ہیں، بیس رکعت تراویح کو بدعت عمری کہتے ہیں۔ وقوع طلاق ثلثہ کو قرآن وحدیث کے خلاف کہتے ہیں۔ جمعہ کی اذان اول کو بدعت عثمانی کہتے ہیں۔ اور بعض تو چار سے زائد عورتوں سے نکاح کو جائز کہتے ہیں، متعہ کے جواز کے قائل ہیں اس لئے ہمارے اکابرین فرماتے ہیں کہ حتی الوسع ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور نماز جیسی اہم عبادت کو مشتبہ طور پر ادا کرنا کس طرح مناسب ہوسکتا ہے؟ اوراگر کسی مجبوری کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھ لی تو احتیاطاً بعد میں اعادہ کرلے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

(سوال) غیر مقلد کے پیچھے حنفی کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں اور کیسی ہوتی ہے؟

(الجواب) غیر مقلد بہت طرح کے ہیں، بعض ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا خلاف احتیاط یا مکروہ یا باطل ہے چونکہ پورا حال معلوم ہونا فی الفور مشکل ہے اس لئے احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ فقط

واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ ج اص ۲۳۶ مطبوعہ پاکستان)

آپ کا ایک اور فتویٰ جو عربی میں ہے اور حاشیہ میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے وہ ملاحظہ ہو۔ خلاصۂ سوال:۔ حنفی کا غیر مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ترجمہ جواب:۔ مبسملاً و حامداً و مصلیاً۔ میرے نزدیک مسئلہ میں تفصیل ہے کیونکہ غیر مقلد بہت طرح کے ہیں۔ بعضے ایسے ہیں کہ ان کا اختلاف مقلدین کے ساتھ صرف مسائل اجتہادیہ میں ہے ان کی اقتداء کا حکم وہی ہے جو حنفی کے لئے شافعی امام کی اقتداء کا ہے یعنی اگر وہ نماز میں خلافیات کی رعایت کرے تو بالاتفاق اقتداء جائز ہے ورنہ جواز اقتداء میں اختلاف ہے اور جمہور کا فتویٰ عدم جواز کا ہے کیونکہ نماز کے معاملہ میں احتیاط ضروری ہے اور بعضے غیر مقلدین ایسے ہیں کہ ان کا اختلاف مقلدین کے ساتھ ان مسائل میں ہے جو سنت والجماعت کے نزدیک اجماعی ہیں جیسے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح جائز قرار دینا، متعہ جائز قرار دینا اور سلف صالحین کے لئے سب وشتم (گالی گلوچ) روا رکھنا و امثال ذالک ایسے لوگوں کا حکم بدعتی امام کے حکم کے مانند ہے یعنی بغیر کسی مجبوری کے ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور کسی مجبوری کے وقت مکروہ تنزیہی ہے اور جن غیر مقلدین کا حال مشتبہ ہو (اگر فتنہ کا ڈر ہو تو) اولیٰ یہ ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے تاکہ کوئی فتنہ نہ اٹھے اور بعد میں اعادہ کرلے تاکہ احتیاط پر عمل ہو جائے لیکن اگر فتنہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں ہے تو ان کے پیچھے نماز نہ پڑھے تاکہ مسلمانوں کو دھوکا نہ ہو اور وہ دین متین کے بارے میں بے باک نہ ہو جائیں۔

واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ ج اص ۳۸۵، ص ۳۸۶ ترتیب جدید بحاشیہ جدیدہ مفتی سعید احمد پالنپوری مطبوعہ ادارۂ تالیفات اولیاء دیوبند)

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا فتویٰ۔

(سوال) جس شخص کا عقیدہ حسب ذیل ہو اس کو امام بنانا کیسا ہے، تقلید ناجائز اور بدعت ہے مرزائی اور مرزا مسلمان ہیں۔ مقلدوں کا مذہب قرآن میں نہیں۔ ایسے شخص کو امام بنانا اور ترجمۂ قرآن شریف اس سے پڑھنا کیسا ہے؟

(الجواب) ایسے شخص کو امام بنانا جس کے عقائد سوال میں درج کئے ہیں درست نہیں ہے اور اس سے ترجمۂ قرآن شریف بھی نہ پڑھنا چاہئے۔ فقط۔ (فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل ص ۱۰۶ جلد ثالث)

آپ کا دوسرا فتویٰ۔

(سوال) زید غیر مقلد۔ تقلید ائمۂ اربعہ کو کفر و شرک بتلاتا ہے زید کا کہنا صحیح ہے یا غلط اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے یا غلط؟

(الجواب) قول اس غیر مقلد کا غلط ہے اور گمراہی و خطاء ظاہر ہے ایسے غیر مقلد کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے۔ فقط حاشیہ میں ہے۔ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے ارشاد نبوی ہے۔ **سباب المسلم فسوق وقتاله كفر (مشكوٰة) اما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمة لانه لا يهتم لا مر دينه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه، وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الخ بل مشى في شرح المنية على**

ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم (رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۳ باب الامامة)فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ج ۳ ص ۲۵۷، فقط واللہ اعلم بالصواب .

جس کے داڑھی نہ نکلی ہواس کوامام بنانا:

(سوال ۲۳۲) میری عمر۲۵سال کی ہے حافظ قرآن ہوں مگر ابھی تک داڑھی نہیں نکلی ہے ایک جگہ امامت کرنا چاہتا ہوں بعض لوگ داڑھی نہ ہونے کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارے پیچھے سن رسیدہ لوگ نماز نہیں پڑھ سکتے ،کیاان کا یہ قول صحیح ہے؟ میں امامت کراسکتا ہوں یانہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) آپ نماز کے صحیح وفاسد ہونے کے مسائل سے واقف ہوں ۔قرآن مجید صحیح اور تجوید کیساتھ پڑھتے ہوں اور آپ کی دینداری پرلوگوں کوشک وشبہ نہ ہوصرف داڑھی نہ نکلنے کی وجہ سے امامت کے لائق نہ سمجھتے ہوں تو ان کا خیال مناسب نہیں ،البتہ کسی کی عمر کم ہواور خوبصورت ہواوراس کونگاہ شہوت سے لوگوں کے دیکھنے کا احتمال ہو جس کی وجہ سے لوگ اس کی امامت کوناپسند کرتے ہوں تو اس کی امامت مکروہ ہوگی ۔شامی میں ہے۔قوله و كذا تكره خلف امرد) الظاهر انها تنزيهية ايضاً والظاهر ايضاً كما قال الرحمتى ان المرادبه الصبيح الوجه لانه محل الفتنة . الى قوله. وفى حاشية المدنى عن الفتاوىٰ العفيفة سئل العلامة الشيخ عبدالرحمن بن عيسىٰ المرشدى عن شخص بلغ من السن عشرين سنةً وتجاوز حد الا نبات ولم ينبت عذاره فهل يخرج بذلك عن حدا لا مردية . الى قوله.فاجاب بالجواز من غير كراهة و ناهيك به قدوة والله اعلم وكذالك سئل عنها المفتى محمد تاج الدين القلعى فأ جاب كذلک اھ(شامی ج ۱ ص ۵۲۵ باب الا مامة مطلب فى امامة الامرد) فقط والله اعلم بالصواب.

امام کی بیوی بدکردار ہومگر وہ اپنی بری حرکتوں سے توبہ کرلے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے :

(سوال ۲۳۳) ہمارے یہاں پانچ برس سے ایک عالم امام ہیں بظاہر دیندار ہیں اورآج تک ان سے کوئی نازیبا حرکت صادر نہیں ہوئی ۔ چند دن ہوئے لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان کی زوجہ بداخلاق ہے اوراس کا غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلق ہے اور شریعت کے حدود پار کرکے زنا کی بھی مرتکب ہوئی ہے ۔امام صاحب کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس پرسخت ناراض ہوئے اوراس کی اس حرکت پراظہار نفرت کیا اوراس کوطلاق تک دینے کا ارادہ کرلیا۔ بعد میں عورت کو بھی اپنی اس حرکت پرندامت ہوئی اس نے سچی توبہ کی اوراپنے شوہر سے بدل وجان معافی مانگی اور عہد کیا کہ آئندہ اس قسم کی حرکت ہرگز نہیں کروں گی ۔اس کے بعد امام صاحب نے اس کوطلاق نہیں دی اور ابھی اسی کے ساتھ رہتے ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یانہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ امام فاسق ہے اس لئے نماز صحیح نہیں ۔اور بعض کہتے ہیں کہ نماز صحیح ہوگی اس لئے کہ یہ نازیبا حرکت امام نے نہیں کی ہے بلکہ وہ اس پرناراض بھی ہوئے ہیں ۔کس کی بات صحیح ہے؟

(الجواب) جب امام صاحب عورت کے اس گناہ میں شامل اور معاون نہیں بلکہ اس سے بالکل بے خبر تھے اور جب اس کی اطلاع ہوئی تو سخت ناراض اور غصہ ہوئے اور جب تک عورت نے توبہ نہیں کی اس سے تعلقات قطع کر دیئے اور طلاق تک دینے کا ارادہ کرلیا تو ان کو گنہگار اور فاسق کہنا صحیح نہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔ ولا تزروازرة وزر اخری. اور کوئی دوسرے (کے گناہ کا) بوجھ نہ اٹھائے گا۔ (سورۂ فاطر پ۲۲) اس لئے ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کسی قسم کا حرج نہیں اور شوہر پر بدکار و فاجرہ عورت کو فوراً طلاق دینا ضروری نہیں۔ ہاں جب یقین ہو جائے کہ عورت زنا کاری و بدکاری سے باز نہیں آئے گی اور ایک دوسرے کے حقوق پامال ہوں گے تو پھر ایسی عورت کو طلاق دے کر علیحدہ کر دینا چاہئے۔ درمختار میں ہے۔ لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولا علیها تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود الله فلا بأس ان یتفرقا (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۴۰۲ کتاب النکاح) فقط واللہ اعلم بالصواب.

امام نے بری حرکت کی پھر اس نے توبہ کرلی تو اب اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟:

(سوال ۲۴۳) ہمارے گاؤں میں ایک حافظ صاحب امام تھے سوء اتفاق سے ان کا ایک لڑکی سے تعلق ہو گیا۔ لڑکی مسجد میں ان کے پاس آتی جاتی تھی۔ لوگوں کو اور مسجد کے متولی کو اس کی خبر ہو گئی۔ انہوں نے امام...... سے اس کے متعلق دریافت کیا تو امام ﷺ نے اقرار کرلیا۔ پھر متولی نے ان کو امامت سے علیحدہ کر دیا۔ اس کے بعد امام...... نے اپنی اس حرکت سے توبہ کرلی اور دوسری جگہ شادی کرلی۔ اب وہ حافظ صاحب دوسرے محلہ کی مسجد میں امامت کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ان کی امامت درست ہے؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام نے یہ حرکت بڑی نازیبا کی کہ اجنبی اور پرائی عورت سے ناجائز تعلق قائم کیا۔ یہ حرکت ان کے منصب کے اعتبار سے بہت ہی خراب ہے جب تک اس حرکت سے باز نہ آ جائے اور صدق دل سے توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ اگر وہ اپنا جرم کا اعتراف کر کے سچے دل سے توبہ کرلے اور نمازیوں کو اس کی توبہ کا یقین ہو جائے تو پھر وہ امامت کر سکتا ہے۔ جب انسان صدق دل سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ حدیث میں ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له. لہذا توبہ کرنے کے بعد اس کو فاسق اور گنہگار سمجھنا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مراہقہ اور بالغہ لڑکیوں کو بلا حجاب پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ اور جو شخص ایسی لڑکی کو پڑھائے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۲۴۴) اگر کوئی شخص پندرہ سولہ سالہ لڑکیوں کو قرآن کی تعلیم دے۔ جب کہ یہ لڑکیاں اس کے لئے نامحرم ہیں۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ اور ایسے امام کے پیچھے پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا (از رنگون)

(الجواب) مراہقہ اور بالغہ لڑکیوں کو بلا حجاب پڑھانا درست نہیں، پردہ کا اہتمام ہو اور خلوت نہ ہو تو گنجائش ہے مگر خلاف احتیاط ہے لہذا محرم یا عورت ہی سے پڑھایا جائے۔ مسئلہ معلوم ہونے کے بعد بھی احتیاط نہ کرے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۹ شعبان المعظم ص ۱۴۰۱ھ۔

کہنی تک کٹے ہوئے ہاتھ والے حافظ قرآن کے پیچھے تراویح:

(سوال ۲۳۵) ایک حافظ قرآن کا ایک ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹ گیا ہے ایسے امام کے پیچھے تراویح مکروہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب) ایسے امام کے پیچھے تراویح پڑھنا جائز ہے مکروہ نہیں۔(۱) ۔واللہ اعلم بالصواب۔

نابالغ حفاظ قرآن پختہ کرنے کے لئے نوافل باجماعت ادا کریں اور اصلاح کے لئے کوئی بالغ اس کی اقتداء کرے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۳۶) چند نابالغ حفاظ ہیں وہ رات کو نوافل میں قرآن سنانا چاہتے ہیں تو کیا ایسے نابالغ امام کی بغرض اصلاح اقتداء کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نفل نماز اور تہجد میں احناف کے نزدیک جماعت مکروہ ہے امام کے پیچھے دو مقتدی ہوں تو مکروہ نہیں تین میں اختلاف ہے اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہے یہ حکم جماعت کا ہے۔رہا نابالغ حافظ کی اقتدا تو تراویح اور نوافل میں بھی درست نہیں۔وامامة الصبی العاقل فی التراویح والنوافل المطلقةیجوز عند بعضهم ولا یجوز عند عامتهم کذا فی محیط السرخسی.(عالمگیری ج ۱ ص ۷۴ باب الامامة الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیره)(کبیری ص ۴۹۰)

البتہ اگر وہ اپنا قرآن پختہ کرنے اور تراویح پڑھانے کی عادت ڈالنے کے لئے نفل نماز میں قرآن سنائے تو لقمہ دینے کے لئے ایک حافظ اگر ایک کافی نہ ہو تو دو حافظ تعلیماً اقتداء کر سکتے ہیں،فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے اقتداء جائز نہ ہوگی۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فیشن پرست حافظ کو تراویح میں امام بنانا کیسا ہے:

(سوال ۲۳۷) ہمارے یہاں ''دمن'' میں ایک نوجوان لڑکا حافظ قرآن ہے۔داڑھی بھی ہے مگر اس کا لباس فیشنی بیل بوٹم وغیرہ ہے،سر پر لمبے غیر شرعی ہپی بال ہیں۔اور برہنہ سر گھومتا ہے۔نماز کا پابند نہیں ہے۔اس کا دو برس سے یہاں قیام ہے مگر کبھی نہ دینی مجالس میں شرکت کرتا ہے نہ قبرستان میں تدفین کے وقت نظر آتا ہے۔تراویح میں ایسے شخص کا امام بنانا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کی موافقت کرتے ہیں کہ تراویح پڑھانے کے وقت وہ شرعی لباس کرتا،پائجامہ پہن لیتا ہے۔تو پھر کیا اعتراض ہے۔آپ مفصل تحریر فرمائیں۔بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ لباس فیشن ہے اور اس کو فساق وفجار نے اختیار کیا ہے،علامہ جوزی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ولا یخفی علی عاقل ان کشف الرأس مستبح وفیه اسقاط مروة وترک ادب وانما یقع فی المناسک تعبداًلله تعالیٰ وذلالة . اور عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے کہ.....سر کھولنا قبیح ہے اور مروۃ ختم کرتا ہے۔

---

(۱) قوله ومفلوج وأبرص شاع،برصه وکذلک أعرج یقوم ببعض قدمه فالا قتداء بغیره اولیٰ تاتر خانیه وکذلک اجزم برجندی ومجبوب وحاقن ومن له ید واحدة فتاوی الصوفیة عن التحفیة والظاهر ان العلة النفرة الخ شامی باب الامامة مطلب فی امامة الامرد ج ۱ ص ۵۲۲.

اور ادب اور شریفانہ تہذیب کے خلاف ہے۔ شریعت میں صرف احرام حج میں سر کھلا رکھنے کا حکم ہے۔ جس کا مقصد صرف تعبد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی نیازمندی اور اپنی بندگی کا اظہار کرنا ہے۔ (تلبیس ابلیس ص ۳۷۳)

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ ویکرہ کشف الراس بین الناس ،لوگوں کے درمیان سر کھولنا مکروہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج۔۱ص ۱۳)

آپ ﷺ کا پسندیدہ طریقہ چھوڑ کر فساق و فجار کے طریقوں کو اختیار کرنا بالخصوص حافظ قرآن اور امام کے لئے ازحد افسوسناک ہے۔ بعض نوجوان کالج وغیرہ کے ماحول کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کی سنت کو چھوڑنے پر مصر رہتے ہیں۔ یہ ماحول سے متاثر ہونے کی علامت ہے دیکھئے حضور اکرم ﷺ کے صحابی حضرت حذیفہؓ سفر میں تھے، کھانا تناول کرنے کے درمیان آپ کے ہاتھ سے لقمہ گر پڑا آپ نے اسے اٹھا کر کھالیا خادم نے آہستہ سے کہا آپ ایسا نہ کریں مقامی لوگ اسے عیب سمجھتے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا أاترک سنة حبیبی صلی اللہ علیه وسلم لهو لاء الحمقاء کیا ان احمقوں اور بے وقوفوں کی وجہ سے اپنے حبیب ﷺ کی سنت کو چھوڑ دوں؟

آیت قرآنی فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک الخ کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادقؒ سے مروی ہے کہ اگر کوئی قوم خدا کی عبادت کرے اور نماز روزہ، حج وزکوٰۃ سب کچھ بجالاوے مگر آنحضرت ﷺ کے کسی عمل کے بارے میں بطور اعتراض یہ کہے کہ آپ ﷺ نے یہ کیوں کیا؟ یا آپ کے کسی حکم کے متعلق دل میں تنگی محسوس کرے تو صوم وصلوٰۃ وغیرہ اعمال ہونے کے باوجود وہ کافر ومشرک کے حکم میں ہے۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۶۵)

ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ حدیث بیان فرمارہے تھے کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یحب الدباء حضور اکرم ﷺ کدو کو پسند فرماتے تھے ایک شاگرد نو رابول اٹھا مگر میں تو پسند نہیں کرتا امام ابو یوسفؒ نے تلوار نکال کر کہا تو بہ کرورنہ قتل کر ڈالوں گا (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۶۲ مطبوعہ ملتان، باب الجماعة و فضلها)

خلاصہ یہ کہ اگر حافظ اپنی ان قبیح عادتوں کے ترک کردینے کا عہد کرے تو اس کو امام تراویح بنایا جاسکتا ہے اور اگر انکار کرے تو پھر ایسا شخص امامت کے منصب کے لائق نہیں اور اس وجہ سے نمازی اگر اس سے ناراض ہوں تو ان کی ناراضگی حق ہوگی حدیث میں ہے کہ شرعی سبب سے اگر مصلی امام سے ناراض ہوں تو ایسے امام کے پیچھے نماز مقبول نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے (ولو ام قوما وهم له کارهون) ان الکراهة (لفساد فیه او لانهم احق بالامامة منه کره) له' ذلک تحریماً لحدیث ابی داؤد ج ۱ ص ۸۸ لایقبل اللہ منهم صلاۃ من تقدم قوماً وهم له کارهون (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۲۲ باب الامامة)

ابوداؤد شریف میں ہے۔ ان رجلاً ام قوماً فبصق فی القبلة ورسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ینظر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حین فرغ لا یصلی لکم فاراد بعد ذالک ان یصلی لهم فمنعوہ واخبروہ بقول رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فذکر ذالک لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال نعم وحسبت انه' قال انک آذیت اللہ ورسوله' صلی اللہ علیه وسلم . یعنی ایک شخص نے امامت کرائی اور (نماز میں) قبلہ کی طرف تھوکا، رسول اللہ ﷺ یہ دیکھ رہے تھے جب وہ فارغ ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ شخص تم لوگوں کو نماز نہ پڑھائے، اس کے بعد (دوسرے وقت) نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ان کو

روک دی اور حضور ﷺ کا فرمان سنایا۔ انہوں نے یہ بات حضور اکرم ﷺ سے جا کر کہی (کہ لوگ نماز پڑھانے نہیں دیتے اور کہہ رہے ہیں کہ آپ نے منع فرمایا ہے) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ہاں (میں نے منع کیا ہے) راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم نے (قبلہ کی طرف تھوک کر) اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۶۷ باب الکراھیۃ البزاق فی المسجد)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو شرعی احکام کا پابند ہونا چاہئے اور سنت کے مطابق زندگی گذارنے کا عادی ہونا چاہئے لہذا اگر حافظ صاحب اپنی طرز زندگی بدلنے پر تیار ہوں تو ان کو امام بنایا جائے ورنہ امام کا مقدس منصب ان کو سپرد نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

خصی اور ہجڑے کے پیچھے نماز کیوں مکروہ ہے جب کہ وہ کلمہ گو ہے:

(سوال ۲۳۸) فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم میں سوال نمبر ۱۲۱۳ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں، جس نے نسبندی کرائی ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، کے عنوان سے دیکھیں صفحہ مرتب) کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے ''خصی اور ہجڑے کو امام بنانا جائز نہیں، نماز مکروہ ہوتی ہے'' جو نسبندی کرا رہا ہے چاہے وہ اپنی مرضی سے کرا رہا ہو مگر وہ کلمہ گو تو ہے)۔ اس کا ایمان تو صحیح ہے، پھر بھی اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی ہے، یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے، جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) آپ کے اشکال کا جواب اسی جگہ موجود ہے، یہ حرکت مثلہ محرمہ ہے۔ مثلہ یعنی اعضاء بدن کو اصلی خلقت سے بگاڑنا اور یہ حرام ہے۔ ہر کلمہ گو کی امامت درست ہو یہ ضروری نہیں ہے۔ عورت بھی کلمہ گو ہے مگر اس کی امامت درست نہیں ہے نابالغ بھی کلمہ گو ہے لیکن اس کی امامت جائز نہیں ہے، بدکار، زناکار فاسق و فاجر بھی کلمہ گو ہے مگر ایسے شخص کو امام بنانے کی شرعاً اجازت نہیں، اسی طرح از راہ رغبت (اپنی مرضی سے) خصی بننے والے کو ''امامت'' کا اعلیٰ منصب عطا کرنا درست نہیں ہے کہ خصی ہونا حرام ہے ملاحظہ ہو (فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم ص ۲۳۶) (جدید ترتیب کے مطابق حظر و اباحۃ میں برتھ کنٹرول کے لئے مجبور کیا جائے تو کیا علاج؟ کے عنوان سے دیکھیں صفحہ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۲ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ۔

غیر شادی شدہ کی امامت:

(سوال ۲۳۹) بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس کا نکاح نہ ہوا ہو اس کی امامت جائز نہیں، جبکہ امام صاحب یوں کہتے ہیں کہ میں علم دین حاصل کر رہا ہوں فارغ ہونے کے بعد نکاح کروں گا، کس کی بات صحیح ہے؟ غیر شادی شدہ شخص امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امامت صحیح ہونے کے لئے امام کا شادی شدہ ہونا شرط نہیں ہے جب کہ پاک بازی کی زندگی گذار رہا ہے اور علم دین حاصل کرنے میں مشغول ہے، اور تعلیم پوری کر کے شادی کے لئے کہتا ہو تو کیا برا ہے؟ جو لوگ خواہ مخواہ پیچھے پڑے ہیں اور امامت کو ناجائز قرار دیتے ہیں وہ زیادتی کر رہے ہیں، اگر ابھی شادی ہوگئی اور تعلیم رک گئی تو اس کے حق میں کتنا بڑا نقصان ہوگا، البتہ اگر تعلیم پوری ہونے کی مدت میں گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو

مقتدیوں کو چاہئے کہ شادی کا انتظام کردیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شافعی امام وتر دو سلام سے ادا کرے تو حنفی اس کی اقتداء کرسکتا ہے یا نہیں :

(سوال ۲۴۰) رمضان المبارک میں تراویح کے بعد وتر بعد جماعت ادا کی جاتی ہے، ہمارے یہاں زیادہ تر شافعی مسجدیں ہیں وہ لوگ اپنی وتر دو سلام سے ادا کرتے ہیں، کیا حنفی حضرات شافعی امام کے پیچھے دو سلام سے وتر ادا کرسکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صحیح قول یہ ہے کہ اگر شافعی امام وتر دو سلام سے ادا کرے تو حنفی مقتدی اس کی اقتداء نہ کرے اسی میں احتیاط ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے **وان لا یقطع وتره بسلام علی الصحیح (طحطاوی ص ۱۲۰ باب الوتر)**

درمختار میں ہے **(وصح الاقتداء فیه (ای فی الوتر) بشافعی لم یفصله بسلام) لا ان فصله(علی الا صح) (درمختار ج ۱ ص ۶۲۵ باب الوتر والنوافل)فقط والله اعلم بالصواب.**

بدعتی کی امامت کا حکم :

(سوال ۲۴۱) ہمارے محلہ کی مسجد کے امام صاحب بدعتی ہیں اور دوسری مسجد جہاں صحیح العقیدہ امام ہیں وہ بہت دور ہے وہاں جانا مشکل ہوتا ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جماعت چھوڑنے پر دل مائل نہیں ہوتا، میرے ایک دوست کہتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ کر تنہا اس نماز کا اعادہ کرلیا کرو، شرعی حکم کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر یقین کے ساتھ اس بات کا علم ہو کہ امام کے عقائد کافرانہ اور مشرکانہ ہیں وہ بدعقیدہ ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور اگر یقین کے ساتھ اس بات کا علم نہ ہو تو پھر اگر دوسری مسجد بہت دور ہو اور وہاں پنج وقتہ حاضری دینا مشکل ہو تو مجبوراً ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لے، تنہا پڑھنے سے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے کہ جماعت کی بہت اہمیت ہے، ایسے بدعتی شخص کو امام بنانے کی جو خرابی اور کراہیت ہے اس کی ذمہ داری امام اور اس کو مقرر کرنے والوں اور جماعت کرنے والوں پر ہوگی، اور جماعت سے نماز پڑھنے کے بعد نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ **یجوز الصلوٰة خلف صاحب الهویٰ وبدعة ولا یجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمشبهة ومن یقول بخلق القرآن وحاصله ان کان هوی لا نکفر به صاحبه یجوز الصلوٰة خلفه مع الکراهة والا فلا هکذا فی التبیین ، والخلاصة وهو الصحیح هکذا فی البدائع (فتاویٰ عالمگیری ص ۵۲ باب ۵ فی الا مامةفصل نمبر ۳)**

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:۔ اگر بدعتی کی بدعت اور بداعتقادی مفضی الی الکفر ہو تو پھر اس کی امامت کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہے (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۱۶۵) (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں، فاسق وفاجر اور بدعتی کی امامت کا کیا حکم ہے، کے عنوان سے دیکھیں ۱۲ مرتب)

درمختار میں ہے:(ویکره)...... (ومبتدع ای صاحب هوی......(لایکفربها)(وان کفر

بھا) کقولہ ان اللہ تعالیٰ جسم کا لا جسام وانکارہ صحبۃ الصدیق (فلا یصح الا قتداء بہ اصلا) فلیحفظ..... وفی النھر عن المحیط صلی خلف فاسق اومبتدع نال فضل الجماعۃ (درمختار) شامی میں ہے (قولہ نال فضل الجماعۃ)افادان الصلوۃ خلفھما اولیٰ من الا نفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع لحدیث من صلی خلف عالم تقی فکا نما صلی خلف نبی (درمختار والشامی ص ۵۲۳،ص ۵۲۴،ص۵۲۷ ج اول باب الا مامۃ) (فتاویٰ رحیمیہ اردو ص۳۴۹ص۳۵۰ج۴(اسی باب میں، بدعتی اور علماء حقہ کو برا کہنے والے کی امامت، کے عنوان سے دیکھیں ۱۲ مرتب)

ہدایہ اولین میں ہے۔ویکرہ تقدیم العبد..... والفاسق لانہ لا یھتم لا مر دینہ وان تقدموا جاز لقولہ علیہ السلام صلوا خلف کل برو فاجر (ھدایۃ اولین ص ۱۰۱ ج۱ باب الا مامۃ) فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

(سوال) جو شخص رسول اللہ ﷺ کو غیب دان جانے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(الجواب)..... جو شخص رسول اللہ ﷺ کو علم غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے ثابت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز نادرست ہے(حاشیہ میں ہے لا نہ کفر فلا یصح الا قتداء بہ اصلاً، کذافی الدر المختار(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸ حصہ سوم مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ سنہری مسجد دھلی)فقط واللہ اعلم بالصواب.

داڑھی خشخشی کرانے والے کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۲۴۲) زید امامت کرتا ہے، وہ اپنی ڈاڑھی کترواتا ہے اور داڑھی ایک مشت سے کم ہے ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟! امام صاحب کو توجہ دلائی گئی مگر وہ دھیان نہیں دیتے داڑھی کتنی رکھنا مسنون ہے اسے تفصیل سے بیان فرمائیں تاکہ بات پوری طرح منقح ہو جائے بینوتو جروا۔

(الجواب) مردوں کے لئے داڑھی رکھنا واجب ہے، یہ داڑھی رکھنا اسلامی اور قومی شعار ہے، تمام انبیاء علیہم السلام کی متفقہ سنت مستمرہ ہے احادیث میں بہت ہی تاکید بیان کی گئی ہے، ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ جلد ششم ص ۲۳۶ (ایمان وعقائد میں، داڑھی کا وجوب اور ملازمت کی وجہ سے اس کا منڈانا، کے عنوان سے دیکھیں ۱۰۵ ۱۲ مرتب) اور داڑھی کی مقدار شرعی ایک قبضہ یعنی ایک مشت ہے' امام محمدؒ کتاب الآ ثار میں تحریر فرماتے ہیں: والسنۃ فیھا القبضۃ وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ داڑھی کی مقدار مسنونہ ایک قبضہ ہے اور وہ ایس طرح کہ داڑھی مٹھی میں لے لے اور جو زائد ہو اسے کاٹ دے (کتاب الآ ثار فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۱۷۷

درمختار میں ہے ولا بأس باخذ اطراف اللحیۃ والسنۃ فیھا القبضۃ شامی میں ہے (قولہ والسنۃ فیھا القبضۃ)وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذا ذکر محمد فی کتاب الآثار عن الا مام قال وبہ ناخذ محیط اہ یعنی داڑھی میں مقدار مسنون ایک مشت ہے لہذا جو حصہ ایک مشت سے زائد ہو اسے کاٹ دے یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے (درمختار وشامی ج ۵ ص ۳۵۹ کتاب الحظر والا باحۃ) دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں واما الا خذمنھا وھی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربہ ومخنثۃ الرجال

فلم یبحه احد واخذ کلها فعل هنود الهند ومجوس الاعاجم (درمختار وشامی ص ۱۵۵ ج ۲)

غایۃ الاوطار ترجمۂ اردو درمختار میں ہے: اور داڑھی میں سے لینا اس حال میں کہ وہ مشت سے کم رہ جائے جیسا کہ بعض مغربی اور مخنث کرتے ہیں پس اس کو کسی نے مباح نہیں کیا اور کل کو منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہے اور عجم کے مجوسیوں کا طریقہ ہے (**غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۵۲۴ باب مایفسد الصوم وما لا یفسدہ**)

فیض الباری شرح بخاری میں ہے: **واما قطع مادون ذلک فحرام اجماعاً بین الائمة رحمهم الله** . یعنی داڑھی اس طرح کاٹنا کہ قبضہ سے کم رہ جائے باتفاق ائمہ حرام ہے (**فیض الباری شرح بخاری ص ۳۸۰ ج ۴ فیما یصلح اماما لغیرہ**) نصاب الاحتساب میں ہے: **مسئلة هل یجوز حلق اللحیة کما یفعله الجوالقیون؟**

(الجواب) لایجوز ذکره فی کراهیة التجنیس والمزید وفی جنایات الهدایة وقال علیه السلام احفوا الشوارب واعفوا اللّحی ای قصوا الشوارب واترکوا اللحیٰ ولا تحلقوها ولا تقطعوها ولا تنقصوها فی القدر المسنون وهی القبضة .

ترجمہ:۔ ڈاڑھی منڈانا جائز ہے یا نہیں۔

(الجواب) التجنیس والمزید کی کتاب الکراہیۃ اور ہدایہ کے باب الجنایات میں مذکور ہے کہ (داڑھی منڈانا) جائز نہیں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی مونچھوں کو چھوٹا کرو اور داڑھیوں کو گھنی کرو اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دو اور مقدار مسنون سے کم نہ کرو اور وہ ایک قبضہ ہے (نصاب الاحتساب ص ۱۴، ص ۱۵ باب نمبر ۶ قلمی) مالا بدمنہ میں ہے:۔ تراشیدن ریش بیش از قبضہ حرام است یعنی داڑھی منڈانا اور ایک قبضہ سے کم رکھنا حرام ہے (مالا بدمنہ ص ۱۳۰)

مندرجہ بالا تمام حوالے فتاویٰ رحیمیہ سے ماخوذ ہیں، مزید حوالے فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۶ تا ص ۲۵۰ ایضاً جلد ششم میں ملاحظہ فرمائیں۔ جدید ترتیب میں "ایمان و عقائد میں داڑھی کا وجوب اور ملازمت کی وجہ سے اس کا منڈانا" کے عنوان سے ص ۱۵ دیکھئے۔

ان روایات واقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ داڑھی رکھنا واجب ہے اور ایک مشت سنت مؤکدہ ہے اس سے کم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور یہ فعل موجب فسق ہے، فتاویٰ دار العلوم میں ہے، ایک قبضہ (مٹھی) داڑھی رکھنا سنت ہے، اس سے چھوٹی کرانا داڑھی کٹانے کے حکم میں ہے اور یہ حرام ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۱۲۸ مدلل مکمل)

امامت کا منصب بہت عظیم ہے داڑھی جیسی عظیم الشان سنت کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا اور مقدار مسنونہ کی رعایت نہ کرنا منصب امامت کے بالکل خلاف ہے، داڑھی مونڈنا یا خشخشی کرنا علانیہ فسق کی علامت ہے، ایسا شخص فاسق اور معلن ہے اس لئے امام صاحب پر لازم ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور مقدار مسنونہ کے مطابق داڑھی رکھیں، اگر وہ اپنی اس حرکت کو نہ چھوڑیں تو ان کی امامت مکروہ ہے ایسے شخص کو امامت کے عظیم منصب پر قائم نہ رکھا جائے معزول کردیا جائے، شامی میں ہے:

واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لا یهتم لا مردینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا (شامی ص ۵۲۳، ص ۵۶۱ ج ۱ باب الامامة) یعنی فاسق کو نماز میں امام نہ بنانے کی علت (دلیل) علمائے نے یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنے دینی امور کا اہتمام نہیں کرتا، اور ایسے شخص

کوامام بنانے میں اس کی تعظیم لازم آتی ہے. حالانکہ شرعاً وہ اہانت کے قابل ہے۔ (شامی ص ۵۲۳ جلد اول)

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:۔امام متقی پرہیز گار ظاہر میں گناہ اور برائی سے پاک ہونا چاہئے حدیث شریف میں ہے۔ وقدورد عن ابن عمر رضی اللہ عنه مرفوعاً اجعلوا ائمتکم خیارکم فانهم وفد کم فیما بینکم وبین ربکم رواہ البیهقی بسند ضعیف وفی روایة ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیئو مکم علمائکم فانهم وفد کم ، فیما بینکم وبین ربکم رواہ الطبرانی وفی روایة الحاکم فلیؤمکم خیارکم وسکت عنه . اگرتم چاہتے ہو کہ تمہاری نماز درجۂ مقبولیت کو پہنچے تو تم میں جو زیادہ متقی وپرہیز گار ہو وہ تمہارا امام بنے کہ امام تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان بطور قاصد ہے (شرح نقایہ ج ۱ ص ۸۶) الی قولہ، حدیث شریف میں ہے لا یؤم فاجر مؤمنا یعنی فاسق وفاجر کسی مؤمن کا امام نہ بنے (ابن ماجہ) ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ کبیری میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون یعنی اگر فاسق کو امام بنائیں تو گنہگار ہوں گے (کبیری ص ۴۷۹) داڑھی ایک مشت رکھنا ضروری ہے، شارح مشکوٰۃ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں "وگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است یعنی ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۸۸)

قاضی ثناء اللہ محدث پانی پتی فرماتے ہیں "تراشیدن ریش بیش از قبضہ حرام است (مالا بدمنہ ص ۱۳۰) لہذا داڑھی منڈوانا اتنی کتروانا کہ ایک مٹھی سے کم رہ جائے حرام ہے۔" اس لحاظ سے بھی یہ امام فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے (ہدایہ اولین ج ۱ ص ۱۰۱) لہذا ایسے فاسق (بدکار) امام کو معزول کرنا ضروری ہے متولی ایسے امام کو علیحدہ نہ کرے تو دوسری مسجد میں نماز پڑھے، کوئی اور مسجد نہ ہو تو مجبوراً اس کے پیچھے نماز پڑھ لے، (حدیث میں ہے صلوا خلف کل بروفاجر ، هدایه اولین ج ۱ ص ۱۰۱) کیونکہ جماعت کا ترک کرنا بھی درست نہیں ہے. جماعت کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے، علماء نے جماعت سے نماز پڑھنے کو واجب بھی کہا ہے، لہذا جماعت ترک نہ کرے، البتہ اس امام کو علیحدہ کرنے کی کوشش کرتا رہے (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۵، ص ۱۷۶) (اسی باب میں، فاسق کی امامت کے عنوان سے دیکھیں صفحہ۔ مرتب)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے۔

(سوال ۸۳۳) زید کی داڑھی کٹی ہوئی ہے بمقدار ایک دو انگل کے باقی ہے پوری چار انگل نہیں ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرانا حرام ہے، واما قطعها وهی دونها فلم یبحه احد ، اور نیز درمختار میں ہے ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے اگرچہ بحکم صلوا خلف کل برو فاجر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن ایسے شخص کو امام بنانا نہ چاہئے لان فی امامته تعظیمه وتعظیم الفاسق حرام ، شامی فقط (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ج ۳ ص ۱۸۱ ، باب الامامة) فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امام مسجد کا کرکٹ کھیلنا اور اس سے دلچسپی رکھنا کیسا ہے :

(سوال ۲۴۳) ایک امام صاحب کو کرکٹ کھیلنے کا بہت شوق ہے اور کافی انہماک رکھتے ہیں، میچ کی کومینٹری بڑے اہتمام سے سنتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے بحوالۂ کتب جواب مرحمت فرمائیں بینوا توجروا۔

(الجواب) درمختار میں ہے (و) کره (کل لهو) لقوله علیه السلام کل لهو المسلم حرام الا ثلاثة ملاعبته اهله وتادیبه لفرسه ومنا ضلة بقوسه (درمختار) شامی میں ہے (قوله وکره کل لهو) ای کل لعب وعبث الی قوله. والتصفیق وضرب الاوتار..... فانها کلهامکروهة لا نهازی الکفار (درمختار وشامی ج ۵ ص ۳۴۷ ،ص ۳۴۸ کتاب الحظر والا باحة ، فصل فی البیع)

شامی میں ایک اور جگہ ہے وفی القهستانی عن الملتقط من لعب بالصولجان یرید الفروسیة یجوز وعن الجو اهر قد جاء الا ثرفی رخصة المصارعة لتحصیل القدرة علی المقاتلة دون التلهی فانه مکروه (شامی ج ۵ ص ۳۵۵ کتاب الحظر والا باحة فصل فی البیع)

ہدایہ اخیرین میں ہے ویکره اللعب بالشطر بج والنرد والاربعة عشرو کل لهو لانه ان قامرها فالمیسر حرام بالنص وهو اسم لکل قماروان لم یقامربها فهو عبث ولهو وقال علیه الصلوٰة والسلام لهو المومن باطل الا الثلاث تادیبه لفرسه ومنا ضلته عن قوسه وملا عبته مع اهله..... ثم ان قامربه (ای بالشطرنج) تسقط عدالته وان لم یقامر الا تسقط لانه متاؤل فیه (هدایه اخیرین ص ۴۵۹ کتاب الکراهیة فصل فی البیع)

خلاصۃ التفاسیر میں ہے۔ کھیل سے اگر وہ سب امور مراد لئے جائیں جو محض دل خوش کرنے کے لئے ہوتے ہیں اور ان میں کوئی دینی یا دنیوی نفع نہیں تو حرام باعتبار اضاعت وقت کے ہے اور یہ حرام بجائے ترک اولیٰ کے ہے اور اگر وہ کھیل مراد لئے جائیں جن میں جوا یا کسی اور قسم کی شرعی ممانعت ہو یا ایسی محویت غالب ہو کہ آدمی تدبیر معاش وفکر سے بے پرواہ یا معطل رہے جس طرح کنکو دیا کبوتر وغیرہ میں آدمی محو اور خود فراموش ہو جاتا ہے تو ان کے حرام یا مکروہ ہونے میں کچھ تردد نہیں ۔(خلاصۃ التفاسیر ص ۱۵۶ ص ۱۵۷ ج ۱)

نیز فرماتے ہیں :۔ ہر ایسا کھیل جس میں ہار جیت ہو قمار میں داخل ہے ، اور نص قرآن سے حرام ہے (خلاصة التفاسیر ص ۱۵۶ ج ۱ تحت الآیة یسئلونک عن الخمر والمیسر پ ۲)

مذکورہ حوالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسے کھیل جن میں قمار (جوا) کی صورت ہو وہ بالکل حرام ہیں جیسا کہ ہدایہ اخیرین اور خلاصۃ التفاسیر کی عبارت سے واضح ہوتا ہے (۲) ایسا کھیل جس میں کوئی دینی دنیوی نفع نہیں ہے وہ بھی اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اس میں قیمتی وقت کو ضائع کرنا ہے جیسا کہ خلاصۃ التفاسیر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے (۳) اور ایسا کھیل جس میں قمار نہ ہو اور اس میں دینی یا دنیوی نفع ہو اس کی گنجائش ہے جیسا کہ قہستانی کی عبارت سے جسے شامی نے نقل کیا ہے مفہوم ہوتا ہے لیکن یہ گنجائش اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس میں کوئی ناجائز اور خلاف شرع

امر نہ ہو چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔(ب) جس کھیل سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ معتد بہا مقصود ہو وہ جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی امر خلاف شرع ملا ہوا نہ ہو اور منجملہ امور خلاف شرع کی تشبہ بالکفار بھی ہے (ج) جس کھیل سے کوئی فائدہ دینی یا دنیوی مقصود ہو لیکن اس میں کوئی ناجائز اور خلاف شرع امر مل جائے تو وہ بھی ناجائز ہو جاتا ہے جیسے تیر اندازی گھوڑ دوڑ وغیرہ جب کہ اس میں قمار کی صورت پیدا ہو جائے دونوں طرف سے کچھ مال کی شرط لگائی جائے تو وہ بھی ناجائز ہو جاتی ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم قدیم جلد ۷، ۸ ص ۲۸۵ امداد المفتیین)

موجودہ زمانہ میں کرکٹ ایک ایسا کھیل بن گیا ہے کہ عموماً اس میں خلاف شرع امور پائے جاتے ہیں، نمازوں کا قضاء کر دینا اس پر ہار جیت اور قمار کھیلنا فجار فساق اور غافل قسم کے لوگوں کا اسے اختیار کرنا غفلت کی حد یہ ہو چکی ہے کہ دن تو دن اب تو راتوں میں بھی اس میں انہماک رہتا ہے کرکٹ کے میچ کے وقت نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کا میدان میں جمع ہونا اور نہ معلوم کون کون سی اخلاقی اور شرعی خرابیاں اس میں آچکی ہیں، اور تجربہ ہے کہ جس قدر اس کا شوق اور انہماک بڑھتا ہے غفلت میں اسی قدر اضافہ ہوتا رہتا ہے، رات دن بس اسی کی فکر سوار رہتی ہے، حتیٰ کہ مسجد میں آنے کے بعد وضو کرتے ہوئے، وضو سے فارغ ہو کر اور بہت سے شوقین تو جماعت خانہ میں بھی اسی کے چرچہ میں مشغول رہتے ہیں، حد یہ ہے کہ اگر کسی موقع پر رمضان المبارک میں تراویح کے وقت میچ کی کومنٹری آرہی ہو تو اس کے بہت سے شوقین تو اس پر تراویح قربان کرتے ہیں اور جو شوقین مسجد میں آتے ہیں ان کی توجہ اور دھیان بس اسی طرف، ترویحوں میں تسبیح پڑھنے کی بجائے یہی فکر سوار رہتی ہے کہ میچ کا حال معلوم کیا جائے، ہار جیت پر پٹاخے پھوڑے جاتے ہیں جس میں غیر قوم سے مشابہت کے ساتھ ساتھ اضاعت مال بھی ہے اور بسا اوقات یہ حرکت قومی فساد کا سبب بھی بن جاتی ہے اور مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان بھی ہوتا ہے، ان تمام حالات کو دیکھتے ہوئے ایسے کھیل کو اب کس طرح جائز کہا جا سکتا ہے؟ چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

آج کل چونکہ عموماً یہ شرائط (جن کا بیان فتاویٰ دارالعلوم کے حوالہ سے مذکور ہوا) موجودہ کھیلوں (ٹینس، فٹ بال، کرکٹ) میں موجود نہیں اس لئے ناجائز کہا جاتا ہے الخ (فتاویٰ دارالعلوم قدیم ص ۲۸۵ ج ۷، ۸، امداد المفتیین)

لہٰذا ایسا شخص جو امامت کے عظیم منصب پر فائز ہو اس کو اس قسم کے بدنام اور بیکار لغو کھیل میں مشغول ہونا اس سے دلچسپی رکھنا کومینٹری سننا قطعاً اس کے شایان شان نہیں غافلوں کے ساتھ تشبیہ بھی لازم آتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں امام کا وقار بھی کم ہو جاتا ہے، اگر ورزش اور بدن کی تقویت مقصود ہو تو دوسرے جائز طریقے اختیار کئے جائیں، اگر کوئی شخص کرکٹ میں اس قدر منہمک رہتا ہو کہ نماز قضاء ہو جائے اور جماعت فوت ہوتی ہو تو پھر ایسا کھیل بالکل ناجائز اور موجب فسق ہوگا اور ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہوگا، کبیری میں ہے **وفیہ اشارۃ الی انھم لوقد موا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم (کبیری ص ۴۷۹ فصل فی الامامۃ)**

وقت خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کی جتنی قدر کی جائے کم ہے ایسے بیکار اور لغو کھیل میں مشغول ہونے یا کومنٹری سننے سے آخرت کا کون سا فائدہ ہوگا؟ بلکہ خسارہ ہی خسارہ ہے، اللہ کے ذکر سے غافل کرنے والی چیز ہے اور جو چیز انسان کو اللہ سے اور اس کے مقصد حیات سے غافل کر دے وہ منحوس اور بیکار ہے، حدیث میں ہے من

حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه ۔

ترجمہ:۔انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس بات کو چھوڑ دے جس سے اس کو کوئی فائدہ مقصود نہ ہو۔(ترمذی شریف ص ۵۵ ج ۲ باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ لیضحک الناس)

قیامت کے روز عمر اور خاص کر اپنی جوانی کے زمانہ کا حساب دینا ہوگا کہ اسے کن کاموں میں خرچ کیا،

حدیث میں ہے عن ابن مسعود عن النبی صلی الله علیه وسلم قالالا تزول قدما ابن آدم یوم القیمة من عنندر به حتی یسأل عن خمس عن عمره فیما افناه وعن شبابه فیما ابلاه وعن ماله من این اکتسبه وفیما انفقه' وما ذا عمل فیما علم.

ترجمہ:۔حضرت ابن مسعودؓ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابن آدم کے دونوں قدم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس سے نہیں ہٹ سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال نہ ہو(۱)اس کی عمر کے متعلق کہ کن کاموں میں اسے ختم کی (۲)اس کی جوانی کے متعلق کہ کن مشغلوں میں اسے خرچ کی (۳)اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے مال حاصل کیا (۴)اور کن کاموں میں مال خرچ کیا (۵)اور اپنے علم پر کتنا عمل کیا(ترمذی شریف ج ۲ ص ۶۴ باب ماجاء فی شان الحساب والقصاص)

لہذا جو وقت ملا ہے اسے بہت بڑا قیمتی سرمایہ سمجھے اور بڑی ذمہ داری اور فکر کے ساتھ موت اور آخرت کی تیاری میں خرچ کرے، بیکار اور لغو کاموں میں ضائع نہ کرے۔شیخ سعدیؒ نے بڑے پتے کی بات کہی ہے

جز یاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع است
جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

یاد الٰہی کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول ہونا عمر ضائع کرنا ہے، عشق الٰہی کے سوا جو کچھ کیا جائے بیکار ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پٹی پر مسح کرنے والے کی امامت:

(سوال ۲۴۴)ایک شخص کی انگلی کٹ گئی زخم بہت گہرا ہے اس وجہ سے پٹی باندھ رکھی ہے، وضو میں اسے کھول کر دھونا مضر ہے بایں وجہ وہ پٹی پر مسح کرتا ہے اور وہ شخص امام بھی ہے تو پٹی پر مسح کرنے کی حالت میں امامت کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)صورت مسئولہ میں شرعی عذر کی وجہ سے پٹی باندھی ہو اور اس میں سے خون نہ بہتا ہو اور اس پر مسح کر رہا ہو تو وہ امامت کر سکتا ہے،فتاویٰ عالمگیری میں ہے ویجوز اقتداء الغاسل بما سح الخف وبالماسح علی الجبیرة وکذا اما مة المفتصد لغیره اذا کان یا من خروج الدم (فتاویٰ عالمگیری ص ۸۴ ج ۱ فصل فی من یصلح اماماً لغیره) مراقی الفلاح میں ہے وصح اقتداء (غاسل بما سح) علی الخف او جبیرة او خرقة قرحة لا یسیل منها شیئی (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۶۱ باب الا مامة فقط و الله اعلم بالصواب .

بیٹا شرعی حلالہ کے بغیر بیوی کو اپنے ساتھ رکھے تو اس کے والد کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے :

(سوال ۲۴۵) ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی اور اس وقت وہ مطلقہ بیوی کے ساتھ رہتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ میں نے حلالہ کرالیا ہے لیکن اس کے والد کو اس پر بالکل یقین نہیں ہے اس کے والد اس کے اس فعل سے سخت ناراض ہیں اور اس کو عورت سے جدا ہونے کو کہتے ہیں لیکن وہ نہیں مانتا، اب ایسے لڑکے کے باپ کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، اس کا باپ اذان دے سکتا ہے یا نہیں مکتب کے بچوں کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

(الجواب) باپ حقیقۃً اپنے بیٹے کی اس حرکت پر ناراض ہو تو بیٹے کی وجہ سے باپ کو مطعون کرنا اور اس کا ذمہ دار قرار دینا صحیح نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخری، ترجمہ:۔ اور کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اٹھاوے گا، (قرآن مجید سورۂ فاطر پ ۲۲) لہذا صورت مسئولہ میں والد کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، اسی طرح اذان دینا اور مکتب میں بچوں کو پڑھانا بھی جائز ہے، البتہ صورت مذکورہ میں جب والد کو حلالہ کے سلسلہ میں اپنے بیٹے کی بات پر یقین نہیں ہے تو ان پر لازم ہے کہ بیٹے کو اپنی بیوی سے علیٰحدہ ہونے کے لئے کہیں اور اس کے لئے پوری کوشش کریں، اور شرعی حلالہ کے بغیر عورت کو رکھنے کی مخالفت کریں، اگر بیٹا اپنے والد کی بات ماننے کے لئے تیار نہ ہو اور بلا حلالہ ہی بیوی کو اپنے ساتھ رکھنے پر مصر ہو تو ایسے لڑکے کو اپنے سے علیٰحدہ کردیں یا خود علیٰحدہ ہو جائیں، اگر باپ لڑکے کو علیٰحدہ کرنے پر تیار نہ ہو تو اس صورت میں باپ کی امامت مشتبہ ہوگی اور مقتدی ان کو منصب امامت سے علیٰحدہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۴۔ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ۔

فاسق اور بدعتی کی امامت:

(سوال ۲۴۶) ہمارے یہاں کی مسجد کے پیش امام بدعتی ہیں، ازار ٹخنوں سے نیچے اور انگریزی بال رکھتے ہیں، احکام امامت وقرأت سے ناآشنا ہیں اور داڑھی کترواتے ہیں اس امام کو منصب امامت سے برطرف کرنے پر ہم قادر نہیں کیونکہ مسجد کے ٹرسٹی ہماری ایک بات بھی سننے کے لئے تیار نہیں، تو کیا ایسے امام کی اقتداء میں ہماری نماز درست ہے؟ اگر ہم مدرسہ کے حجرے میں علیحدہ باجماعت نماز پڑھیں تو کوئی حرج ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فاسق وبدعتی کو امام بنانا ناجائز ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، **واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدمہ بانہ لا یھتم لا مر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً ولا یخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لا تزول العلۃ فانہ لا یؤمن ان یصلی بھم بغیر طھارۃ فھو کالمبتدع فکرہ امامۃ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لما ذکرنا** (شامی باب الامامۃ ج ۱ ص ۵۹) بلکہ فاسق کے مقابل بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے میں اعلیٰ درجہ کی کراہت ہے کیونکہ فاسق گناہ کو گناہ سمجھ کر کرتا ہے اور خود کو گنہگار تصور کرتا ہے جس کی وجہ سے

توبہ کی امید کی جاسکتی ہے جب کہ بدعتی معاصی (یعنی وہ بدعات جو طریقۂ سنت کے خلاف ایجاد کی جاتی ہیں) کو عبادت اور کار ثواب جان کر کرتا ہے جس کے سبب وہ توبہ سے محروم رہتا ہے، حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ابلیس کو بدعت تمام معاصی سے زیادہ تر مرغوب ہے اس واسطے کہ معاصی سے تو توبہ ہوسکتی ہے کہ میں بڑا خطاوار ہوں تو اس سے توبہ واستغفار کی امید ہے اور بدعتی تو یہ جانتا ہے کہ میں عبادت کرتا ہوں اور طاعت میں ہوں تو یہ شخص نہ توبہ کرے گا اور نہ استغفار۔

روی عن سفیان الثوری انہ کان یقول البدعۃ احب الی ابلیس من کل المعاصی لان المعاصی یتاب عنها والبدعۃ لایتاب عنها وسبب ذلک ان صاحب المعاصی یعلم بکونہ مرتکب المعاصی فیرجی لہ التوبۃ والا ستغفار واما صاحب البدعۃفیعتقد انہ فی طاعۃ و عبادۃ ولا یتوب ولا یستغفر. (مجالس الا برار المجلس الثامن عشر ص ۱۳۸)

اگر ایسے امام کے علاوہ اور کوئی پابند شرع نہ ہو یا اس کو برطرف کرنے کی قدرت نہ ہو تو مجبوری کے پیش نظر نماز مکروہ نہیں۔ ھذا ان وجد غیرھم والا فلا کراھۃ (قولہ ھذا) ای ماذکر من کراھۃ امامۃالمذکورین. (شامی ج ۱ ص ۵۲۵ باب الا مامۃ) اور اس کی ذمہ داری امام اور اس کے مقرر کرنے والوں پر ہے، لہذا مسجد چھوڑ کر مدرسہ کے مکان میں علیحدہ جماعت کرنے کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام کا لباس کیسا ہونا چاہئے:

(سوال ۲۴۷) مغربی طرز کا لباس (شرٹ پتلون) پہننے والے امام کے پیچھے نماز ہوگی؟

(الجواب) نماز تو ہوجائے گی مگر کراہت سے خالی نہیں، ایسی تنگ و چست لباس میں بوقت رکوع وسجدہ اعضائے مستورہ کی ضخامت وساخت اور ہیئت کذائی صاف طور پر نمایاں ہوتی ہے، نیز کفار و فجار کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے عوام الناس کا مرغوب لباس پہننے کی سعی لا حاصل امام کے شایان شان نہیں ہے۔

مالا بدمنہ میں ہے۔ و مسلم را تشبہ بکفار وفساق حرام است (۱۲۴) مسلمان کے لئے کافروں وفاسقوں کے ساتھ تشبہ حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے، نبی کریم ﷺ نے ایک امام کو قبلہ کی طرف تھوکتے ہوئے دیکھا تو مصلیوں کو ہدایت فرمائی کہ آئندہ وہ امامت نہ کرے عن ابی سھلۃ السائب بن خلاد قال احمد :من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ان رجلا ام قوماً فبصق فی القبلۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینظر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین فرغ لا یصلی لکم (الحدیث)ابو داؤد ج ۱ ص ۶۹ باب الکراھیۃ البزاق فی المسجد)

لہذا امام کو چاہئے کہ مروجہ لباس ترک کر کے علماء وصلحاء کا لباس اختیار کرے، ایک عربی شاعر نے خوب کہا ہے

فتشبھوا ان لم تکونوا مثلھم
ان التشبہ بالکرام فلاح

یعنی نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرو چاہے تم ویسے نہ ہو کیونکہ حقیقت میں صلحاء سے تشبہ کرنے میں (یعنی ان جیسے اعمال اور وضع قطع ولباس اختیار کرنے میں) دینی ودنیوی فلاح مضمر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فلم دیکھنے والے کی امامت تراویح میں:

(سوال ۲۴۸) جو حفاظ کرام سینما بینی کرتے ہیں ان کی امامت تراویح میں جائز ہے؟ ان کے پیچھے تراویح ہوگی یا نہیں؟ باحوالہ تحریر فرمائیں۔

(الجواب) مذکورہ حافظ کے پیچھے تراویح درست ہو جاوے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں مگر جو فضیلت متقی و پرہیز گار امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی ہے وہ حاصل نہ ہوگی لہذا جب تک سچی و پکی توبہ نہ کرے ایسے شخص کو امامت کے مقدس منصب پر مقرر نہ کیا جائے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

داڑھی کتروانے والے تصویر کھنچوانے والے حافظ کی امامت تراویح میں:

(سوال ۲۴۹) ایک حافظ قرآن پورا سال داڑھی کترواتا ہے (پانچ سال سے اس کا یہ معمول ہے) برائے نام (خشخشی) داڑھی ہے علی الاعلان بطیب خاطر تصویر کھنچواتا ہے، غیر محرم عورتوں کے ساتھ تفریح کے لئے جاتا ہے بوقت کھیل کو دنیکر پہنتا ہے، مذکورہ بالا امور کا مرتکب حافظ قرآن تراویح پڑھا سکتا ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ منصب امامت نہایت ہی اعلیٰ منصب ہے امام کے لئے بہت احتیاط درکار ہے، امام متقی و پرہیز گار پابند شرع ہونا چاہئے، صورت مسئولہ میں سوال میں ذکر کردہ امور واقعتاً درست ہوں تو ایسے حافظ قرآن کو چاہئے کہ اپنی حرکات (مذکورہ فی السوال) سے سچے دل سے توبہ کرے اور خلاف شرع امور ترک کر دے اس کے بعد تراویح وغیرہ کا امام بنے، اگر اپنی عادت سے توبہ نہ کی اور اس پر برقرار رہا تو ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ گجراتی جلد اول ص ۱۱۳، ص ۱۱۴ اور فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد نمبر ۷ از ص ۱۷۱ تا ص ۳۷۵ (اسی باب میں، داڑھی خشخشی کرانے والے کو امام بنانا الخ کے عنوان سے دیکھیں ص۱۹۱۔ مرتب) اور جلد اول از ص ۱۵۹ تا ص ۱۶۵ (اسی باب میں، فاسق وفاجر اور بدعتی کی امامت کا کیا حکم ہے کے عنوان سے دیکھیں ص۱۷۔ مرتب)

فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ۔

درمیان نماز اختلال عقل کا دورہ پڑنا اور ایسے آدمی کی امامت:

(سوال ۲۵۰) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو دماغی مرض اس قسم کا ہے، کبھی کبھی عقل مختل ہو جاتی ہے اور چند منٹ بے عقلی کی اور غیر ارادی حرکت کرتے ہیں مثلاً نماز پڑھ رہے ہیں تو ادھر ادھر دیکھتے ہیں، کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں اگر قعدہ میں ہوں اور دورہ پڑ جائے تو پاؤں لمبے کر دیتے ہیں۔ دورہ دس پندرہ روز بعد

---

(۱) وصلی خلف مبتدع او فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لاينال مثل ما ينال خلف تقي كذا في الخلاصة فتاوى عالمگیری باب الامامة الفصل الثالث في بيان من يصلح اماما لغيره ج ۱ ص ۸۴.

کبھی اس سے زیادہ عرصہ بعد پڑتا ہے، غرض کہ مہینہ میں ایک یا دو مرتبہ دورہ پڑتا ہے، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور اگر حالت نماز میں دورہ پڑے تو کیا حکم ہے؟ کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟ اور دوبارہ جماعت کرنی پڑے گی یا مقتدی جو پہلی صف میں سے وہ آگے بڑھ کر امامت کر کے بقیہ نماز پوری کرا سکتا ہے، دورہ دو تین منٹ ہی رہتا ہے پھر ہوش وحواس بحال ہو جاتے ہیں بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً ایسے امام کے پیچھے افاقہ کی حالت میں پڑھی ہوئی نماز صحیح ہے، لیکن جس نماز میں جنون طاری ہو جائے گا وہ فاسد ہو جائے گی، درمختار میں ہے **بقی من المفسدات ۔ الی قولہ وجنون.** (باب مایفسد الصلاۃ و ما یکرہ فیھا درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۸۹) مقتدی آگے بڑھ کر نماز پوری نہیں کرا سکتا، دوبارہ پڑھنی پڑے گی، درمختار میں ہے **ولا نادر وجود (قولہ ولا نادر وجود) خرج نحو القھقھۃ والا غماء** (شامی ایضاً ج ۱/ ص ۵۶۱) لہٰذا ایسے شخص کو چاہئے کہ تاصحت عہدۂ امامت سے دستبردار ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۹ ذی قعدہ ص ۱۳۸۰ھ۔

خلاف سنت داڑھی رکھنے والے حافظ کی امامت (حضرت مولانا مفتی ولی حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ اور حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری مدظلہم العالی کی تصدیق:

(سوال ۲۵۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں (۱) داڑھی کترے حافظ کے پیچھے نماز خواہ تراویح ہو کیا حکم ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ داڑھی کی خاص اہمیت نہیں۔

(۲) بعض مساجد میں انتظامیہ کی طرف سے ایسے حفاظ کو تراویح کی اجازت دی جاتی ہے، کیا انتظامیہ پر کسی قسم کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

(الجواب) (۱) بصورت مسئولہ داڑھی رکھنا واجب ہے، داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا ناجائز وحرام ہے، داڑھی کترا حافظ بے شک فاسق و فاجر ہے، جب تک کہ اس فعل سے توبہ نہ کرے، نیز مکروہ تحریمی پر عمل کرنا عملاً حرام ہے، جو شخص داڑھی ایک مشت سے کم کراتا ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، داڑھی ایک مشت رکھنے پر چاروں مذاہب کا اتفاق ہے، شامی، فتاویٰ عالمگیری اور فقہ کی دوسری کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے، عالمگیری کی عبارت ہے **والقصر سنۃ فیھا وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فان زاد منھا علی قبضہ قطعہ ،ذکرہ محمد کتاب الکراھیۃ الباب التاسع فی الختان والحصاء الخ ج ۵ ص ۳۵۸.**

(۲) اس فعل قبیح کے ارتکاب میں انتظامیہ برابر کی شریک ہوگی، نیز تواریخ میں لکھا ہے کہ جب کسریٰ شاہ ایران نے حضور ﷺ کا مکتوب گرامی پھاڑ کر اپنے ماتحت گورنر باذان کو لکھا کہ دو آدمی حضور ﷺ کے پاس بھیجو وہ جا کر حضور ﷺ کو میرے پاس بھیج دیں باذان کے جب دو آدمی حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو ان دونوں کی ڈاڑھیاں مونڈی ہوئی تھیں اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔

وکان علی زی الفرس من حلق لحاھم واعفاء شواربھم فکرہ صلی اللہ علیہ وسلم النظر الیھما وقال ویلکما من امرکما بھذا؟ قال امرنا ربنا یعنیان کسری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ولکن ربی قد امرنی باعفاء لحیتی وقص شاربی ۔ان دونوں مجوسیوں کی فیشن کے مطابق داڑھیاں مونڈی ہوئی تھیں اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں تو حضور علیہ السلام کو ان کی یہ مکروہ شکل بہت ہی ناپسند آئی اور آپ ﷺ نے فرمایا تم پر ہلاکت ہو تم کو کس نے یہ مکروہ شکل بنانے کا حکم دیا ہے انہوں نے کہا ہمارے رب کسریٰ نے ،حضور ﷺ نے فرمایا لیکن میرے رب نے مجھے داڑھی رکھنے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دیا ہے۔

غور کیجئے وہ دونوں مہمان تھے ،کافر تھے ،ہمارے مذہب کے پابند ہی نہ تھے مگر چونکہ ان کی یہ بری صورت فطرت سلیمہ کے خلاف تھی ،اور شیطان لعین کے حکم کے مطابق تھی اس لئے حضور ﷺ کو ان کی یہ مکروہ شکل دیکھنی گوارہ نہ ہو سکی ،ان سے منہ موڑ لیا اور ان کو بد دعائیہ جملہ فرمایا کہ تم پہ ہلاکت ہو ،ساتھ ہی یہ بھی تصریح فرمادی کہ میرے رب تعالیٰ نے تو مجھے پوری داڑھی رکھنے اور مونچھیں کٹانے کا حکم فرمایا ہے گویا جو داڑھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور جس کا اس نے حکم دیا ہے اس کی مقدار وہ ہے جو حضور ﷺ نے خود رکھ کر بتائی کہ سینۂ مبارک بھر دیتی تھی ،پس آپ کے محب امتیوں کو غور کرنا چاہئے کہ جو لوگ ان مجوسیوں کی اتباع کر کے روزانہ داڑھیاں منڈاتے ہیں اور ان کے یہ اعمال روزانہ فرشتے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تو حضور ﷺ کو یہ حرکات دیکھ کر کتنا دکھ ہوگا اور میدان قیامت میں حضور ﷺ کے امتی ایسی مکروہ صورت میں حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوں تو اس وقت اگر حضور ﷺ ان سے منہ موڑ لیں تو کتنا بڑا خسارہ ہے۔

کتبہ ولی حسن ،دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۔
۲۱ جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ (از ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ماہ ستمبر ۱۹۹۵ء ص ۴۶ تا ص ۴۸)

تصدیق

من اجاب فقد اصاب: اس مبارک اور نورانی سنت پر جس کی احادیث مبارکہ میں بہت تاکید آئی ہے ،حفاظ کرام کو بڑی عظمت سے عمل کرنا چاہئے ،اللہ تعالیٰ نے حفظ قرآن کی عظیم نعمت عطا فرمائی ہے ،اس کے بعد داڑھی نہ رکھنا یا خلاف سنت رکھنا بہت ہی شرمناک اور اس نعمت عظمیٰ کی بڑی ناقدری ہے ،اور اپنے اسی طرز عمل سے رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک کو تکلیف پہنچاتا ہے ،جلد از جلد اس سے توبہ کرنا چاہئے۔

مندرجہ ذیل واقعہ قابل عبرت ہے اس سے عبرت حاصل کریں۔

مرزا بیدل شاعر کا واقعہ:

ہندوستان میں ایک فارسی شاعر مرزا بیدل تھے ،فارسی نعتیہ کلام بہت اونچا اور معیاری ہوتا تھا ،اور ان کا بڑا چرچا اور شہرت تھی ،ایران سے ایک شخص ان کے نعتیہ کلام سے متاثر ہو کر ان کی ملاقات کے اشتیاق میں ہندوستان آئے ،مرزا بیدل سے ملاقات ہوئی ،اتفاق سے وہ اس وقت داڑھی مونڈ رہے تھے ،ایرانی مسافر کو بڑا تعجب ہوا ،دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا کہ ایسا بلند اور عشق رسول میں ڈوبا ہوا کلام اور یہ عمل؟ اس نے بڑے افسوس اور دکھ سے کہا ''آغا ریش می تراشی'' جناب والا! داڑھی تراش رہے ہو؟ مرزا بیدل نے کہا! دل کسے نمی تراشم ،ہاں لیکن کسی کا دل نہیں چھیل رہا ہوں (کسی کا دل دکھانا بڑا گناہ ہے) ایرانی مسافر نے برجستہ کہا ارے! دل رسول می تراشی ۔ہاں آپ رسول ﷺ کا

دل چھیل رہے ہو، اس جملہ سے مرزا بیدل کو چوٹ لگ گئی اور ہمیشہ کے لئے اپنی اس بدعملی سے توبہ کرلی اور فی البدیہہ کہا

جزاک　الله　کہ　چشم　باز　کردی
مرا با　جان　جان　ہمراز　کردی

اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ آپ نے میرے دل کی آنکھ کھول دی اور مجھے میرے محبوب یعنی اللہ تعالیٰ سے ملادیا، اللہ تعالیٰ تمام حفاظ کرام اور مسلمانوں کو اس اہم اور نورانی سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔ احقر الانام سید عبدالرحیم لاجپوری غفرلہٗ، ۳۰ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ۔

حرام آمدنی والے کے گھر کھانے پینے والے امام کی امامت کا حکم:

(سوال ۲۵۲) ہمارے یہاں ایک شخص کا شراب کا کاروبار ہے اور کوئی حلال کمائی نہیں ہے، دوسرا کوئی کاروبار نہیں ہے اور ان کے یہاں ایک شخص کھاتا پیتا اور رہتا ہے، ان کا رشتہ دار بھی ہے ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا ناجائز؟ اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ جس آدمی کا شراب کا کاروبار ہے اور کوئی حلال کمائی نہیں تو اس کے یہاں دعوت قبول کرنا اور کھانا پینا جائز نہیں ہے۔ (۱) جو شخص اس بات کو جانتے ہوئے اس کے یہاں رہتا ہے کھاتا پیتا ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے، لیکن اگر اس سے اچھا امام نہ ہو یا اس کے ہٹانے میں فساد کا اندیشہ ہو تو مکروہ نہیں ہے اور تنہا پڑھنے سے اس کے پیچھے پڑھنا بہتر ہے کہ جماعت کی بڑی اہمیت ہے اس کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہے جو ایسے امام کی حمایت کرتے ہیں۔ (۲) (درمختار، شامی) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فیشن والے بال کٹانے والے امام کی امامت مکروہ ہونے کی دلیل:

(سوال ۲۵۳) آپ نے اماموں اور فیشنبل بال کی سرخی سے جو فتویٰ شائع کیا ہے اس میں آپ نے ایسے بال رکھنے والے کی امامت مکروہ قرار دی ہے تو یہ کس کتاب کے حوالہ سے ثابت ہوتا ہے؟۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ انگلش کٹ یعنی انگریزی وضع اور ہیئت کے بال کٹوانا تشبہ بالنصاریٰ و تشبہ بالفساق کی وجہ سے ممنوع و مکروہ تحریمی ہے (من تشبہ بقوم فهو منهم، الحديث. ليس منا من تشبه بغيرنا لا تشبهوا باليهود والنصارىٰ الخ الحديث) مسلم را تشبہ بہ کفار و فساق حرام است (مالابدمنہ ص ۱۳۱)، حدیث میں ہے کہ حضرت انسؓ نے ایک لڑکے کے سر پر یہودی طرز کے بال دیکھے تو فرمایا احلقوا هذين او قصوهما فان هذا زى اليهود (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۵ كتاب الترجل باب ماجآء في الرخصة (اى فى الذوائب)

---

(۱) اهدى الى رجل شيئاً او اضافه ان كا غالب ماله من الحلال فلا باس به الا ان يعلم بانه حرام فان كان الغالب هو الحرام ينبغى ان لا يقبل الهدية ولا ياكل الطعام الخ فتاوىٰ عالمگيرى الباب الثانى عشر فى الهدايات والضيافات ج ۵ ص ۳۴۲

(۲) وفاسق واعمىٰ ونحوه الاعشىٰ نهر الا ان يكون غير الفاسق اعلم القوم فهو اولىٰ، باب الامامة ج ۱ ص ۵۲۰)

لہٰذا اس پر مداومت ومواظبت کرنے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت بالیقین مکروہ ہے ویکرہ تقدیم الفاسق ایضاً لتساهله فی الامور الدینیة الخ (کبیری ص ۳۵۱) یہ وضع قزع ممنوعہ میں بھی داخل ہے، جو موجب کراہت ہے، ان النبی صلی الله علیه وسلم رأی صبیا قد حلق بعض راسه وترک بعضه فیها هم عن ذلک وقال احلقوا کله او اترکوا کله، رواه مسلم (مشکوٰۃ ص ۳۸۰ کتاب الترجل الفصل الاول) اور فتاوی عالمگیری میں ہے: وعن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ یکره ان یحلق قفاه الا عن الحجامة کذافی الینا بیع یعنی امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ قفا یعنی گدی کے بال منڈوانا مکروہ تحریمی ہے۔ (ج ۵ ص ۳۵۷ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء الخ)

فی زماننا طلبہ میں گدی کے بال منڈانے کا رواج چل پڑا ہے، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، حالانکہ یہ وضع معصیت اور مکروہ تحریمی ہے اور اس پر مداومت کرنے والے کی امامت افضل کی موجودگی میں بالاتفاق مکروہ ہے۔

کراہت کی تیسری وجہ امام کی اس وضع کو نمازیوں کا ناپسند کرنا اور دل میں نفرت پیدا ہونا ہے (جب ہی تو اپنے امام کے لئے نمازیوں نے یہ سوال اٹھایا ہے) ویکره للامام ان یؤم قوما وهم له کارهون بخصلة ای بسبب خصلة توجب الکراهة لو کان فیهم من هو اولیٰ بالامامة (کبیری ص ۳۵۰) ان چیزوں کو معمولی اور حقیر نہ سمجھا جائے کہ القلیل یجری الی الکثیر) قلیل کثیر کی طرف کھینچ لے جاتا ہے، اور حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں ایا کم ومحقرات الذنوب (چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بہت بچتے رہو)

یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اہل علم اور ائمہ مساجد مکروہات ومشتبہات میں مبتلا ہو گئے تو عوام کا کیا ہوگا؟ اور ان کی نگاہوں میں ان کی کیا وقعت رہ جائے گی؟ منصب امامت بہت اعلیٰ ہے، امام صالح بزرگ اور حاضرین میں سب سے افضل مشتبہ چیزوں سے بچنے والا ہونا چاہئے، امام کے متعلق کتب فقہ میں ہے: ثم الاورع ای اکثر اتقاء للشبهات پھر امام زیادہ احتیاط والا اور مشتبہات سے بہت بچنے والا ہونا چاہئے ولو قدموا غیر الاولیٰ اساؤا درمختار علی ہامش شامی باب الامامۃ ج۔ ا ص ۵۵۷، اگر غیر اولیٰ کو امام بنائیں گے تو برا کریں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صحت اقتداء کے لئے اتصال صفوف ضروری ہے:

(سوال ۲۵۴) ہماری جامع مسجد کا نقشہ حسب ذیل ہے:۔ جماعت خانہ (یعنی مسجد شتوی) کے بعد بجانب شرق برآمدہ ہے اس میں ایک دو صف ہو سکتی ہیں اس کے بعد متصلاً کچھ نشیب میں اچھا خاصا میدان اور صحن ہے مگر یہ حصہ مسجد شرعی سے خارج ہے فناء مسجد کی تعریف اس پر صادق آتی ہے اس صحن کے سرے پر دہ زردہ حوض ہے۔ اس کے درے کچھ بلندی پر چبوترہ واقع ہے جو مسافروں کی آرام گاہ ہے یہاں پر دو صفیں ہو سکتی ہیں۔ جمعہ وعیدین اور تبلیغی اجتماعات کے موقع پر اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا تھا کہ دہ دردہ حوض حائل ہے یہ مانع اقتداء ہے اگر حوض کے یمیناً وشمالاً نمازیوں کی صفیں قائم ہوں تب تو بوجہ اتصال صفوف چبوترہ والے نمازیوں کی اقتداء صحیح ہو جائے گی ورنہ صحیح نہ ہوگی۔ جب بارش ہو رہی ہو تو صفیں نہیں ہو سکتیں۔ ایک مولوی صاحب نے فرمایا

کہ حوض کے ارد گرد صفوں کا ہونا ضروری نہیں اس لئے کہ احاطۂ مسجد کی تمام جگہ فناء مسجد وغیرہ مکان متحد ہے (ایک جگہ ہے اس لئے کسی جگہ سے بھی اقتداء ہوسکتی ہے جتنا بھی خلاء اور فاصلہ ہو اور بڑا حوض ہو وہ بھی مانع اقتداء نہیں ہوسکتا۔ اتصال وانقطاع صفوف کا مسئلہ احاطۂ مسجد سے خارج جگہ کا ہے لہذا صفوں کا اتصال ہو یا نہ ہو ہر حال میں چبوترہ والے نمازیوں کی اقتداء درست ہے۔ اس وجہ سے نمازیوں میں اختلاف پڑ گیا ہے آپ کے فیصلہ پر اختلاف دور ہوسکتا ہے۔ تفصیل سے سمجھایا جائے۔ بینوا توجروا۔ (از سورت)

(الجواب) صحت اقتداء کے لئے امام ومقتدی کے مکان کا متحد ہونا شرط ہے خواہ حقیقتاً متحد ہو یا حکماً۔ مسجد شتوی (جماعت خانہ) اور مسجد صیفی (صحن داخل مسجد) اور فناء مسجد (مصالح مسجد کی کھلی جگہ) یہ تمام جگہ باب اقتداء میں متحد ہے بناءً علیہ امام اور مقتدی اور دوسری صفوں کے درمیان دو صفوں سے زائد خلاء اور فاصلہ ہو تب بھی مانع اقتداء نہیں ہے یعنی زیادہ فاصلہ اور خلا ہوتے ہوئے بھی اقتداء صحیح ہوجاتی ہے لیکن امام ومقتدی کی جگہ کے متحد نہ رہنے کے اور اقتداء کے صحیح نہ ہونے کے چند وجوہات اور بھی ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ امام ومقتدی کے درمیان ایسی دیوار حائل ہو جس کی وجہ سے امام کی نقل وحرکت مقتدی پر مشتبہ ہے **و لا حائط یتشبه معه بانتقال الامام.** یعنی نہ تو کوئی دیوار حائل ہو جس کی وجہ سے امام کی نقل وحرکت مقتدی پر مشتبہ رہے۔ (نور الایضاح ص ۸۱ باب الامامۃ)

دوسری وجہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے بیچ میں راستہ (شارع عام) اس قدر وسیع ہو جس میں سے بیل گاڑی وغیرہ گذر سکے (اگرچہ نماز کے وقت لوگوں کی آمد ورفت بند ہو) **و لا طریق تمر فیه العجلة.** یعنی امام ومقتدی کے درمیان ایسا کشادہ راستہ ہو جہاں سے بیل گاڑی وغیرہ سواری گذر سکے (اگر راستہ میں صفیں قائم ہوجائیں تو اب راستہ مانع اقتداء نہ ہوگا) (نور الایضاح ص ۸۱ ایضاً) زاد الفقیر میں ہے۔ **و لا من بینه وبین الامام طریق واسع وهو ما تمر فیه العجلة ص ۵۳)**

تیسری وجہ یہ ہے کہ امام ومقتدی (مردوں) کے درمیان عورتوں کی صف قائم ہو **وان لا یفصل بین الامام والماموم صف من النساء** یعنی نہ تو امام اور مردوں کی صف کے درمیان عورتوں کی صف حائل ہو۔ (نور الایضاح ص ۸۱ ایضاً) (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۵۹)

چوتھی وجہ یہ ہے کہ امام ومقتدی کے درمیان ایسی وسیع نہر ہو جس میں سے چھوٹی کشتی گذر سکے (اس میں پانی جاری ہو یا نہ ہو) **وان لا یفصل نهر یمر فیه الزورق.** یعنی نہ تو امام ومقتدی کے بیچ میں ایسی نہر ہو جس میں کشتی چل سکے۔ (نور الایضاح ص ۸۱ ایضاً) **ویمنع الاقتداء حیلولة نهر یسع الزورق.** (زاد الفقیر ص ۵۳)

حضرت عمرؓ سے مرفوعاً اور موقوفاً روایت ہے کہ جس مقتدی اور امام کے درمیان نہر یا راستہ یا عورتوں کی صف ہو اس کی نماز صحیح نہیں۔ مصنف ابن عبد الرزاق میں ہے عبد الرزاق...... **عن عمر بن الخطابؓ انه قال ،فی الرجل یصلی بصلاة الامام قال: اذا کان بینهما نهر ، او طریق ، او جدار فلا یأتم به.** (مصنف ابن عبد الزاق ج ۳ ص ۸۱) (قلائد الازهار علی کتاب الآثار ج ۲ ص ۱۴۱) (فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۴۴) (مراقی الفلاح ص ۵۶) (حاشیه الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۵۹) (وغیرہ)

مانع اقتداء کے بارے میں شرعی حوض کا بھی یہی حکم ہے اور مسجد کا حوض بھی اس حکم میں شامل ہے مسجد کا حوض

اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ہے تو فناء مسجد کا حوض کیسے مستثنیٰ ہوگا۔ درمختار میں ہے (اونهر تجرى فيه السفن) ولو زورقا ولوفي المسجد. یعنی جس نہر میں کشتی چل سکتی ہو مانع اقتداء ہے۔ اگر چہ وہ (کشتی) صغیر ہو اور اگر چہ (نہر یا حوض) مسجد میں ہو۔ اور شامی میں ہے۔ واما البركة اوالحوض. الى قوله. ان الحوض الكبير المذكور فى كتاب الطهارة يمنع اى مالم تصل الصفوف حوله' كما يأتى (ترجمہ) تالاب یا بڑا حوض (شرعی دہ دردہ حوض) درمیان میں ہو اور صفیں متصل نہ ہوں تو مانع اقتداء ہے۔ (شامی ج ۱ ص ۵۴۷ باب الامامۃ) غایۃ الاوطار ترجمہ دُرمختار میں ہے مانع اقتداء ہے نہر جس میں کشتیاں چل سکیں اگر چہ چھوٹی کشتی یعنی ڈونگی (ہوڑی) ہو اگر چہ نہر مسجد میں ہو (یہی حکم حوض دہ دردہ کا بھی ہے) غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۲۷۲ باب الامامۃ)

اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ ويمنع نهر ولو كان فى المسجد كالطريق كما فى الدرر (ص ۱۷۰ باب الإمامة)

کبیری اور صغیری میں ہے۔ ولو كان بين الامام والمقتدى فى الجامع اوغيره نهر فان كان صغيراً لا يمنع وان كان كبيراً يمنع (كبيرى ص ۲۸۸) (صغيرى ص ۲٦۸ باب الا مامة)

حضرت مولانا شاہ سید زوّار حسین صاحب پاکستانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں مسجد یا میدان میں اگر امام اور مقتدی کے درمیان یا دوسری صفوں کے درمیان پانی کا چشمہ یا حوض یا کوئی اور ایسا ہی حائل یا خالی جگہ ہے تو اگر وہ دہ دردہ (یعنی شرعی حوض) ہے تو اقتدا کا مانع ہے جب کہ اس کے اردگرد لوگ کھڑے ہو کر صفیں متصل نہ ہوگئی ہوں اور اگر اس حوض وغیرہ کے اردگرد یعنی دائیں بائیں لوگ کھڑے ہو کر صفیں ہو جائیں تو اس کے بعد والوں کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر وہ حوض وغیرہ چھوٹا یعنی دہ دردہ سے کم ہو تو مانع اقتدا نہیں خواہ اس کے دائیں بائیں لوگ کھڑے نہ ہوئے ہوں (عمدۃ الفقہ ص ۱۹۶)

حضرت مولانا ابوالقاسم دلاوری پاکستانی تحریر فرماتے ہیں۔

''مسجد کا دہ دردہ حوض امام اور مقتدیوں میں حائل ہو تو اقتداء صحیح نہیں بجز اس صورت کے کہ حوض کے گرد صفیں برابر متصل ہوں اور اگر حوض اس سے چھوٹا ہو تو اقتداء صحیح ہے الحاصل امام صاحب کی تحقیق صحیح اور قابل عمل ہے، مولوی صاحب کا فتویٰ صحیح نہیں۔ فقط عماد الدین ص ۲۲۴۔